نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک هذا القرآن
جملہ حقوق طباعت بحق ادارہ توحید وسنت محفوظ
قصص القرآن الکریم
حصہ اول
مؤلفہ
مفتی اللہ بخش صاحب عفا اللہ عنہ
ناشر: ادارہ توحید وسنت ومساجد اہلحدیث
اشرف کالونی نزد چوک رحیم معصوم شاہ روڈ ملتان

تعارف اِدارہ توحید وسُنّت

یہ ادارہ تقریباً چھ سات سال سے توحید وسنت کے عنوان پر مشتمل کتابیں، رسالے چھاپ کر مفت تقسیم کر رہا ہے۔ یہ ادارہ اپنے جماعتی احباب کے تعاون سے چل رہا ہے۔

اب تک ادارہ ہذا قصص القرآن حِصّہ اول کئی دفعہ اور حِصّہ دوم بھی کئی مرتبہ چھپوا کر مُفت تقسیم کر چکا ہے اسی طرح صحیح بخاری کے پچیس ۲۵ مقام "قال بعض الناس" کی تشریح "مایُفیدُ الناس" بھی ایک مرتبہ اور اربعین آیات اور اربعین حدیث اور نزولِ مسیح کی بخاری کی روایت کی تصحیح پر مشتمل کتاب تنقید اور "دینی اُمور کی اجرت کے جواز پر دلائل" نامی کتاب اور اب نماز پر مفصّل کتاب اور دُعاؤں پر مشتمل کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے

اتحاد بین المسلمین کا مطلب

یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک اللہ کی بندگی پر اس طرح متفق ہو جائیں کہ اس کے سوا کسی ہستی کو اپنا مشکل کشا، حاجت روا تصور نہ کریں۔ اسی سے غائبانہ خوف کھائیں، اسی کے نام کی نذر و نیاز کریں۔ اسی پر توکل اور بھروسہ کریں اسی کو عالم الغیب اور مختارِ کل سمجھیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اس طرح متحد ہو جائیں کہ آپؐ کی ذاتِ اقدس کے سوا کسی کو اپنا امام و مرشد نہ بنائیں۔ ہر معاملے میں آپ ہی کی اتباع کریں۔ آپ ہی کی سنت کو سندِ آخر سمجھیں۔ سنتِ رسولؐ سے ہٹ کر خود ساختہ نیکیوں کو اختیار کر کے بدعات کا شکار نہ ہوں۔

اللہ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سوا اور کسی نکتے پر اتحاد ممکن نہیں۔ سلف صالحین (یعنی صحابہؓ و تابعین) اسی نکتے پر متحد تھے۔ وہ ایک جماعت تھے فرقہ نہ تھے۔ یہی سلفی دعوت ہے۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

توحید کا معنی اللہ تعالیٰ کو ذات صفات حقوق میں اکیلا سمجھنا ہے پس جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نُور مِن اللہ سمجھتے ہیں وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات میں شریک مانتے ہیں اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے سورہ زخرف کے اول رکوع کی آخری آیت ۱۵ میں فرمایا۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ زخرف: ۱۵

لوگ میرے بندوں کو میری جز بنلتے ہیں ایسے انسان واضح کافر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کا واضح ثبوت مسئلہ وحدۃ الوجود ہے جس میں سب مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی مختلف شکلیں سمجھا جاتا ہے جیسا کہ صوفیوں نے قوالیوں میں کہا ؎

بن دلبر شکل جہان آیا ہر صورت عین عیان آیا

ہر صورت وچہ آوے یار

ہر صورت وچہ یار کون جانیں غیر نہیں موجود

ابن عربی نے تو کتے اور خنزیر کو بھی الہ کہا ہے۔

العبد رب والرب عبد	بندہ رب ہے اور رب بندہ ہے
یا لیت شعری من المکلف	ہائے افسوس مکلف کون ہے
وَمَا الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيْرُ اِلَّا اِلٰهُنَا	اور کتا خنزیر ہمارا الٰہ ہے
وَمَا اللّٰهُ اِلَّا رَاهِبٌ فِي كَنِيْسَةٍ	اور اللہ گرجا گھر کا راہب ہے۔

اسی طرح اللہ کی صفات مثلاً عالم الغیب، حاضر و ناظر ہونا، حاجت روا مشکل کشا ہونا، مختار کل ہونا وغیرہ ان صفات کو انبیاء اولیاء میں سمجھنا خواہ عطائی طور پر یا ذاتی طور پر شرک فی الصفات ہوگا اور ایسے عقیدے والے مشرک ہوں گے توحید اور شرک آپس میں ضد ہیں۔ جہاں توحید ہے وہاں شرک نہیں اور جہاں شرک ہے وہاں توحید نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت یعنی رکوع سجدہ پکار نذر نیاز استغاثہ فریاد رسی کرنا وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک ہے۔ صحیح مسلمان وہ ہے جو ہر قسم کے شرک سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ذات صفات حقوق میں اکیلا سمجھے کسی نبی ولی جن فرشتہ بت سورج چاند ستارے وغیرہ کسی کو اس کی کسی صفت یا حقوق یا ذات میں شریک نہ ٹھہرائے۔ اسی توحید کو سمجھانے اور منوانے کے لیے تمام انبیاء تشریف لائے اور تمام کتب سماوی نازل کی گئیں۔

قرآن مجید پ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۲ آیت ۲۵

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ	یعنی ہم نے آپ سے پہلے جتنے
مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ	رسول بھیجے ہیں سب کو یہی حکم دیا کہ اللہ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔	تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں
	صرف میری ہی بندگی کرو۔

اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے بیان توحید سے پہلے کفار ان سے کسی قسم کی مخالفت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے معتقد ہوتے تھے۔

مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے بارے قرآن مجید میں یوں ہے۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ اَتَنْھٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ۔

(پ ۱۲ سورۃ ھود آیت ۶۲ رکوع ۶)

انہوں نے کہا اے صالحؑ اس بیان توحید سے پہلے تجھ سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیا تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی پوجا سے روکتا ہے جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے تھے ہم تیری اس دعوت سے نہایت شک میں ہیں۔

یعنی بیان توحید سے پہلے وہ لوگ صالح علیہ السلام کے عقیدت مند تھے لیکن بیان توحید سے ان کے ایسے مخالف ہو گئے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک رات صالح علیہ السلام کو اور ان کے بال بچوں کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا سورۃ نمل میں ہے۔

وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ۔ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَھْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔

(پ ۱۹ ، رکوع ۳)

شہر میں نو آدمی غنڈے بدمعاش رہتے تھے جنہوں نے اللہ کی قسمیں اٹھائیں کہ ہم صالح علیہ السلام اور ان کے بال بچوں کو رات کی تاریکی میں قتل کر ڈالیں گے پھر جب ان کے متولی مدعیٔ قصاص ہوں گے تو ہم کہیں گے کہ ہم تو یہاں تھے ہی نہیں اور پکی

آیت ۴۸، ۴۹) بات سے ہم بچے ہیں۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۰ یعنی صالح علیہ السلام کے دشمنوں نے خفیہ پروگرام بنایا صالح علیہ السلام کے قتل کا اس کو اللہ تعالیٰ نے ان کا مکر فرمایا مکر خفیہ پروگرام یا خفیہ سازش کو کہتے ہیں لیکن اس لفظ کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو آداب باری تعالیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ ہوگا خفیہ تدبیر الغرض انہوں نے صالح علیہ السلام کو مکر کے ذریعہ مارنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو بچانے کے لیئے ان کی ہلاکت کی تدبیر فرمائی کافروں نے چاہا کہ کل داعیٔ توحید صالح علیہ السلام یہاں نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ کل منکرین توحید کو اس صفحہ زمین سے مٹا دیا جائے گا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

پس دیکھ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا ہم نے ان غنڈوں کو اور ان کی پوری قوم کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔
۵۱-۵۲: نمل

وہ ان کے گھر خالی پڑے ہیں ان میں زندہ رہنے والا ایک فرد بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا اس میں علم والوں کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔

اسی طرح موسٰی علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت عام کی تو فرعون ان کا دشمن ہو گیا اور اس نے موسٰی علیہ السلام کے قتل کا پروگرام بنایا سورہ حم مومن پ ۲۴ سورۃ کا رکوع ۳ آیت ۲۶۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ الخ

اور فرعون نے کہا مجھے نہ روکو میں موسٰی کو قتل کرتا ہوں اسے چاہیے پکارے اپنے رب کو تاکہ وہ اسے بچا لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل جھگڑا مسئلہ پکار ہیں تھا موسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر نہ پکارو حاجت روا مشکل کشا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے صرف اسے ہی پکارا کرو اسی لیئے فرعون نے کہا کہ ہیں اس کو قتل کرتا ہوں اس کو چاہئے کہ صرف اپنے رب کو پکارے تاکہ وہ اسے بچائے قوم کو مزید غلط راستے پر لگانے کے لیئے ان کو یوں کہنے لگا۔

اِنِّیٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ آیت ۲۶ مومن	مجھے خوف ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے دین شرکیہ کو مٹا کر علاقے میں دین توحید کو پھیلائے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔

یعنی تمہاری سیاست پر بھی قابض ہو جائے گا جب اس نے اپنی پارلیمنٹ میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی قرار داد پاس کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ۔ مومن ۲۷	موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اس ذات کی پناہ میں آچکا ہوں جو میرا بھی پالنے والا اور تمہارا بھی پالنے والا ہے یعنی مجھے وہی بچائے گا ایسے متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

(اس واقعہ کی پوری تفصیل سورۃ حم مؤمن میں ہے) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مشرکین کی دشمنی اسی مسئلہ توحید ہی کی وجہ سے تھی۔ سورہ ص رکوع ۱ پ ۲۳ آیت ۵ میں ہے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا	یعنی تمام الہوں کی الوہیت کو مٹا کر صرف

إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۔ (صٓ: ۵) اللہ واحد کی الوہیت کو منوانا چاہتا ہے یہ بہت بڑی تعجب کی بات ہے۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿۶﴾ صٓ مسئلہ توحید سننے کے بعد حاضرین میں سے ایک جماعت آنحضرتؐ سے نالاں ہو کر جانے لگی نیز اس نے دوسروں کو بھی کہا تم بھی اٹھو اور چلو اور اپنے معبودوں کی پوجا پکار پر ڈٹے رہو یہ شخص توحید کی آڑ میں کوئی سیاسی چکر چلانا چاہتا ہے۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ (صٓ: ۷) ہم نے یہ مسئلہ پچھلی ملتوں میں بھی نہیں سنا یہ اس کا اپنا گھڑا ہوا مسئلہ ہے۔

اسی طرح سورۃ حٰم سجدہ کے ابتدا میں یوں ہے۔

حٰمٓ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۔

حٰمٓ السجدہ: ۲ تا ۴

یعنی یہ قرآن بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی تفسیر و تشریح اسی میں موجود ہے یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے عربی زبان میں ہے اس سے ایمان والوں کو فائدہ ہوگا ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والی ہے اور نہ ماننے والوں کو جہنم سے ڈرانے والی ہے باوجود اتنی بہترین کتاب ہونے کے اس سے لوگوں کی اکثریت اعراض کر کے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔
آیت ۵

اور کہتے ہمارے دل پردے میں ہیں اس مسئلے سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے یعنی تیری یہ دعوت توحید ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں اترتی بلکہ ہمارے کانوں میں ڈھکن ہیں ہمارے کان تیری اس دعوت کو سننے کے لئے تیار نہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان حجاب ہے ہم تیری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے جا تو اپنے توحیدی عمل کر ہم اپنے شرکیہ اعمال پر عمل کریں گے۔

اس کے بعد تیسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا ذکر ہے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔
آیت ۶

کہہ دے بے شک میں تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف اس بات کی وحی کی گئی کہ تم سب کا حاجت روا مشکل کشا ایک ہے اُسی کی طرف سیدھے ہو جاؤ یعنی خالص اُسی ہی کو پکارو اُسی سے ہی مانگو اور اُسی سے پہلے کئے ہوئے شرک کی معافی مانگو کیونکہ مشرکین کے لئے تباہی بربادی ہے۔

اسی طرح سورہ انعام پ۷ آیت ۳۳ میں ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپؐ کو ان کی باتوں سے تکلیف ہوتی ہے آپؐ نہ گھبرائیں

لَا یُکَذِّبُوْنَكَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ — یہ لوگ آپؐ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں

یعنی اصل دشمنی انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید سے تھی توحید دشمنی کی وجہ سے اللہ کی آیات کو اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے۔

توحید فی الذات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت مقامات پر توحید فی الذات کو بیان فرمایا ہے مثلاً سورۃ اخلاص کو لیجئے اس میں اللہ تعالیٰ نے صرف توحید فی الذات ہی کو بیان فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ — کہہ دے اللہ ایک ہے وہ کثرت سے پاک ہے جو کثرت کے روپ میں دکھائی دیتا ہے یہ سب مخلوق ہے اللہ صمد ہے صمد ٹھوس چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے اور نہ کوئی چیز اس سے خارج ہو سکے۔

لہٰذا کوئی نبی رسول اللہ تعالیٰ کے نور سے نہیں ہے لَمْ یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ دونوں جملے لفظ صمد کی تفسیر ہیں نہ اللہ تعالیٰ کسی کی جزو اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی جزو مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی جزو ماننا بھی کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے روپ میں ماننا بھی کفر ہے عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور مشرک مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا کہتے ہیں مصرعہ:

خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں پنج تن

اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حلول واتحاد کے قائل ہو گئے یہاں تک کہ

بعض صوفیوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ اور مخلوق کو ایک ماننا ہی اصل توحید ہے دونوں میں فرق کرنا شرک ہے۔

کسی صوفی شاعر نے یوں کہا۔

؎ چا چڑ وانگ مدینہ ڈِستے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچہ پیر فریدن باطن دے وچہ اللہ

بعض مشرک مولوی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے تھے۔

؎ کہ جب لامکاں پہ پہنچے تو لامکان ہو گئے

پھر فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کی تفسیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان یوں مکالمہ بیان کرتے تھے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
میں تو ہو گیا اور تو میں ہو گیا میں تن ہو گیا تو جان ہو گیا
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگیری
تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے میں اور ہوں اور تو اور ہے

یعنی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بنا دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف ظاہری ڈھانچہ بنایا اور اندر والی جان اور روح محمدؐ رسول اللہ کو قرار دیا یہ کتنا بڑا کفر ہے اسی لیئے بعض مشرکوں نے واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا ؎

جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اُتر پڑا مدینہ میں مصطفےٰؐ ہو کر

یہی عقیدہ عیسائی حلولیوں کا تھا وہ بھی یہی کہتے تھے کہ آسمانوں پر اللہ کہلانے والا زمین پر وہی عیسیٰؑ ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔

(سورۃ مائدۃ آیت ۷۲ پ ۶)

بے شک کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا بے شک وہ اللہ عیسیٰؑ بن مریم ہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل صرف اللہ کو پوجو جو میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ صمد کی تفسیر یوں فرماتے ہیں مَا يُصْمَدُ اِلَيْهِ فِي الْحَوَآئِجِ كُلِّهَا۔ یعنی صمد وہ ذات ہے سب مخلوق اپنی ضرورتوں میں جس کی محتاج ہو لیکن وہ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

قرآن مجید میں اس کی توضیح یوں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

(سورۃ فاطر آیت ۱۵ پ ۲۲)

اے لوگو تم سب محتاج ہو اللہ کے اور اللہ ہی بے نیاز تعریفوں والا ہے انبیاء اولیاء وغیرہ سب مخلوق اس کے در کے فقیر ہیں نہ سب کا داتا ہے۔

صمد وہ ہے کہ ساری مخلوق اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں اس کی محتاج ہو لیکن خود کسی چیز میں کسی کا محتاج نہ ہو انبیاء اولیاء اپنی ضرورتوں اور مشکلوں میں لاکھوں کروڑوں چیزوں کے محتاج ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کیسے ایسی مخلوق کے ردیف میں آسکتے ہیں۔

توحید فی الصفات،

اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کوئی شریک نہیں مثلاً وہی مختار کل ہے دوسرا کوئی مختار کل نہیں وہی عالم الغیب ہے دوسرا کوئی عالم الغیب نہیں وہی حاجت روا مشکل کشا ہے دوسرا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں وہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے دوسرا کوئی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں وہی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے دوسرا کوئی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر نہیں وہی بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم ہے دوسرا کوئی بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم نہیں قرآن مجید میں اس مضمون پر بہت دلائل بیان کئے گئے ہیں

آدم علیہ السلام کا واقعہ،

آدم علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورۃ بقرۃ آیت ۳۰ رکوع ۴ پ ۱)	یعنی جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک ایسی قوم جو ایک دوسرے کے خلیفہ بنیں گے۔

باپ مرے گا بیٹا خلیفہ ہوگا بیٹا مرے گا باپ خلیفہ بنے گا۔ اکثر لوگوں نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں یہ ترجمہ صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ خَلِیْفَتِیْ نہیں بلکہ صرف خَلِیْفَةً ہے نیز اللہ تعالیٰ کا نائب کوئی بن نہیں سکتا نائب اپنا وہی بناتا ہے جو سارا نظام خود نہ سنبھال سکتا ہو اللہ تعالیٰ زمین سے لے کر آسمانوں تک سارا نظام خود چلا رہا ہے اور سنبھال رہا ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔	یعنی اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے سارے کاموں کا خود انتظام کر رہا ہے آسمانوں سے لے کر زمین تک پھر چڑھے گا اس کی طرف اس دن میں جس کی مقدار دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے ۔
(سورۃ السجدۃ آیت ۵ پ ۲۱)	

پہلے معنی کی تائید قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہے مثلاً سورۃ انعام کی آخری آیت پ ۸ میں یوں ہے ۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ الخ	اُسی نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تاکہ تمہیں نعمتیں دے کر آزمائے ۔

اس آیت میں صرف آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنائے جانے کا ذکر نہیں بلکہ پوری اولاد آدم کو خلیفہ بنائے جانے کا ذکر ہے یعنی یہ ساری قوم ہی خلیفوں کی ہے ۔ جو ایک دوسرے کے خلیفے ہیں یہ معنی نہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اللہ تعالیٰ نائبوں سے پاک ہے اسی طرح سورۃ یونس پ ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴ میں یوں ہے ۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۔	یعنی ہم نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر پہنچے لیکن پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اسی طرح ہم مجرموں کو سزا دیتے ہیں پھر ان کے بعد تم کو ان کا خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو ۔
یونس : ۱۳ - ۱۴	

اس آیت میں پچھلوں کو پہلوں کا خلیفہ کیا گیا ہے ان دو آیات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنا نائب نہیں بنایا بلکہ آدمؑ اور اس کی اولاد کو ایسی جنس بنایا جو ایک دوسرے کے خلیفے بنتے رہیں گے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ بات کہی تو انہوں نے کہا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔ بقرہ: ۳۰

کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو اس میں فساد کرینگے اور خون بہائیں گے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری عظمتیں بیان کرتے ہیں۔

فرشتوں کا یہ اندازہ یا تو جنوں کے طرز عمل سے تھا جو انسانوں سے پہلے اس زمین پر آباد تھے یا آدمؑ کے تخلیق کے مختلف اربع عناصر کے امتزاج سے تھا واللہ اعلم بہرکیف اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس سوال کا جواب یوں دیا۔

قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ بقرہ: ۳۰

فرمایا بے شک میں ہی جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

فرشتوں کی باتوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید فرشتے مستقبل ماضی کے معاملات کو جانتے ہیں اور عالم الغیب ہیں اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں اس شبہ کے ازالے کے لیے آدم علیہ السلام کو چند مخصوص ناموں کا علم دے دیا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ سب مخصوص ناموں کا علم اللہ تعالیٰ نے آدمؑ علیہ السلام کو دے دیا۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ

پھر ان کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا مجھے ان چیزوں کے نام بتلاؤ اگر تم

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ بقرہ: ۳۱ اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

علم آدم الاسماء کلھا سے مخصوص ناموں کی دلیل یہ الفاظ ہیں۔
انبئونی باسماء ھٰؤلاءِ۔ کیونکہ ھٰؤلاء اسم اشارہ محسوس مُبصَر کے لیے ہوتا ہے یعنی وہ چیزیں جو سامنے دیکھی جا سکتی ہیں اور نظر آ رہی ہوں دیکھی جاتے والی اور نظر آنے والی چیز محدود مخصوص ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام سے جہان کی کل چیزوں کے نام بتانے کا سوال نہیں ہوا تھا بلکہ محدود مخصوص چیزیں تھیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دے دیا تھا لیکن جب فرشتوں سے ان چیزوں کے نام بتلانے کا سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا۔

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا الخ نہیں علم ہمارے پاس مگر وہی جو
بقرہ: ۳۲ تو نے ہمیں سکھایا ہے۔

فرشتوں کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ فرشتے بھی عالم الغیب نہیں تھے فرشتے بھی صرف وہی کچھ جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا یا سکھایا تھا لیکن آدم علیہ السلام کے جواب سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید آدم علیہ السلام عالم الغیب تھے اسی لیئے تو انہوں نے سب کچھ بتا دیا اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا ازالہ بھی فرما دیا کہ آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹکا کر فرمایا اس سے سب کچھ کھا سکتے ہو لیکن

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب مت جانا
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ بقرہ: ۳۵ ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

شیطان نے ان دونوں کو ورغلا کر اسی درخت سے کھلا دیا شیطان نے ان دونوں کو کہا

هَلْ اَدُلُّكُمَا عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى کیا میں تم دونوں کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس سے کھانے کے بعد تم ہمیشہ کے لیے جنتی بن جاؤ گے اور

تمہیں ایسی حکومت ملے گی جو تم سے کبھی نہیں چھینی جائے گی۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ۔ بقرہ: ۳۶

پس شیطان نے ان کو اس درخت سے کھلا کر پھسلا دیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جنت سے نکال دیا جس میں وہ رہتے تھے

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم حوا علیہما السلام دونوں عالم الغیب نہیں تھے ورنہ وہ نہ اس درخت کے قریب جاتے اور نہ اس سے کھاتے اور نہ جنت سے نکالے جاتے اور اگر وہ عالم الغیب تھے تو کیا انہوں نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی کی حاشا وکلا۔

آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ (سورۃ مائدہ پ ۶ رکوع ۵ آیت ۲۷)

اور بیان کران پر واقعہ آدمؑ کے دو بیٹوں کا سچ سچ جب دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو اس نے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید میں صرف یہی کچھ ہے کہ ان دونوں نے قربانی کی لیکن ایک کی قبول ہو گئی دوسرے کی قبول نہیں ہوئی جس کی قربانی قبول نہ ہوئی اسی نے دوسرے کو قتل کر دیا کہ تیری قربانی کیوں قبول ہو گئی جب کہ میری قربانی قبول نہیں ہوئی جس کی قربانی

قبول ہوگئی تھی اس نے حقیقت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کی قربانی قبول کرتا ہے اسی سے یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادات اور طاعات صرف ان کی قبول ہوتی ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے اور جو دل تقویٰ سے خالی ہوتے ہیں ان کی عبادات بھی قبول نہیں ہوتی تو مرنے والے شہید نے کہا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں قربانی قبول کرنا نہ کرنا میرے مالک کا کام ہے میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔ مفسرین نے کہا کہ آدم علیہ السلام کے حوّاء کے بطن سے ایک حمل سے دو بچے بہن بھائی پیدا ہوتے تھے اور دو بہن بھائی دوسرے حمل سے اللہ تعالیٰ نے ضرورت کی بنا پر ایک حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح دوسرے حمل والے لڑکے کے ساتھ جائز کر دیا البتہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والے لڑکے سے حرام ٹھہرا دیا اسی قاعدہ سے جو لڑکی قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی وہ خوب صورت تھی اور جو لڑکی ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی وہ اتنی خوبصورت نہیں تھی جب دونوں لڑکیاں جوان ہوگئی تو آدم علیہ السلام نے کہا جو لڑکی قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی ہے اس کی شادی ہابیل کے ساتھ ہونی چاہئے اور جو لڑکی ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی اس کی شادی قابیل سے ہونی چاہئے لیکن قابیل نے انکار کر دیا اب آدم علیہ السلام نے دونوں کو کہا کہ تم قربانی کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی بات اسی کی مانی جائے گی جب ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی تو قابیل نے سمجھا کہ اب یہ میری بہن سے شادی کرے گا تو اس نے اس کو اپنے راستہ سے ہٹانے کے لیئے اسے قتل کر دیا واللہ اعلم۔ صحیح بات وہی ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو صرف اس لیئے قتل کیا کہ اس کی قربانی کیوں قبول ہوگئی جب کہ میری قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس نے اس میں اپنی توہین سمجھی اس توہین اور خفت کو مٹانے کے لیئے

اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا قرآن مجید میں دونوں بھائیوں کا مکالمہ اس طرح مذکور ہے کہ جب ایک کی قربانی قبول ہو گئی تو دوسرے نے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا اس نے کہا میرا اس میں کیا قصور ہے اللہ تعالیٰ متقین کی قربانی قبول فرماتا ہے۔

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَيَّ يَدَكَ
لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ
لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ
بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
الظّٰلِمِيْنَ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ
قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ
فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
سَوْءَةَ ...... مِنَ النّٰدِمِيْنَ
مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ
نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا
فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ
جَمِيْعًا۔

اگر تو نے میری طرف اپنا ہاتھ لمبا
کیا تاکہ تو مجھے قتل کرے میں تیری
طرف اپنا ہاتھ لمبا کرنے والا نہیں
تاکہ میں تجھے قتل کروں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ
سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پالنے
والا ہے میرا ارادہ ہے تو میرے اور اپنے
گناہ لے کر جہنمی بن جائے گا یہی سزا
ظالموں کی ہے تو اس کے نفس نے اس
کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا تو اس نے اس
کو قتل کر دیا تو نقصان اٹھانے والوں
میں سے ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے کوے
کو بھیجا تاکہ اس کو دکھاوے کہ وہ اپنے
بھائی کی لاش کو کیسے دفن کرے تو
پھر پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا
اسی لیے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا
کہ جو شخص کسی شخص کو بغیر بدلہ لینے کے
یا بغیر فساد مٹانے کے قتل کرے گا

سورۃ مائدۃ آیت ۲۷ سے ۳۲ تک

تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کو بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچا دیا۔

ان آیات سے کئی مسائل لیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) جو شخص ظالم ہاتھ کو نہیں پکڑتا اس کا انجام ہابیل کی طرح ہوتا ہے۔

(۲) جو شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس کی نیکیاں مقتول کے کھاتے میں ڈال کر اسے بخشا جائے گا اور اگر اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہیں ہونگی تو پھر مقتول کے گناہ قاتل کے کھاتے میں ڈال کر اسے جہنم رسید کیا جائے گا۔

(۳) انسانی لاش کو زمین میں دفن کیا جائے اسی بات کو سمجھانے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے کوے کو بھیجا تاکہ قابیل کو سمجھایا جائے کہ بھائی کو زمین میں دفن کرے۔

(۴) جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا تو اس کی اس رسم بد سے قتل ہونے والے تمام لوگوں کا گناہ اُسی پر ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت تک قتل ہونے والے لوگوں کا گناہ قابیل کے کھاتے میں ڈالا جائیگا اگرچہ پچھلے قاتلوں کو بھی پوری پوری سزا ملے گی لیکن قابیل کو اس رسم بد کے جاری کرنے کا گناہ ملتا رہے گا۔

(۵) جس شخص نے کسی کو بچایا تو اس کی یہ نیکی بھی صدقہ جاریہ کے طور پر اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔

(۶) اصل مقصد اس واقعہ کا یہ ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کے نام کی دینی چاہیئے اور اس میں تقویٰ اور اخلاص ہونا چاہیئے نیز قربانی اللہ تعالیٰ کے نام کی عمدہ سے عمدہ ہونی چاہیئے کہتے ہیں کہ ہابیل نے اللہ تعالیٰ کے نام پر عمدہ مینڈھا ذبح کیا جو قبول ہو گیا لیکن قابیل نے دالی اناج دیا جو قبول نہ ہوا آدمؑ کے دونوں بیٹوں کے نام بھی اسرائیلی روایتوں سے ماخوذ ہیں۔

نوح علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے بعد جب نسل آدمؑ میں شرک شروع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو شرک کے مٹانے کے لیئے اور لوگوں کو توحید سمجھانے کے لیئے مبعوث فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا۔

مثلاً سورۃ اعراف پ ۸ میں ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف پ ۸)

البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف تو اُس نے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں تو اس کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا بے شک ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کسی قسم کی کوئی گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں میں تمہیں اپنے رب

آیت ۵۹ تا ۶۲ تک)

کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہاری خیر خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

ان آیات میں ذکر ہے کہ نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی قوم کو مسئلہ الٰہ سمجھایا۔ مسئلہ الٰہ کو سمجھنے کے لیئے پہلے لفظ الٰہ کا معنی سمجھنا چاہیئے الٰہ کا معنیٰ معبود صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ عربی ہیں ایک عربی لفظ کا ترجمہ دوسرے عربی لفظ سے کرنا درست نہیں کم از کم عربی لفظ کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں ہونا چاہیئے اسی لیئے ہم نے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں حاجت روا مشکل کشا کیا ہے۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات کا مطالعہ کرنے سے یہی معنی سمجھ آتا ہے۔

مثلاً پ سورۃ انعام آیت ۴۶

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ - انعام: ۴۶

تو کہہ کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں ختم کر دے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کون الٰہ ہے یعنی کون مشکل کشا حاجت روا ہے جو تمہیں یہ نعمتیں واپس لا کر دے گا دیکھ ہم کیسے انہیں بار بار نشانیاں دکھاتے ہیں پھر بھی وہ اعراض کرتے ہیں۔

اس آیت میں کان آنکھیں دینے والے اور لینے والے کو اور دلوں پر مہر لگانے والے کو الٰہ کہا گیا ہے۔

اسی طرح یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں لفظ الٰہ سے یوں دعا کی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ یہ چونکہ یونس علیہ السلام مشکل میں پکڑے ہوئے تھے اسی مشکل سے رہائی کے لیئے دعا فرمائی۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ۔ (سورہ انبیاء پ۱۷ آیت ۸۷)

پھر اس نے اندھیروں میں پکارا کہ اے اللہ نہیں کوئی مشکل کشا سوا تیرے تو پاک ہے شریکوں سے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

اسی طرح سورۃ قصص میں ہے۔

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّھَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

(سورۃ قصص پ۲۰ آیت نمبر ۷۱ ، ۷۲)

کہہ دو کیا تم نے غور فکر کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات کو قیامت تک مسلط کر دے تو کون الٰہ ہے یعنی کون مشکل کشا حاجت روا ہے جو تمہیں دن کی روشنی لاکر دے گا کیا تم بات سنتے ہی نہیں ہو کہہ دے کیا تم نے سوچا ہے اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت تک دن کو مسلط کر دے تو کون الٰہ ہے یعنی کون حاجت روا مشکل کشا ہے جو تمہیں رات لاکر دے گا جس میں تم آرام کرتے ہو کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔

اسی طرح سورہ نمل پ۲۰ کی ابتدائی آیات ۶۰ سے ۶۴ تک لفظ الٰہ کی بہت عمدہ تفسیر موجود ہے بہر کیف نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو مسئلہ توحید

سمجھایا تو قوم نے انہیں گمراہ کہا جس کے جواب میں نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کسی قسم کی کوئی گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ احکام جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے چونکہ وہ مشرک قوم تھی انہوں نے پانچ بزرگوں کے بت بنا کر ان کو پوجنا شروع کیا ہوا تھا۔ انہی کو اپنا الٰہ مانتے تھے انہی کو مشکلات حاجات میں پکارتے تھے نوح علیہ السلام نے اسی لیئے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں صرف اسی کو پکارو اور سورہ نوح میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید بڑے پیارے انداز سے سمجھائی جس کو نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں یوں ذکر کیا ہے۔

نوح علیہ السلام کی التجا:

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا

(سورہ نوح پ ۲۹ آیت ۵، ۶، ۷)

نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پالنے والے بے شک میں نے اپنی قوم کو دن رات سمجھایا ہے لیکن میرے سمجھانے سے الٹا دور بھاگ گئے ہیں اور جب بھی میں ان کو دعوت دیتا ہوں تاکہ تو ان کو معاف کر دے تو کرتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں اور ڈھانپ لیتے ہیں اپنے کپڑوں کو اور ضد کر چکے ہیں اور اکڑ چکے ہیں تکبر سے۔

نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ اے میرے رب میں نے ان کو

سمجھانے میں رات دن ایک کر دیا ہے لیکن میں ان کو جتنی دعوت دیتا ہوں اتنا ہی یہ لوگ دور بھاگتے ہیں اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ میں جب ہی دعوت دینے کے لئے بیان شروع کرتا ہوں تو وہ لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ میری آواز انکے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور مجھے دیکھ کر اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے ہیں تاکہ انہیں میری شکل نظر نہ آئے یعنی ان کی دشمنی اے اللہ تیری توحید کی وجہ سے انتہا کو پہنچ چکی ہے پھر نوح علیہ السلام نے مزید اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعوت اور ان کے انکار کی تفصیلات بیان فرمائی۔

تقریر نوح ؑ

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا	پھر میں نے ان کو اونچی آواز سے
ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ	دعوت دی پھر میں نے ان کے لیئے
لَهُمْ اِسْرَارًا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ	اعلان کئے اور ہر ایک کو آہستہ
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ	کان میں دعوت دی پھر میں نے ان کو
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ	کہا اپنے رب سے معافی مانگو بیشک
وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ	وہ بہت بخشنے والا ہے چھوڑ دے
يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا مَا لَكُمْ لَا	گا تم پر آسمان کو بہت برسنے والا اور
تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ	امداد کرے گا تمہاری مالوں اور بیٹوں
اَطْوَارًا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ	سے اور بنائے گا تمہارے لیئے باغ
اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّ	اور چلائے گا تمہارے لیئے نہریں
جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ	تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی تعظیم
جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَاللّٰهُ	کے قائل نہیں ہو حالانکہ اس نے تمہیں

أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا وَاللهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔

ح: (آیت ۸ سے ۲۰ تک)

کئی طریقوں سے پیدا کیا کیا تم دیکھتے نہیں کیسے اس نے تمہارے لیئے سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو بہت روشنی دینے والا بنایا اور اللہ نے تمہیں زمین سے پیدا کیا پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں اسی سے دوبارہ نکالے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے زمین کا بچھونا بنایا تاکہ تم اس میں کھلے راستوں کے اندر چلو۔

ان آیات میں نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ میں نے ان کو ہر ایک انداز سے توحید سمجھائی پھر میں نے انہیں سمجھایا کہ شرک سے توبہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں برکتیں دے گا۔ آسمان سے بارشیں زیادہ برسیں گی پیداواریں زیادہ ہوں گی تمہارے مال اولاد کو اللہ تعالیٰ بڑھائے گا تم ود سواع یغوث یعوق نسر کی بڑی عظمتیں بجا لاتے ہو لیکن تم اللہ کے وقار کے قائل نہیں ہو ان پانچ بزرگوں سے ڈرتے ہو ان کی نذر و نیاز دیتے ہو لیکن نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو اور نہ اس کے حقوق بجا لاتے ہو حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف طوروں سے پیدا کیا پہلے نطفہ پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر انسانی بچے کی شکل میں لیکن تم مشکل کشا حاجت روا سمجھتے ہو انہوں نے نہ تمہیں پیدا کیا اور نہ آسمانوں کو نہ سورج چاند کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہیں موت دے کر مٹی میں ملا دے گا پھر دوبارہ

تمہیں زندہ کر کے مٹی سے نکالے گا اللہ تعالیٰ کی تمہارے لیئے یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے ایسی زمین بنائی ہے جس کے کھلے راستوں پر تم دن رات آرام سے سفر کر رہے ہو۔

لیکن نوح علیہ السلام کی اس قیمتی تقریر سے فائدہ اٹھانے کے بجائے نافرمانی کرنے لگے۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ وَّمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا۔	اے میرے رب انہوں نے میری بے فرمانی کی ہے اور ان کے تابع ہو گئے جن کے مال اور اولاد انہیں خسارے میں لے جا رہے ہیں اور انہوں نے بہت بڑے مکر کئے ہیں۔
نوح: (آیت ۲۱،۲۲)	
وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا۔	اور انہوں نے کہا تم اپنے مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کو ہر گز نہ چھوڑنا بالخصوص ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق اور نسر کو اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیئے مگر گمراہی کو۔
نوح: (آیت ۲۳،۲۴)	

ان آیات ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ میں نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے میرے اللہ انہوں نے میری ایک نہیں مانی بلکہ یہ لوگ ان مشرکوں کے پیچھے لگے ہیں جن کی اولاد اور مال ان کو خسارے میں لے جا رہی ہے اور انہوں نے میری دعوت توحید کے مقابلے میں بہت بڑی سازشیں کی ہیں انہوں نے اب میرے مقابلے میں شرک پر پختہ رہنے کے عہد و پیمان لے رکھے ہیں یہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں

دھیان رکھنا کہیں نوح علیہ السلام کی بات مان کر بنج تن پاک کو نہ چھوڑ بیٹھنا انہوں نے بہت لوگوں گمراہ کر رکھا ہے اسی طرح سورۃ ھود پ۱۲ رکوع ۴ میں نوح علیہ السلام کی بہترین تقریریں بیان کی گئی ہیں لیکن بالآخر نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ اب تیری قوم سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔ آیت ۳۶ ھود

اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ اب تیری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا جو مومن ہو چکے سو ہو چکے تو ان کے کردار سے غمگین نہ ہو۔

یعنی نوح علیہ السلام کی قوم شرک پر اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ اب ان میں سے کسی ایک فرد کے مومن ہونے کی توقع نہیں تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو تسلی دی کہ چونکہ اب ان میں سے کوئی آدمی ایمان لانے والا نہیں لہٰذا اب یہ قوم تباہ برباد کر دی جائے گی۔

کشتی نوحؑ

آپ اپنے بچاؤ کے لئے کشتی بنائیں۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ ھود: (آیت ۳۷)

اور کشتی بنا ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی سے اور مجھ سے ظالموں کے بارے سفارش نہ کرنا کیونکہ وہ غرق کر دئے جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر دیا کہ اے میرے پیارے تو اپنے گھر والوں میں سے جو کافر ہیں ان کے لئے ہرگز سفارش نہ کرنا کیونکہ ان کو غرق کر د

جائے گا یعنی اگر تو نے بھی سفارش کی تو تیری سفارش بھی قبول نہیں ہوگی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پکڑنا چاہیں ان کو کوئی نبی ولی بھی چھڑا نہیں سکتا،

کشتی کی تیاری

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔

ھود : (آیت ۳۸، ۳۹)

اور نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے اور جب اس پر اس کی قوم کی ایک جماعت گزرتی تھی تو اس پر مذاق کرتی تو نوح علیہ السلام فرماتے اگرچہ آج تم ہم پر مذاق کرتے ہو تو ہم بھی تم پر مذاق کریں گے جیسے تم ہم پر ہنسی کرتے ہو پس عنقریب معلوم ہو جائے گا کس پر رسوا کرنے والا عذاب نازل ہوتا ہے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کی تو قوم نے ان پر ہنسی مذاق شروع کر دیا کہنے لگے یہ شخص اپنے آپ کو رسول کہتا تھا لیکن اب یہ شخص جنگل کے اندر کشتی بنا رہا ہے جہاں نہ دریا ہے نہ پانی کیا ریت کے ٹیلوں پر کشتی چلے گی یہ شخص تو دیوانہ ہے کیا ایسا دیوانہ شخص پیغمبر بن سکتا ہے ان کے جواب میں نوح علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب رسوا کرنے والا اور ہمیشہ رہنے والا تم پر نازل ہوگا کہ واقعی میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری خیر خواہی کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید سناتا ہوں لیکن تم میرا مذاق اڑاتے ہو اور جب تم اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے تو اس وقت ہم

تمہارا مذاق اڑائیں گے اور کہیں گے اے مشرکو اب بتاؤ کون دانا تھا اور کون دیوانہ تھا
الغرض جب کشتی مکمل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق تنور سے پانی ابلنے لگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو فرمایا:

طوفانِ نوحؑ کی علامت:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۗ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۗ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ھود: (آیت ۴۰، ۴۱)

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا ہم نے کہا سوار کر لے اس میں (ضرورت کی) ہر چیز سے جوڑا جوڑا دوہرا اور اپنے گھر کے لوگ مگر جن پر پہلے ہو چکا ہے کلمہ عذاب کا اور سوار کر لے ایمان والوں کو اور ایمان نہیں لائے تھے اس کے ساتھ مگر تھوڑے سے لوگ اور کہا نوح علیہ السلام نے سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے چلنا اس کا اور ٹھہرنا اس کا بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو عذاب کی نشانی یہ بتائی تھی کہ جب عذاب آیا تو سب سے پہلے پانی تمہارے تنور سے نکلے گا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم آگیا اور تنور سے پانی ابلنے لگا اور نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس میں اپنی ضرورت کی ہر چیز کا جوڑا جوڑا سوار کر لے اور اپنے سب گھر

والوں کو بھی مگر جن پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے ان کو سوار نہ کرنا اور سب مومنوں کو بھی سوار کرلے جب نوح علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو ماسوائے بیٹے اور بیوی کے سوار کر لیا اور اسی طرح سب مومنوں کو سوار کر لیا تو ان کو عقیدہ توحید پر پختگی کے لئے فرمایا کہ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے ہوگا یعنی اس کشتی کا کشتیبان اور رکھوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے واضح طور پر سمجھا دیا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر سہارا رکھنا ہے میں بھی تمہاری حفاظت نہیں کرسکتا تمہارا محافظ اور نگہبان صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ کشتی اللہ تعالیٰ کی مدد سے چل رہی تھی اور نوح علیہ السلام کا بیٹا نوح علیہ السلام کو نظر آیا تو اس وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جس انداز سے تبلیغ فرمائی اس کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۔	اور وہ کشتی ایسی موجوں میں چلتی تھی جو پہاڑوں کی مانند تھیں اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بلایا حالانکہ وہ ایک طرف تھا اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کا ساتھی نہ بن اس نے کہا میں عنقریب پہاڑ کی طرف پہنچ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا نوح علیہ السلام نے کہا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ جس پر وہ آپ رحم کرے اور حائل ہوگئی ان کے درمیان

ھود: (آیت ۴۲، ۴۳) پانی کی موج اور ہوگیا غرق ہونے والوں میں سے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانی کی شدت اور کثرت کا ذکر فرمایا کہ وہ پانی ایسا تھا کہ اس کی موجیں اور ٹھاٹھیں پہاڑوں جیسی تھیں ایسی کیوں نہ ہوتیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ قمر میں فرمایا:

دعاءِ نوح:

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔

انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے یہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا گیا پھر اس نے پکارا اپنے رب کو بے شک میں کمزور ہوں میری مدد کر پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے پلٹنے والے پانی کے ساتھ اور زمین کو چشموں کی شکل میں چیر دیا پھر ملا پانی اس انداز پر جس کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

قمر: (آیت ۹ سے ۱۲)

جب نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اسے دیوانہ کہہ کر اسے جھڑکا تو نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکار کر کہا اے میرے رب میں مغلوب ہوچکا ہے قوم غالب آگئی ہے میری مدد کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد کی کہ آسمانوں کے دہانے کھول دیئے جن سے صرف پانی برسا نہیں بلکہ ان سے پانی پلٹنا شروع ہوگیا اور زمین کو چشموں کی شکل میں چیر دیا جگہ جگہ پانی چشموں کی طرح ابلنے لگا پس بہ نیچے

اوپر والا پانی وہاں جا پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانی کا طوفان کل روئے زمین پر آیا تھا۔

ایسی پانی کی ٹھاٹھیں واقعی پہاڑوں کی طرح ہوں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور اس کے بیٹے کا مکالمہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دے یعنی مسلمان موحدین کر کشتی میں سوار ہو جا اس نے کہا مجھے تمہاری کشتی کی ضرورت نہیں میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا پہاڑ مجھے غرق ہونے سے بچائے گا نوح علیہ السلام کا یہ بیٹا ماں کے مذہب پر تھا یہ دونوں ماں بیٹا اس وقت کے پانچ تن پاک وَدّ سُواع یغوث یعوق نسر کے پجاری تھے ان کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہوتے کو بھی پسند نہیں کیا بلکہ انہوں نے وہابیوں کی کشتی پر سوار ہونے کے بجائے ڈوب کر مرنے کو پسند کیا اسی لیئے اس نے اپنے باپ نوح علیہ السلام کو صاف جواب دے دیا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ پہاڑ مجھے بچائے گا اس کے جواب میں نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں نہ پہاڑ اور نہ وَدّ سُواع وغیرہ آج وہی بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ ہی بچائے گا جیسے بیٹا شرک پر پختہ تھا اسی طرح باپ بھی توحید پر پختہ عقیدہ رکھتا تھا ان کے مکالمے پر بھی اللہ تعالیٰ کو ناراضگی آئی اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان موج کو حائل کر کے مشرک کو غرق کر دیا جب تمام شرک صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے پانی کو خشک ہونے کا حکم دیا۔

وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

ھود: (آیت ۴۴)

اور زمین کو حکم ہوا کہ اپنے پانی کو نگل لے اور آسمان کو حکم ہوا کہ پانی روک لے اور پانی خشک ہو گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور کہا گیا کہ ظالموں کے لیئے پھٹکار ہے۔

یعنی تمام مشرکین کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تو اپنا پانی جو تیرے پیٹ سے نکلا ہے نگل جا اور آسمان کو حکم دیا کہ اب پانی بند کر دے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پانی خشک ہو گیا نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہر گئی ظالم مشرکوں کی ہلاکت کے بعد ان پر لعنت بھیج دی گئی۔

نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لیئے دعا،

نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی طوفان سے ہلاک ہو گیا تھا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بچاؤ کے لیئے قبل از عذاب یا بعد از عذاب درخواست کی جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا

اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو اور کہا اے میرے پالنے والے بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سارے حاکموں سے بڑا حاکم ہے فرمایا اے نوح یہ تیرے اہل میں سے

تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

ھود: (آیت ۴۵، ۴۶ ع۴)

نہیں کیونکہ یہ اچھے عملوں والا نہیں پس تو وہ سوال ہی نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہیں تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے عرض کیا اے میرے پالنے والے بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں سوال کروں اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

ان دو آیات میں سے پہلی آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بچاؤ کے لیئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اور تیرا وعدہ ہے کہ تیرے اہل کو بچاؤں گا لہذا مہربانی فرما میرے بیٹے کو بچادے یا زندہ کر دے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبرؑ کی اس دعا کو قبول کرنے کے بجائے الٹا پیغمبرؑ کو ڈانٹا کہ خبردار اس بیٹے کے لیئے تجھے دعا کرنے کا بھی حق نہیں کیونکہ نہ یہ تیرے اہل میں سے ہے اور نہ بچاؤ کا مستحق ہے اس لیئے اس کے عمل صالح نہیں اعمال کے صالح ہونے کے لیئے عقیدہ توحید ضروری ہے جس شخص کے عقائد توحید پر نہیں اس کے بڑے سے بڑے اعمال بھی صالحہ نہیں اور اس کے تمام اعمال برباد و رائیگاں ہو جائیں گے جس طرح سورہ زمر پ۲۴ آیت ۶۵۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ زمر: ۶۵

البتہ تحقیق تیری طرف بھی یہی وحی کی گئی اور تجھ سے پہلے بھی کہ اگر تو نے بھی بالفرض شرک کیا تو تیرے تمام عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارہ والوں میں سے ہو جائے گا۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے اس لیئے نہیں کہ تیرے اعمال توحید پر ہیں اور اس کے تمام اعمال شرکیہ ہیں مشرک موحد کا اہل نہیں بن سکتا نیز اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالٰی کے پیغمبر نہ مختار ہوتے ہیں اور نہ عالم الغیب کیونکہ اگر نوح علیہ السلام مختار کل ہوتے تو اپنے کلی اختیار سے اپنے بیٹے کو بچا لیتے اور اگر عالم الغیب ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ میری یہ دعا قبول نہیں ہو گی تو سرے سے اس کے لیئے دعا ہی نہ کرتے نیز اس سے یہ بھی معلوم کہ پیغمبروں کی سفارش بھی اللہ تعالٰی کی مرضی کے بغیر کامیاب نہیں ہوتی جب قوم کی تباہی کے بعد نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی تو اللہ تعالٰی نے نوح علیہ السلام کو کہا

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

کہا گیا اے نوح اتر ہماری عافیت کے ساتھ اور تجھ پر برکتیں ہیں اور ان جماعتوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کئی جماعتیں ایسی ہوں گی جن کو ہم نفع دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں ان خبروں کو نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم پہلے

ھود: (آیت ۴۸، ۴۹) سے پس صبر کر اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو خیر و عافیت کے ساتھ کشتی سے اتر کیونکہ اب تیرے سارے دشمن تباہ و برباد ہو چکے ہیں اب تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں ہیں اور تیرے ساتھیوں سے کئی مومن پیدا ہوں گے ان پر بھی رحمتیں برکتیں ہوں گی اور کئی آگے چل ان سے بھی کافر مشرک پیدا ہوں گے ان پر بھی کچھ ڈھیل کے بعد دردناک عذاب نازل ہوگا پھر آخر میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے یہ واقعات غیب کی خبریں ہیں ان کو پہلے نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم ہم نے تمہیں یہ واقعات وحی کے ذریعہ بتائے ہیں یہ آیت دلیل ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ واقعات بتائے ہیں وحی کے ذریعے بتائے ہوئے واقعات علم غیب میں داخل نہیں کیونکہ ذرائع اور اسباب کے واسطے سے حاصل ہونے والا علم علم غیب نہیں ہوتا علم غیب وہ ہوتا ہے جو بغیر ذرائع و اسباب کے حاصل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ سورہ اعراف رکوع ۹ میں اور سورہ ہود رکوع ۵ اور سورہ احقاف رکوع ۳ اور سورہ شعراء رکوع ۷ میں مذکور ہے یہاں صرف سورۂ ہود کے رکوع ۵ سے واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ یٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۔

ھود: (آیت ۵۰ سے ۵۲ تک)

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی بندگی کرو تمہارا اس کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہی ہو اے میری قوم میں تم سے توحید پر کسی قسم کی اجرت کا سوال نہیں کرتا میری اجرت اس ذات پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا کیا تم عقل نہیں رکھتے اے میری قوم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کرو بھیج دے گا تم پر بادلوں کو بہت برسنے والے اور بڑھا دے گا تمہاری طاقت میں طاقت اور نہ پھرو مجرم بن کر۔

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں اِلٰہ کے معنی کی تفسیر نوح علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے اسے غور سے دوبارہ پڑھ لیں اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اِلٰہ کا معنی حاجت روا مشکل کشا ہے یعنی ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ تمہارا حاجت روا مشکل کشا اور نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کی بندگی کرو یعنی حاجات مشکلات میں صرف اسی کو پکارو اسی سے مدد حاصل کرو سورۃ فاتحہ میں ایاك نعبد کی تفسیر ایاك نستعین سے کی گئی ہے۔

ھود علیہ السلام نے فرمایا تمہارے مذہب کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ سراسر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہوا ہے پھر دوسری آیت میں فرمایا اے میری قوم میں تم سے توحید کی تبلیغ پر کسی قسم کی اجرت کا سوال ہی نہیں کرتا تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید مفت سُناتا ہوں تم اللہ تعالیٰ کی شان مفت میں سننا نہیں چاہتے تمہیں اتنی بڑی نعمت مفت مل رہی ہے پھر تمہیں عقل نہیں کہ ایسی نعمت بھی لینا نہیں چاہتے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی برکتوں کا ذکر فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کو مان لو تو تم ساری قوموں سے ترقی یافتہ قوم بن جاؤ گے تمہارا ملک پانی کی فراوانی سے خوش حال ہو جائے گا اور تمہاری مالی انفرادی قوتیں بھی بڑھ جائیں گی اور اگر تم نے اس کا انکار کیا تو مجرم ٹھہرو گے اور تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ مجرموں جیسا سلوک کرے گا جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید سنائی سمجھائی تو قوم نے جو جواب دیا وہ اگلی آیات میں مذکور ہے۔

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ۔

ھود: (آیت ۵۳ تا ۵۵)

انہوں نے کہا اے ہود تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لایا اور ہم تیرے کہنے سے اپنے حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تجھے ماننے والے نہیں ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ تجھے ہمارے معبودوں نے تکلیف پہنچائی ہے فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ بن جاؤ بے شک

میں بیزار ہوں تمہارے ان شریکوں سے
جو تم نے اُس کے سوا بنا رکھے ہیں پس
تم سارے مل کر میرے ساتھ داؤ کھیلو
مجھے قطعاً مہلت نہ دو۔

یعنی قوم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو سن کر برداشت نہ کیا اور انہیں نعوذ باللہ بیوقوف کہا جیسا کہ سورۂ اعراف رکوع ۹ میں ہے کہ

اور انہیں جھوٹا کہا اور انہیں کہا کہ تو نے توحید کی کوئی واضح دلیل پیش نہیں کی لہٰذا ہم اپنے نفع و نقصان کے مالکوں کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور تجھے ہرگز نہیں مانیں گے بلکہ ہم تو یہی کہیں کہ ہمارے مشکل کشاؤں کی مار تجھ پر پڑگئی ہے ان کے جواب میں ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی میری اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ میں تمہارے ان شریکوں سے جو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے شریک بنا رکھے ہیں بیزار ہوں میں ان کو قطعاً نہیں مانتا تم اور تمہارے شریک سارے مل کر میرا جو بگاڑنا چاہتے ہو بگاڑ کر دکھاؤ۔

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۔

بے شک میرا سہارا اللہ پر ہے
جو میرا اور تمہارا پالنے والا ہے
چلنے والی جاندار چیز کی پیشانی اسی کے
ہاتھ میں ہے بے شک میرا رب
سیدھی راہ پر ہے پھر اگر تم نے منہ موڑا
تو میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے
اور لائے گا تمہارے پیچھے کوئی دوسری
قوم اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے

ھود : (آیت ۵۶ ، ۵۷) بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے

ان آیات میں ھود علیہ السلام نے کھل کر دو ٹوک الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اس لیئے کہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا تمہارا سب کا پالنے والا ہے ہر ایک کی پیشانی اس کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے میرا رب اسی سیدھے راستے پر ملے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا توحید کے اسی سیدھی راہ پر چلنے سے ملے گی پھر اگر تم نے میرے اس مسلک کی مخالفت کی تو میں نے اپنے مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے اپنا پیغام رسالت تم تک پہنچا دیا ہے اب میں بری الذمہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں اسی مسئلہ کی مخالفت پر پکڑ کر تباہ کر دے گا اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم آباد کر دے گا پھر تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے ۔

سورۃ شعراء پ ۱۹ رکوع ۷ میں قوم عاد کے تذکرہ میں حضرت ھود علیہ السلام نے انہیں فرمایا :

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۔
شعراء آیت : ۱۲۸ تا ۱۳۰

کیا تم ہر ٹیلے پر یادگاریں تعمیر بنا کر فضول کام کرتے ہو اور عالی شان کوٹھیاں بناتے ہو کیا تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بہت زیادتی کرتے ہو ۔

ان آیات میں ان کے مزید کاموں کی نشان دہی کی گئی ہے کہ انہیں مینار وغیرہ یادگاریں بنانے اور کوٹھیاں بنانے کا بہت شوق تھا اور وہ حد درجہ کی ظالم قوم تھی جس کو پکڑتے تو اس پر بہت زیادتیاں کرتے تھے ۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ۔

ھود: (آیت ۵۸ تا ۶۰)

اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے بچا دیا ہودؑ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے اور بچا دیا ہم نے ان کو سخت عذاب سے وہ قوم عاد تھی جس نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اپنے رسولوں کی بے فرمانی کی اور ہر ضدی سرکش کے حکم کی اتباع کی ان پر دنیا میں لعنت نے پیچھا کیا اور قیامت کے دن بھی خبردار بے شک عاد نے اپنے رب کا انکار کیا خبردار لعنت ہے عاد کے بیٹے جو ہودؑ کی قوم تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ھود علیہ السلام اور اس کے صحابیوں کو بچا دیا اور قوم عاد کو جنہوں نے رب کا اور رب کی آیات کا انکار کیا تباہ کر کے ان پر لعنت ہمیشہ کے لیے مسلط کر دی۔

ان کی ہلاکت کی داستان سورۃ احقاف پ۲۶ میں یوں ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ

پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بادل ہماری وادیوں کی طرف رخ کر کے آرہا ہے کہنے لگے یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے نہیں بلکہ وہ عذاب ہے جس کو تم جلدی مانگتے تھے یہ آندھی ہے جس

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰٓی اِلَّا مَسٰکِنُهُمْ کَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ہ
احقاف (آیت ۲۴، ۲۵)

میں دردناک عذاب ہے ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تباہ کر دے گی پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی اسی طرح ہم مجرموں کو سزائیں دیتے ہیں۔

اور سورۃ الحاقہ پ ۲۹ میں۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ
الحاقہ (آیت ۶، ۷)

لیکن قوم عاد ہلاک کی گئی سخت تند ہوا کے ساتھ جو ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی پھر تو دیکھتا قوم کو اس میں گری ہوئی جیسا کہ پرانی کھجوروں کے تنے ہیں۔

صالح علیہ السلام

صالح علیہ السلام کا واقعہ بھی سورۃ اعراف رکوع ۱۰ میں اور سورۃ ھود رکوع ۶ میں اور سورۃ شعراء رکوع ۸ میں مذکور ہے سورۃ ھود اور سورۃ شعراء سے اس قوم کا واقعہ عرض کیا جاتا ہے سورۃ ھود پ ۱۲ رکوع ۶ میں ہے۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی پوجا کرو اس کے سوا تمہارا

مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ	کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں اسی نے
فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ	تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی میں
تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ	تم کو آباد کیا پس اسی سے معافی مانگو
قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ	پھر اسی کی طرف رجوع کرو بے شک
كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ	میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے
هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ	انہوں نے کہا اے صالح تو ہم میں
مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا	بڑی امیدوں والا تھا اس سے پہلے
لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ	کہ تو ہمیں ان کی پوجا سے روکتا ہے
اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۔	جن کی پوجا ہمارے باپ دادا نے
	کی اور بے شک ہم اس مسئلہ سے
ھود: ۱۱ آیت ۶۱، ۶۲)	جس کی تو ہمیں دعوت دیتا ہے ایسے
	شک میں ہیں جو پریشان کن ہے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر سمجھا دیا ہے کہ صالح علیہ السلام نے سب سے پہلے اللہ کی توحید سمجھائی فرمایا اے میری قوم صرف اللہ تعالیٰ کی پکار کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارے کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں اس آیت کریمہ میں عبادت سے مراد پکار ہے کیونکہ عبادت کی تفسیر پکار سے خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ حم مومن ۴۰ آیت ۶۰ میں فرمائی فرمایا؛

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ	مجھے پکارو میں تمہاری دعاؤں پر پہنچتا
اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ	ہوں یعنی تمہاری مدد کرتا ہوں بے شک
عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ	جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ
دٰخِرِيْنَ ۞ مومن ۶۰	جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے ۔

اس آیت میں عبادت کی تفسیر پکار سے اور پکار کی تفسیر عبادت سے کی گئی ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَة دوسری روایت میں اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ کہا گیا ہے

یعنی پکار ہی اصل عبادت ہے۔ یا عبادت کا مغز ہے یعنی عبادت کا جوہر یا عبادت کی روح پکار ہے مثلاً نماز عبادت ہے اس میں ابتدا سے انتہا تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے سامنے عجز و نیاز کے بعد اصل مقصد اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے اور اسی کی پکار کرتی ہے ھود علیہ السلام نے فرمایا اسی کو پکارو اسی کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھو کیونکہ اسی نے تم کو زمین کی مٹی سے انسان پیدا کیا اور پھر تمہیں اسی زمین میں اسی نے آباد کیا لہذا آج تک تم نے جتنے شرک کیے ان سے توبہ کرو معافی مانگو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو ہر حاجت میں صرف اسے ہی حاجت روا سمجھو اور ہر مشکل میں صرف اسی کو مشکل کشا سمجھو کیونکہ ہر ایک آدمی کے قریب صرف وہی ہے اور ہر ایک کی دعاؤں کو قبول کرنے والا بھی صرف وہی ہے جب صالح علیہ السلام نے قوم کو یہ مسئلہ سمجھایا تو قوم نے جواب میں کہا اے صالح ہمیں تو تجھ سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کہ تو بڑا ہو کر باپ دادا کے مذہب کی نشر و اشاعت کرے گا لیکن تو اس کے خلاف باپ دادا کے مذہب کا سب سے بڑا دشمن بن گیا ہے اب تو ہمیں باپ دادا کے معبودوں کی پوجا سے روکتا ہے ہم کبھی تیری بات نہیں مانیں گے اس کے جواب میں صالح علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ	کہا اے قوم کیا تم نے غور کیا ہے
كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ	اگر میں واضح دلیل پر ہوں اپنے رب کی
اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ	طرف سے اور اس نے مجھے اپنی طرف سے

مِنَ اللّٰہِ اِنْ عَصَیْتُہٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ۔
ھود : (آیت ۶۳)

رحمت دی ہے پھر کون میری مدد کرے گا اللہ کے عذاب سے بچانے میں اگر میں نے اس کی بے فرمانی کی سو تم میرا نقصان ہی زیادہ کرنا چاہتے ہو۔

یعنی صالح علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کے لیئے فرمایا اے قوم کچھ غور تو کرو کہ میں نے ویسے ہی دعوٰی نبوت نہیں کیا بلکہ میں اپنے نبی ہونے کی واضح دلیل رکھتا ہوں اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانیاں ہیں اور تم مجھ سے اللہ کی بے فرمانی کرانا چاہتے ہو بالفرض اگر میں اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی تمہارے کہنے سے کر دوں تو پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی بے فرمانی کی مجھے سزا دیں گے تو پھر مجھے بچانے والا کون ہو گا یعنی اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں اس کی نافرمانی سے ہر ایک کو بچنا چاہیئے۔

اور سورۃ شعراء پ ۱۹ رکوع ۸ میں اس طرح ہے کہ صالح علیہ السلام نے فرمایا:

اَتُتْرَکُوْنَ فِیْمَا ھٰھُنَآ اٰمِنِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُھَا ھَضِیْمٌ وَّتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِھِیْنَ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ (آیت ۱۴۶ تا ۱۵۰) شعراء

کیا تمہیں یہاں باغات اور چشموں اور کھیتوں اور ایسی کھجوروں میں جن کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں ہمیشہ چھوڑا جائے گا اور تم پہاڑوں سے پتھر تراش کر گھر بناتے ہو متکبر بن کر اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے وہ قوم کاشتکار تھی انہوں نے باغات لگائے ہوئے تھے اور چشمے بنائے ہوئے تھے جن سے وہ باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتے تھے وہ آمدنی کی کثرت سے نہایت متکبر قوم تھی انہوں نے صالح علیہ السلام سے

مانگا معجزہ طلب کیا تھا کہ پہاڑوں سے حاملہ اونٹنی برآمد ہو تو پھر تجھے مان لیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں سے ایک حاملہ اونٹنی پیدا فرما دی صالح علیہ السلام کی تصدیق کے لیئے جب اونٹنی نمودار ہوئی تو صالح علیہ السلام نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا:۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۔	اے قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے سمجھانے کے یلئے نشانی ہے اب اس کو کچھ نہ کہو یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں جلدی عذاب پکڑ ے گا. پھر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دی تو کہا اب اپنے گھروں میں تین دن تک رہ سکتے ہو یہ وعدہ سچا ہے۔
ھود: (آیت ۶۴، ۶۵)	

ان آیات میں ذکر ہے کہ ان کے منہ مانگے ہوئے معجزہ کے ظہور کے بعد صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب اس اونٹنی کو کسی کھیت یا باغات اور چشموں سے روکنا نہیں اور نہ اس کو کسی قسم کی تکلیف دینی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے اور یہ شعائر اللہ میں سے ہے اس کے روکنے یا تکلیف پہنچانے سے فوراً اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گا۔

چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اونٹنی جس باغ یا کھیت یا چشمہ پر جاتی ہے اس کا صفایا کر دیتی ہے تو انہوں نے اس کو راستے سے ہٹانے کے یلئے اس کے پچھلے پاؤں کاٹ دیئے جب انہوں نے اس کے پاؤں کاٹے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اس ملک میں آباد رہنے کے یلئے تین دن کی مہلت دی

تین دن کے بعد عذاب آیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِئِذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔

هود: (آیت ۶۶ تا ۶۸)

پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام کو بچا دیا اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے اس دن کی رسوائی سے بے شک تیرا رب وہی زبردست طاقت والا ہے اور ظالموں کو آواز کے عذاب نے پکڑ لیا تو وہ گھروں میں اوندھے گر کر مرے ہوئے پائے گئے گویا کہ وہ یہاں کبھی آباد نہیں ہوئے تھے خبردار بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا خبردار ثمود کے لیئے لعنت ہے۔

اور سورہ نمل رکوع ۴ میں یوں ہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے نو غنڈے بدمعاش آدمی ایسے تھے جنہوں نے قسم اٹھائی کہ رات کو صالح علیہ السلام اور اس کے بال بچوں کو قتل کر دیں گے صبح کو جب اس کے رشتہ دار قاتلوں کو معلوم کرنے کے لیئے ہم پر شبہ کریں تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم تو یہاں تھے ہی نہیں ہم نے کیسے قتل کیا

وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا

اور شہر میں نو آدمی ایسے تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اصلاح نہیں کرتے تھے انہوں نے اللہ کی قسمیں اٹھائیں کہ ہم اس کو اور اس کے بال بچوں کو رات کے وقت قتل کر دیں گے پھر ان کے

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ ○ — متولیوں کو کہیں گے کہ ہم ان کی جگہ پر موجود ہی نہیں تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔

نمل: (آیت ۴۸، ۴۹)

صالح علیہ السلام کے دشمن یہ پروگرام بنا کر اس کو عملی جامہ پہنانے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت آواز کی شکل میں نمودار ہوا جس سے وہ ساری قوم تباہ و برباد کر دی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام

(ملت ابراہیم)

ابراہیم علیہ السلام کی ملت دین توحید تھا جس میں شرک کی قطعاً گنجائش نہیں تھی قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی وضاحت موجود ہے۔

سورہ بقرہ پ۱ رکوع ۱۶ آیت ۱۳۵ میں ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ بقرہ: ۱۳۵

انہوں نے کہا یہودی بن جاؤ یا نصرانی تم ہدایت پا جاؤ گے تو کہہ بلکہ تم ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرو جو صرف ایک اللہ کی طرف رخ کرنے والا تھا اور مشرکین میں سے نہیں تھا۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ملت یہودیت نصرانیت سے پاک تھی کیونکہ یہودیت نصرانیت تو مجسمہ شرک ہے ان میں انبیاء اولیاء کی پوجا پائی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسَاجِدًا۔

یعنی اللہ تعالیٰ یہودیوں اور نصرانیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔

اسی طرح سورہ آل عمران پ۳ رکوع ۷ آیت ۶۷ و ۶۸۔

مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

آل عمران: ۶۷-۶۸

ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن ایک اللہ کی طرف رخ کرنے والے فرماں بردار تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ابراہیمی ملت میں شرک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت بھی ملت ابراہیمی ہے اس میں بھی شرک کی گنجائش نہیں جو لوگ مسلمان ہو کر شرک کرتے ہیں وہ نہ ملت ابراہیمی پر ہیں اور نہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی وضاحت پ۵ سورۃ نساء رکوع ۱۸ آیت ۱۲۵ میں یوں ہے۔

فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا۔ نساء: ۱۲۵

اس شخص سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور وہ صرف ایک اللہ کی طرف دھیان کرنے والا ہو اور ابراہیم کی ملت کا متبع ، ہو جو صرف ایک اللہ کی طرف رخ کرنے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا گہرا دوست بنایا۔

اس آیت میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ توحید والے مسلک سے بہتر مسلک کسی کا نہیں ہو سکتا مسلک توحید میں ہر وقت چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے جو شخص اپنی حاجات اور مشکلات میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ ملت ابراہیمی کا ماننے والا نہیں۔

ملت ابراہیمی کی مزید تفصیل سورہ ممتحنہ پ۲۸ رکوع ۱ میں اس طرح ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا

بے شک تمہارے لئے اچھی پیروی ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں میں ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم تم سے اور تمہارے ان ان معبودوں سے بیزار ہیں جو تم نے اللہ کے سوا بنا رکھے ہیں ہم نے تم سے انکار کیا ہے اور ہمارے تمہارے

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ.

ممتحنہ: (آیت ۴)

درمیان بغض اور دشمنی ہمیشہ کے لیے ظاہر ہوچکی ہے یہاں تک کہ تم صرف ایک اللہ وحدہٗ پر ایمان لاؤ مگر ابراہیمؑ کی وہ بات جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں تیرے لیئے اللہ سے بخشش مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کیا اور تیری طرف ہی ہمارا لوٹنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو تم پر لازم ہے کہ تم توحید میں اس طرح پختہ ہوجاؤ جیسے ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھی پختہ تھے کہ انہوں نے اپنی قوم سے اور اپنی قوم کے مسلک سے براءت کا اعلان ان لفظوں سے کیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے ہمیشہ کے لیئے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر اور تم ہمارے منکر تم ہمارے دشمن اور ہم تمہارے دشمن تمہاری اور ہماری صلح کی صرف ایک شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کر لو ورنہ تمہاری ہماری دشمنی ہمیشہ کے لیئے باقی رہے گی ہاں ابراہیم علیہ السلام کی وہ بات جو اس نے مشرک باپ سے کہی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے مغفرت کی دعا کروں گا اس میں اس کی پیروی نہیں کرنی کیونکہ مشرک کے لیئے بخشش کی دعا منع ہے ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے مغفرت کی دعا کے وعدہ کے ساتھ یہ بھی کہا تھا

کہ اے اباجی میں اللہ تعالیٰ سے تیری مغفرت کے لیئے اختیار نہیں رکھتا یہ اس کی مرضی ہے دعا قبول کرے یا نہ کرے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں اے اللہ ہمارا سہارا تو ہی ہے ہم ہر مشکل اور ہر حاجت میں تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ بالآخر مر کر تیرے حضور پیش ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور مشرک باپ

سورۃ انعام پ۷ رکوع ۹

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ انعام: ۷۵	اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کیا تو بتوں کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتا ہے بے شک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور باپ بیٹے کے مکالمہ کو ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو توحید سمجھانے کے لیئے فرمایا اے اباجی تو اور تیری قوم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو بھلا یہ بت بھی کسی کی حاجت روائی مشکل کشائی کر سکتے ہیں حاشا وکلا۔

سورۃ مریم پ۱۶ رکوع ۳ میں ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو سمجھانے کے لیئے فرماتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ	جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ
لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ	کو کہا اے اباجی تو کیوں پوجتا ہے ان
وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا يٰۤاَبَتِ	کو جو سنتے نہیں اور اور دیکھتے نہیں
اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ	اور تیرے رتی بھر کام نہیں آسکتے اے
يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا	اباجی میرے پاس وہ علم آیا ہے جو
سَوِيًّا يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ	تیرے پاس نہیں تو میری اتباع کر
اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا	میں تجھے سیدھا راستہ بتاتا ہوں لے
يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ	اباجی تو شیطان کی پوجا نہ کر بے شک
يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ	شیطان اللہ تعالیٰ کا بے فرمان ہے
فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۔	اے اباجی مجھے خوف ہے کہیں تجھے
مریم:(آیت ۴۲، ۴۵)	اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ پہنچ جائے پھر
	تو شیطان کا دوست بن جائے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کئی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔

(مسئلہ ۱) آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا چچا نہیں تھا کیونکہ سورۃ انعام کی آیت میں وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا اور یہاں سورۃ مریم میں چار مرتبہ ابراہیمؑ کہتے ہیں اے اباجی۔

یہ چچا کو ابا کہنا مجازی معنی ہے اور مجازی معنی کے لیئے کوئی قرینہ اشارہ ضروری ہوتا ہے پورے قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی قرینہ موجود نہیں تو پھر کیسے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لیا جا سکتا ہے۔

(مسئلہ ۲) ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ابا جن کی تو پوجا کرتا ہے وہ نہ تیری باتیں سنتے ہیں اور نہ تجھے دیکھتے ہیں اور نہ تیرے کام آسکتے ہیں تو جیسے

بت نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کام آسکتے ہیں اسی طرح مردے
بھی نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ کسی کے کام آسکتے ہیں حاجت
روا مشکل کشا کے لیئے یہ تینوں اوصاف ہونے ضروری ہیں اسی لیئے جیسے
بت حاجت روا مشکل کشا نہیں ہوسکتے اسی طرح مردے بھی حاجت روا
مشکل کشا نہیں ہوسکتے مردوں کے سماع کی نفی کے دلائل کسی دوسری فرصت
میں بیان کریں گے ۔

ابراہیم علیہ السلام اور بت پرست قوم

سورۃ انبیاء پ۱۷ رکوع ۵ :

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ
رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ
عَالِمِينَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ
قَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ
الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ قَالُوا
وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ
قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ
فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ قَالُوا
أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ
مِنَ اللَّاعِبِينَ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ

اور پختہ بات ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ
کو پہلے سے اپنی راہنمائی دی اور ہم اس
کو جاننے والے تھے جب اس نے
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا
مورتیں ہیں جن کا تم اعتکاف بیٹھتے
ہو انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا
کو انہی کا پوجاری پایا ابراہیمؑ نے کہا تم
اور تمہارے باپ دادا سب کے
سب گمراہی میں ہو انہوں نے کہا کیا تو
سچ کہتا ہے یا تو مذاق کرنے والوں میں
سے ہے کہا بلکہ تمہارا پالنے والا
وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پالنے

ذٰلِكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۔
الانبیاء (آیت ۵۱ تا ۵۷)

والا ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کے ساتھ داؤ کھیلوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ ہارونؑ وغیرہم انبیاء سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو مسئلہ توحید کی رہنمائی دی تھی جس کی وجہ سے اس نے سب سے پہلے اپنے باپ اور قوم کو مسئلہ توحید کی دعوت سے پہلے ان کو ان کی بت پرستی اور شرک سے روکا فرمایا یہ کیسی مورتیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو ان کی نذر و نیاز دیتے ہو اور ان کے سامنے اعتکاف بیٹھتے ہو انہوں نے اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل دینے کے بجائے صرف ایک بات کہی کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے یعنی باپ دادا کی تقلید میں ہم بت پرستی کر رہے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم اور جن کی تم تقلید کرتے ہو سب کے سب گمراہ ہو انہوں نے سمجھا کہ شاید ابراہیم علیہ السلام ہمارے مذہب پر تنقید مذاق میں کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے کہا کیا تو حقیقت بیان کر رہا ہے یا ہم پر مذاق کر رہا ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا پالنے والا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے جو آسمانوں اور زمین کا صرف پالنے والا نہیں بلکہ ان کا پیدا کرنے والا ہے اور میں اسی بات کی شہادت دیتا ہوں کہ سب مخلوق کا پیدا کرنے والا پالنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کی قسم ہے میں تمہارے حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں سے نپٹ لوں گا جب تم ان کے پاس نہیں ہو گے تاکہ تمہیں مسئلہ توحید سمجھایا جا سکے چنانچہ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام نے

ان کے بت خانہ کو پجاریوں سے خالی پایا۔

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّالِمُونَ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

(الانبیاء (آیت ۵۸ تا ۶۷)

ابراہیمؑ نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ان کے بڑے کو بچا دیا تاکہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں انہوں نے کہا کس نے کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام واقعی وہ بڑا ظالم ہے انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے ایک جوان کو جوان کو گالیاں نکالتا ہے اس کو ابراہیم کہتے ہیں انہوں نے کہا اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں انہوں نے کہا کیا تو نے ہمارے ان مشکل کشاؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے فرمایا نہیں بلکہ ان میں سے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے پوچھو ان سے اگر یہ بول سکتے ہیں پھر وہ اپنے دل میں جھانکے اور کہا واقعی تم ظالم ہو پھر سر نیچا کر کے کہنے لگے بے شک تو جانتا ہے یہ لوگ نہیں بول سکتے فرمایا حیف ہے تم پر اور تمہارے مشکل کشاؤں پر اللہ کے سوا جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان کیا تم عقل نہیں رکھتے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ شرک کے مرکز کو ختم کر کے دلائل میں ان کو لاجواب کر دیا اور ان کے شرکیہ مذہب کی مٹی پلید کر دی ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو اس لیئے توڑا کہ جب وہ مجھ سے ان کے بارے سوال کریں گے تو میں ان کو اچھی طرح سمجھا سکوں گا انہوں نے جب ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا۔

کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ ان کے بڑے نے ان پر یہ ظلم ڈھایا ہے ان سے پوچھو اگر بول سکتے ہیں مقصد یہ تھا کہ تم نے ان کو مشکل کشا حاجت روا بنایا جو اپنی مشکل اور اپنی حاجت بتا ہی نہیں سکتے اور نہ دشمنوں کا پتہ بتا سکتے ہیں حیف ہے ایسے مذہب پر جو اتنا نامعقول ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ

(الانبیآء ۲۱ آیت ۶۸ تا ۷۰)

انہوں نے کہا اس کو جلا دو اور مدد کرو اپنے مشکل کشاؤں کی اگر تم اپنا مسلک بچانا چاہتے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے اس کے ساتھ داؤ کھیلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کو نقصان اٹھانے والوں میں سے بنا دیا۔

انہوں نے اپنی عوامی عدالت کا فیصلا ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہی سنایا کہ یہ ایسا گستاخ ہے کہ اسے زندہ چھوڑنا اپنے مذہب کی موت کے لیے اسے دفنانا ہے بالآخر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلانے کے لیئے آگ میں پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے تحفظ کے لیئے ابراہیم علیہ السلام کو آگ

میں بچا دیا بظاہر آگ جل رہی تھی لیکن ابراہیمؑ کے لیئے گلزار بن گئی یہ بظاہر ابراہیم علیہ السلام
کا معجزہ ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ اس میں ابراہیم علیہ السلام
کا ذرا بھر عمل دخل نہیں تھا اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز مانتی ہے خواہ آگ ہو یا پانی ہوا ہو یا
مٹی ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا یہ ان کا بہت بڑا امتحان تھا جس میں وہ
کامیاب ہو گئے ۔

سورج چاند ستاروں کے پجاریوں کو دعوت توحید

ابراہیم علیہ السلام کو بت پرستوں کے بعد سورج چاند ستاروں کے پجاریوں سے
واسطہ پڑا انکو اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھانے کے لیئے بہترین انداز میں گفتگو فرمائی
پ۷ رکوع ۹ آیت ۷۷ سے ۸۲ تک

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ
كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ
لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ
مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا
رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ

پھر جب اس پر رات چھا گئی تو اس
نے ستارہ دیکھا تو کہا کیا یہ میرا پالنے
والا ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو
کہا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں
کرتا پھر جب چاند کو چمکنے والا دیکھا
کہا کیا یہ میرا پالنے والا ہے پھر جب
وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اگر مجھے
اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتے تو میں گمراہوں

هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ
اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ
اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ وَحَآجَّهٗ
قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْنِّيْ
فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ
وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ
بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ
شَيْـًٔا وَّسِعَ رَبِّيْ كُلَّ
شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَيْفَ
اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ
بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ۝ انعام:۷۷تا۸۲

میں ہو جاتا پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا
تو کہا کیا یہ میرا رب ہے سب سے بڑا
پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے
میری قوم میں تمہارے شرک سے بری
ہوں میں نے اپنا چہرہ سیدھا کیا اس
ذات کے لیئے جس نے آسمانوں اور
زمین کو پیدا کیا صرف اسی ایک کی طرف
اور میں مشرکین سے نہیں ہوں اور اس کی
قوم نے اس سے جھگڑا کیا تو کہا کیا تم میرے
ساتھ میرے اللہ کے مسئلہ میں جھگڑا
کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت
دی ہے اور میں تمہارے معبودوں سے
قطعاً نہیں ڈرتا مگر جو اللہ چاہے گا وہی
ہوگا وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے کیا
تم سمجھتے نہیں ہو اور میں تمہارے شریکوں
سے کیسے ڈروں جب کہ تم شرک کر کے
اللہ سے نہیں ڈرتے پھر شریک ان
کو کرتے ہو جن کی معبودیت کی تمہارے
پاس کوئی دلیل نہیں اب بتاؤ تم ہم
میں سے کون امن کا حق دار ہے اگر
تم جانتے ہو۔

ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام نے ان کے معبود ستارے چاند اور سورج کی نفی ان کے غروب ہونے سے کی ہے یعنی جو اپنے آپ کو زوال سے نہیں بچا سکتا وہ دوسروں کی مشکل کشائی حاجت روائی کیسے کر سکتا ہے جس طرح انبیاء اولیاء اپنے آپ کو مشکلات بالخصوص موت سے نہیں بچا سکتے وہ لوگوں کو مشکلات سے کیسے بچا سکتے ہیں پھر آخر میں فرمایا ظالمو تم شرک کر کے قادر مطلق سے نہیں ڈرتے تو میں تمہارے عاجز معبودوں سے کیسے ڈروں۔

ابراہیم علیہ السلام کا بادشاہ سے مناظرہ:

پ۳ رکوع سورۃ بقرہ رکوع ۳۵ آیت ۲۵۸:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ	کیا تو نے نہیں دیکھا اس شخص کی طرف
فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ	جس نے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام
اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ	سے رب کے مسئلہ میں اس لئے کہ اللہ
يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ قَالَ اَنَا	تعالیٰ نے اسے بادشاہی دی جب کہا
اُحْىٖ وَ اُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ	ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندگی اور
اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ	موت دیتا ہے اس نے کہا میں زندہ کرتا
الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ	ہوں اور موت دیتا ہوں کہا ابراہیم نے
الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ	اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو مغرب
كَفَرَ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى	سے لا تو وہ کافر حیران ہو گیا اور اللہ تعالیٰ
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ـ بقرہ: ۲۵۸	ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس مناظرہ میں بادشاہ نے پہلی دلیل میں مافوق الاسباب کاموں کا ماتحت الاسباب کام سے استدلال کیا یعنی اللہ تعالیٰ موت و حیات مافوق الاسباب دیتا ہے یعنی میت

مرہا ہے لیکن مارنے والا نظر نہیں آتا اور بادشاہ نے مارا تو تلوار سے
ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ یہ بے وقوف ہے اسی لئے دوسرا استدلال اس چیز پر
کیا جو اسباب سے بالا ہے کیونکہ سورج تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو فرمایا۔
رب جو سورج کو مشرق سے لاتا ہے جو سورج کو مغرب سے لا تو کافر حیران ہو گیا کہ
اب اس کو میں کیا جواب دوں اگر میں کہوں کہ سورج کو مشرق سے میں نکالتا ہوں تو
کوئی نہیں مانے گا کیونکہ مجھ سے بڑی عمر والے لوگ موجود ہیں جو کہیں گے اے
بادشاہ تیرے پیدا ہونے سے بھی پہلے سورج اسی طرح مشرق سے چڑھتا تھا
تو کیسے اسے مشرق سے چڑھاتا ہے اسی لئے وہ حیران و ششدر رہ گیا کہ
اس سوال کا کیا جواب دوں۔

ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات:

آگ میں ڈالا جانا ابراہیم علیہ السلام کے تمام امتحانوں میں بڑا امتحان تھا حدیث
صحیح میں آتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو ابراہیم علیہ السلام
کی زبان پر یہ لفظ جاری تھا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی مجھے بچانے
کیلئے صرف اللہ کافی ہے اور وہی میرا رب بہترین کارساز ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے
بچایا کہ رہتی دنیا تک توحید کی صداقت کا نشان اور ابراہیم کے اعزاز کی علامت قائم
ہو گئی۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ

اور جب امتحان لیا ابراہیم کا اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ تو ابراہیم نے ان سب کو مکمل کیا فرمایا بے شک میں تجھے تمام لوگوں کا امام

عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۔ بقرہ: ۱۲۴

بنانے والا ہوں کہا اور میری اولاد میں سے فرمایا میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں ملے گا ۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنے سب امتحانوں میں اعلیٰ نمبروں پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو پوری دنیا کی امامت کا تمغہ دیا ابراھیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ تمغہ صرف میرے لئے ہے یا میری اولاد میں سے کسی کو ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری اولاد کو بھی یہ انعام نصیب ہوگا بشرطیکہ وہ میرے باغی نہیں ہوں گے اور اگر ان میں سے کئی لوگ باغی ہو گئے تو وہ اس انعام سے محروم ہو جائیں گے ابراہیم علیہ السلام کے وہ امتحان جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں سے ایک تو وہی جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ توحید کی خاطر آگ میں ڈالے گئے ۔

بیوی بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا :

دوسرا امتحان بیٹے کو بے آب و گیاہ ویران وادی میں چھوڑ کر واپس آنا ہے یہی امتحان بیت اللہ کی تعمیر کا سبب بنا قرآن مجید میں تو ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام دونوں کے قبلہ بنانے کا ذکر ہے ۔

اس امتحان کی تفصیل حدیث میں یوں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس کی ماں کو جہاں بیت اللہ تھا لاکر بٹھا دیا اس وقت مکہ میں کوئی آبادی نہ تھی اور وہاں پانی بھی نہ تھا ان کے پاس ایک تھیلہ کھجوروں کا اور مشکیزہ پانی کا رکھ دیا پھر ابراہیم واپس جانے لگے تو اسماعیل علیہ السلام کی ماں نے کہا اے ابراہیم تو ہمیں اس وادی میں جس میں نہ کوئی آدمی ہے اور نہ کوئی چیز چھوڑ کر کہاں جارہا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ حکم دیا ہے اس نے کہا ہاں تو کہنے لگی تو پھر

اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور واپس آ گئی لیکن ابراہیم علیہ السلام پہاڑوں کے اوٹ میں جہاں سے اسے اسماعیلؑ اور اس کی والدہ نہیں دیکھ سکتی تھی کھڑے ہو کر کر چند دعائیں کیں جن کا ذکر سورۂ ابراہیم پ۱۳ رکوع ۱۷ میں ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ	اے ہمارے پروردگار بے شک
ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ	میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں چھوڑا
زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ	ہے جہاں کسی قسم کی کوئی آبادی نہیں تیرے
رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ	عزت والے گھر کے پاس اے ہمارے
فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ	پالنے والے تاکہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے
تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ	دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور ان
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۔	کو پھلوں کا رزق دے تاکہ تیرا شکر ادا
(ابراہیم آیت ۳۷)	کریں۔

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس کو دودھ پلاتی رہی اور پانی مشکیزہ سے پیتی رہی جب پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ کو بھی پیاس لگی اور اس کے بیٹے کو بھی جب اپنے بیٹے کی حالت بگڑتی دیکھی تو کوہ صفا کی طرف دوڑی اس پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلی جب وادی میں پہنچی تو دوڑ کر وادی کو طے کر کے مروہ پر چڑھ کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا اسی طرح اس نے سات مرتبہ کیا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لیئے لوگ ان کے درمیان دوڑتے ہیں۔ جب مروہ پر چڑھی تو اس نے آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگی خاموش تو پھر آواز سنائی دی تو کہنے لگی تو نے سنا دیا ہے اگر تیرے پاس کوئی چیز ہے تو لا تو اچانک فرشتہ زمزم کے پاس تھا تو اس نے ایڑی سے یا پر سے کریدا پانی ظاہر ہو گیا تو ہاجرہ اس کو حوض کی شکل دینے لگی اور اپنے برتن میں پانی

بھرنے لگی اور پانی جوش مار رہا تھا ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسماعیلؑ کی ماں پر رحم کرے اگر زمزم کو چھوڑ دیتی یا فرمایا اگر اس سے پانی نہ بھرتی تو زمزم بہت بڑا چشمہ ہوتا تو اس نے خود بھی پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا پھر فرشتہ نے اس کو کہا تو ضائع ہونے کا خوف نہ کر کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کو یہ لڑکا اور اس کا باپ بنائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے اہل کو ضائع نہیں کرے گا۔

بخاری میں یہ حدیث مفصل ہے وہیں دیکھ لیں پھر آخری مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ کے پاس آئے اس وقت حضرت اسماعیلؑ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر بنا رہے تھے جب باپ کو دیکھا تو اٹھ کر باپ کو پیار محبت سے ملے پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے تو حضرت اسماعیلؑ نے کہا اسے پورا کرو تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو میرا تعاون کرے گا اس نے کہا ہاں ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے اور اشارہ کیا ایک ٹیلے کی طرف کہ یہیں وہ گھر تعمیر کرنا ہے۔

تعمیر کعبہ :

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ پ۱ رکوع ۱۵ :

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ	اور جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ
مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا	کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل
تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ	بھی اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ
الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا	کام قبول فرما بے شک تو ہی سننے والا
مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ	اور جاننے والا ہے اے ہمارے رب
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا	ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ	میں سے تیری فرماں برداری کرنے والی
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ	جماعت پیدا کرا اور ہمیں اپنی قربانیاں
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ	دکھا دے اور ہماری توبہ قبول کر بیشک
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے
اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	اے ہمارے پالنے والے بھیج ان میں
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ	رسول انہی میں سے جو سنائے ان کو
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ	تیری آیتیں اور سکھائے ان کو کتاب
الْحَكِيْمُ - البقرہ:	اور حکمت اور ان کو پاک کرے بیشک
(آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹)	تو ہی زبردست قوت اور حکمت والا
	ہے۔

پہلی آیت میں بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر ہے جب دونوں باپ بیٹا اس کو بنا رہے تھے تعمیر کعبہ میں دونوں نے نہایت اخلاص کے ساتھ کام کیا اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے کہ جب دونوں باپ بیٹا بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے تو نہایت اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ ہماری اس محنت کو قبول فرما تو ہی پوری مخلوق کی دعاؤں کو سننے والا اور سب مخلوق کی حاجات کو جاننے والا اس کے بعد ان دونوں نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیئے دعا کی اے اللہ ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ایسی ہو جو تیری فرماں بردار ہو اور ہمیں اپنے احکام حج کی تلقین فرما اور ہم پر رحمت کے ساتھ رجوع فرما کیونکہ صرف تو ہی تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے تیسری آیت میں اشارہ ہے کہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ یہ تیرا گھر ہم نے بنایا اس کو آباد کرنے والا رسول تو مبعوث فرما دوسرے

لفظوں میں مدرسہ ہم نے بنایا اب اس میں مدرس تو بھیج دے یا سنفظ دیگر تعلیم و تبلیغ کا مرکز ہم نے بنایا ہے اس میں مبلغ معلم بھیج دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اسمٰعیل علیہما السلام کی پشت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مرکزی آبادی کے لئے مبعوث فرمایا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ یعنی میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعاہوں اور آپ کو ملت ابراہیمی یعنی دعوت توحید کی تبلیغ کے لئے مقرر کیا گیا اسی لئے پارہ ۱ رکوع ۱۶ آیت ۱۳۰ سے ۱۳۵ تک ملت ابراہیمیؑ کی تعریف اور تائید کے لئے ابراہیم علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کی وصیت مذکور ہے۔

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَوَصّٰی بِہَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿البقرہ ۱۳۰ تا ۱۳۲﴾

اور ابراہیمؑ کی ملت سے وہی اعراض کرتا ہے جو اپنے آپ کو بیوقوف بناتا ہے پختہ بات ہے ہم نے اس کو دنیا میں چن لیا اور آخرت میں صالحین میں سے ہوگا جب اس کو اس کے رب نے کہا فرماں بردار بن جا تو اس نے کہا میں رب العالمین کا فرمان بردار ہوں اور اس ملت کی وصیت کی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے بھی اے بیٹو بے شک اللہ نے تمہارے لئے دین کو چنا ہے تم کو اسی دین پر ہی مرنا چاہیئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملت ابراہیمیؑ سے منکر اور منحرف

صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو انتہائی بے وقوف ہوں ملّت ابراہیمی کی تعریف پہلے ہو چکی ہے اس کا دوسرا نام اسلام ہے یعنی توحید باری تعالیٰ ہی اصل اسلام ہے اس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اسی ملّت پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔

اسماعیل علیہ السلام

بیٹے کی قربانی: ابراہیم علیہ السلام کا تیسرا امتحان:

سورۃ صافات پ ۲۳ رکوع ر ۳ میں یوں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ

اے اللہ مجھے صالح بیٹا دے تو ہم نے اسکو حوصلے والے بیٹے کی خوشخبری سنائی پھر جب اس کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو کہا اے میرے پیارے بیٹے میں نے نیند میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں پس سوچ لے تیری رائے کیا ہے جواب دیا اے اباجی کرو جو کچھ حکم ہوا ہے مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والوں سے پاؤ گے پھر جب دونوں فرماں بردار ہو گئے

الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۔
صافات (آیت ۱۰۰ تا ۱۰۶)

اور اس کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ہم نے اسے آواز دی اے ابراہیمؑ تو نے خواب والا حکم سچا کر دکھایا ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور بے شک یہ کھلا ہوا امتحان ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگا اللہ تعالیٰ نے نہایت حلیم الطبع صابر بیٹا عطا کیا جب وہ بیٹا اس عمر کو پہنچا جس عمر میں بچے اپنے باپ کے ساتھ چلتے پھرتے دوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو بیٹا میں نے تجھے بڑھاپے میں عطا کیا ہے اس کو میرے نام پر قربان کر دے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنا کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری قربانی کا حکم دیا ہے سوچ لے تیری کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے عرض کی اے ابا جی اللہ تعالیٰ نے جو حکم آپ کو دیا ہے اس پر عمل کرو باقی رہا میرا مسئلہ تو میں انشاء اللہ صبر کروں گا اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی قربانی پیش کروں گا اُف تک نہیں کروں گا پھر جب دونوں فرماں بردار ہو گئے باپ ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور بیٹا ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گیا اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور چھری گردن پر رکھ کر چلانے کی دیر تھی اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے ابراہیم تو نے خواب والے حکم کی تعمیل کر دی یعنی میں نے تجھ سے بیٹے کی قربانی کا حکم دے کر تیرے دلی اخلاص کا امتحان کرنا تھا پس تو امتحان میں پاس ہو گیا۔

حقیقت یہی ہے جو کچھ قرآن میں ہے باقی یہ کہ چھری نہیں چلتی تھی تو ابراہیمؑ

نے پوچھا اسے چھری تو اسماعیل کی گردن پر کیوں نہیں چلتی تو اس نے جواب دیا کہ میں خلیل کا حکم مانوں یا رب جلیل کا یہ سب داستانیں ہیں ان میں کچھ حقیقت نہیں نیز ابراہیم علیہ السلام نے چھری اوپر پھینکی تو مکڑی حلال ہو گئی اور نیچے گری تو مچھلی حلال ہو گئی یہ بھی محض داستان ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے کیونکہ اگر ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو انہیں پتہ ہوتا کہ میرے بیٹے نے ذبح تو نہیں ہونا ویسے لوگوں کو دکھانے کے لیئے بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنی ہے تو بتاؤ ایسی قربانی کی قدر و قیمت کیا ہو سکتی ہے ایسی قربانیاں تو ہم جیسے گنہگار بھی دے سکتے انبیاء علیہم السلام کا اس میں کیا کمال باقی رہیگا۔

اسحاق علیہ السلام

اسحاق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں کئی مقامات پر ہے لیکن ان کا کوئی تفصیلی واقعہ قرآن مجید میں مذکور نہیں اس لیئے اب چند مقام ذکر کئے جاتے ہیں جہاں حضرت اسحاق کا تذکرہ ہے۔

مثلاً سب سے پہلے ان کی ولادت کے بارے پ۱۲ سورۃ ھود رکوع ۷ میں یوں ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا	بحقیق بات کہ ہمارے بھیجے ہوئے
اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا	ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوش خبری
سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا	لے کر آئے تو انہوں نے سلام کہا تو

لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ھود: (آیت ۶۹ تا ۷۳)

جواب میں ابراہیمؑ نے سلام کہا پھر ابراہیم نے دیر نہ کی ایک بھرتے ہوئے بچھڑے کو لائے پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس گوشت کی طرف اٹھے ہی نہیں تو ان کو دشمن سمجھا اور ان سے خوف محسوس کیا انہوں نے کہا تو خوف نہ کر ہم قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجے گئے ہیں اور اس کی عورت کھڑی تھی پھر ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوش خبری سنائی کہنے لگی ہائے افسوس کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے یہ چیز نہایت عجیب ہے انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں تم پر اے نبی کے گھر والے بے شک وہ تو تعریفوں والا بزرگی والا ہے۔

ان آیات میں اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے ہیں لیکن ابراہیم نے انہیں انسان سمجھ کر ان کے لیے موٹا تازہ بچھڑا بھون کر پیش کیا وہ چونکہ فرشتے

تھے فرشتے کھانے پینے سے مبرا ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے تو بھونے ہوئے بچھڑے کی طرف ہاتھ بھی نہیں اٹھایا اس سے ابراہیم علیہ السلام کو مزید خوف لاحق ہو گیا کہ شاید یہ لوگ میرے دشمن ہیں اسی لئے میری ضیافت قبول نہیں کرتے پہلے لوگ شاید دشمن کے گھر سے کھاتے نہیں تھے آج تو اسی گھر سے کھاتے ہیں پھر رات کو اسی گھر کا صفایا کر جاتے ہیں جب فرشتوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا خلیل ہم سے ڈر گیا ہے تو انہوں نے تسلی دی اور کہا آپ گھبرائیں نہیں کیونکہ ہم فرشتے ہیں قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجے گئے ہیں یہ واقعہ شاہد ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام عطائی طور عالم الغیب ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام یقیناً عالم الغیب ہوتے اور اگر ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں انسان نہیں تو پہلے وہ ان کے لیے بچھڑا نہ بھونتے اور جب انہوں نے گوشت نہیں کھایا تھا تو ان سے خوف زدہ نہ ہوتے ابراہیم علیہ السلام کا ان کے لیے بچھڑا بھونتا اور ان سے ڈر جانا یہ دونوں باتیں دلیل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے ابراہیم علیہ السلام کو اتنے تک تسلی نہیں ہوئی جب تک کہ فرشتوں نے انہیں تسلی نہیں دی جب فرشتوں نے تسلی دی تو پھر مطمئن ہو گئے لیکن قوم لوط کی ہلاکت کے لیے جانے سے پہلے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ طاہرہ حضرت سارہ کو بیٹے کی خوش خبری سنائی جب حضرت سارہ نے بیٹے کی خوش خبری پر تعجب کا اظہار کیا اور منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی ہائے خرابی کیا میں بوڑھی بچہ جنوں گی جب کہ میرا خاوند بھی انتہائی بوڑھا ہو گیا تو فرشتوں نے جواب دیا اے پیغمبر کے اہل بیت تم اللہ تعالیٰ کے امر سے تعجب کرتے ہو وہ تو جو چاہے کر سکتا ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں یہاں اس آیت میں پیغمبر کی بیوی کو اہل بیت کہا نیز یہاں اہل بیت کے ساتھ ساتھ

ضمیر خطاب بھی جمع مذکر کی ذکر کی ہے جس سے معلوم ہوتا کہ پ۲۲ کی آیت اہل بیت سے مراد رسول اللہ کی بیویاں ہیں وہاں انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ کی ضمیر جمع مذکر سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں کہ وہاں مرد مراد ہیں عورتیں نہیں تو وہ ان کی خام خیالی ہے وہ یہاں کیا جواب دیں گے جہاں ایک بیوی کے لیے اہل بیت کے ساتھ ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ذکر کی گئی ہے۔

دوسرا مقام جہاں اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ پ۱ رکوع ۱۶ سورۃ بقرہ آیت ۱۳۳۔

قَالُوا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا الخ

تیسرا مقام پ۷ رکوع ۱۰ سورۃ انعام آیت ۸۵۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ الخ

چوتھا مقام پ۲۳ سورۃ صافات آیت ۱۱۲

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

لوط علیہ السلام

لوط علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مذکور ہے لیکن ہم یہاں صرف پ۱۲ رکوع ۷ سورۃ ہود آیت ۷۷ سے ان کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس پہنچے تو ان کی وجہ سے

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ	لوطؑ کو دکھ پہنچا اور ان کا سینہ تنگ ہو
وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَ	گیا اور کہنے لگے یہ دن سخت ہے اور
مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ	اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی ہوئی پہنچی
قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ هُنَّ	تو کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں
اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا	تمہارے لیے زیادہ بہتر ہیں پس اللہ
تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ	سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ	بارے مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی
مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَ	ایک آدمی بھی شریف نہیں انہوں نے
اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ	کہا بے شک تو جانتا ہے کہ ہمارا
بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ	تیری بیٹیوں میں کوئی حق نہیں اور بے
شَدِيْدٍ۔ (آیت ۷۷ تا ۸۰) هود	شک تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

ان آیات میں قوم کی تباہی کی وجہ مذکور ہے لوط علیہ السلام نے انہیں پہلے مسئلہ توحید سمجھایا جیسا کہ پ ۱۹ رکوع ۸ سورۃ شعرا میں ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِ الْمُرْسَلِيْنَ	یعنی قوم لوط نے سب رسولوں کو
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ	جھٹلایا کیونکہ سب رسولوں کا مشن دعوت
اَلَا تَتَّقُوْنَ	توحید ایک تھا تو ایک کو جھٹلانا گویا
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ الخ	سب کو جھٹلانا ہے جب ان کو ان کے
شعرآء: ۱۶۰ تا ۱۶۳	بھائی لوطؑ نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو
	اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

جب انہوں نے لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور لڑکوں سے بد فعلی کرنے سے باز نہ آئے تو فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر

آئے تو لوط علیہ السلام کو بہت تکلیف اس لیے پہنچی کہ میں ان مہمانوں کی عزت کو کیسے بچاؤں گا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بڑے سخی ہوتے ہیں مہمان نوازی سے نہیں گھبرائے تھے مہمان لڑکوں کی عزت بچانے کے لیے ان کا سینہ تنگ ہو گیا اور زبان سے بھی کہنے لگے کہ یہ دن پوری زندگی میں سخت ترین دن ہے اگر لوط علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ درحقیقت خوب صورت لڑکے نہیں تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے تھے علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے جب قوم نے ان سے لڑکے مانگے تو انہوں نے فرمایا مجھ سے میری بیٹیاں لے لو لیکن میرے مہمانوں کو بے عزت نہ کرو لڑکیاں کیوں پیش کیں اس لیے تاکہ ان کو روکنے کے لیے یہ آخری مرحلہ موثر ثابت ہو اور انہیں حیا آجائے لیکن جب یہ بات بھی موثر نہ ہوئی تو لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ پوری قوم میں سے ایک آدمی بھی بھلے مانس نہیں سب کے سب بے حیا ہیں شریف آدمی کوئی بھی نہیں تو اس وقت گھبرا کر تنگ ہو کر فرمانے لگے قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (آیت ۸۰) فرمایا کاش کہ آج میرے پاس تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں محکم قلعہ کی طرف جگہ پکڑ لیتا یعنی آج اگر میرے پاس طاقت ہوتی تو میں سب کو طاقت کے بل روکتا یا میری پیٹھ کی طرف کوئی قلعہ ہوتا تو میں ان سے جنگ کرتا لوط علیہ السلام کے یہ الفاظ ان کے مختار کل ہونے کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اگر عطائی طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مختار کل بنایا ہوتا تو گھبرانے کی کیا ضرورت تھی جب فرشتوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہایت اضطراب کے عالم میں ہے تو اس وقت انہوں نے ان کو تسلی دی اور کہا۔

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ	فرشتوں نے کہا اے لوط بے شک
رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ	ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۔
ھود: (آیت ۸۱)

یہ لوگ ہرگز تیری طرف نہیں پہنچ سکیں گے تو لے جا اپنے اہل کو رات کے حصے میں اور تم میں سے کوئی مڑکر پیچھے نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے کیونکہ اس کو وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو ان کو پہنچے گا اور ان کی ہلاکت کا ٹائم صبح ہے کیا صبح قریب نہیں۔

فرشتوں نے کہا اے اللہ کے رسُول آپ دل تنگ بھی نہ ہوں اور گھبرائیں نہیں اور ہماری طرف سے ان کے ساتھ جھگڑا نہ کریں کیونکہ ہم لڑکے نہیں بلکہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ان سے نبڑ لیں گے آپ اپنے بال بچوں کو لے کر راتا ورات یہاں سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی مڑکر نہ دیکھے کیونکہ ان کو شدید عذاب دیا جائے گا کہیں اس عذاب کا اثر مڑکر دیکھنے والے کو نہ پہنچ جائے ماسوائے تیری بیوی کے وہ مڑکر دیکھے کیونکہ اس کو وہی عذاب دیا جائے گا جو اس قوم کو ملے گا فرشتوں نے کہا ان کی تباہی کا ٹائم صبح ہے لوط علیہ السلام ان سے اتنے تنگ ہو چکے تھے چاہتے تھے کہ ابھی آناً فاناً انکو گرد دیا جائے اس لیے فرشتوں کے جواب میں کہا صبح کو ہلاک کرو گے اتنا ٹائم انہیں کیوں دے دیا تو انہوں نے کہا صبح بھی تو قریب ہے ابھی ان کو ہلاک کر دیا جائے گا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ

پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچا کر دیا اور ہم نے ان پر مسلسل پتھر بیٹوں کی بارش برسادی تیرے رب کے نزدیک نشان

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ۔ لگائی ہوئی تھیں اور ظالموں سے ایسا
هود : (آیت ۸۲، ۸۳) عذاب دور نہیں ۔

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان پر برسنے والے عذاب کی تفصیل یوں بیان کی کہ سب سے پہلے ہم نے اس بستی کے اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا اور نیچے والے حصے کو اوپر والا بنا دیا یعنی اس بستی کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یا فرشتوں کے ذریعہ اٹھا کر اوپر لے جا کر اوپر سے اوندھا کر کے گرا دیا جس سے اس بستی کے تمام لوگ دب کر مر گئے پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسا دی پتھروں کی بارش ایسی برسائی کہ ہر پتھر پر نشان لگا ہوا تھا کہ یہ پتھر فلاں کو لگے گا چنانچہ دبے ہوئے لوگوں کو وہی پتھر لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ کر دیا ہو پھر زمین کو اٹھا کر الٹا کر دیا ہو۔
واللہ اعلم بالصواب۔

شعیب علیہ السلام

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ

اور ہم نے قوم مدینؑ کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو میں تمہیں خیر میں دیکھتا ہوں اور

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝	مجھے خوف ہے کہ تمہیں گھیرنے والے دن کا عذاب نہ پہنچ جائے اے قوم ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کا مال کم نہ دو اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھیرو اللہ کی بچت تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔
(پ۱۲ سورۃ ھود رکوع ۸ آیت ۸۴ تا ۸۶)	

شعیب علیہ السلام کا قصہ پ۸ کے آخر میں بھی ہے اسی طرح سورۃ شعراء پ۱۹ میں ہے اسی طرح قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اجمال و تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ مذکور ہے لیکن ہم نے یہاں صرف سورۃ ھود سے قصہ کے بیان کو ترجیح دی ہے ان آیات میں سب سے پہلے شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی کہ اے قوم اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں الٰہ کی تفسیر نوح علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہو چکی ہے کہ الٰہ کا معنیٰ حاجت روا مشکل کشا ہے یعنی شعیب علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں لہٰذا صرف اسی کی بندگی کرو اسی کو پکارو شعیب علیہ السلام کی قوم مشرک ہونے کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرتی تھی کیونکہ اس قوم کا ذریعہ معاش صرف تجارت تھا اسی لیے شعیب علیہ السلام نے عقیدہ کی اصلاح کے ساتھ ان کے اس عمل کی اصلاح فرمائی یعنی صرف اللہ سے مانگو اللہ تجارت میں جو نفع دے اسی پر اکتفا کرو لوگوں کے مال کو ناپ تول کی کمی سے ہرگز نہ کھاؤ اور راستہ میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹ کر نہ کھاؤ زمین میں فسادی نہ بنو۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ۔ اور میں تمہارا محافظ نہیں یعنی تمہارے غلط عقائد و اعمال کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں پکڑ لیا

تو میں تمہیں نہیں بچا سکوں گا تمہیں مارنے والا یا بچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔

ھود: (آیت ۸۷ ، ۸۸)

انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان معبودوں کو جن کی پوجا کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور یا یہ کہ نہ کریں ہم اپنے مالوں میں جو چاہیں بے شک تو تو بڑے حوصلے والا بھلائی والا ہے اس نے کہا اے میری قوم کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے عمدہ رزق دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں تمہاری خلافت سنبھالوں ان کاموں میں جس میں تمہیں روکتا ہوں میں نہیں چاہتا مگر تمہاری اصلاح جتنی مجھ سے ہو سکے اور مجھے توفیق نہیں ہوگی مگر اللہ کی مدد سے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں جھکتا ہوں۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شعیب علیہ السلام بڑے عبادت گزار تھے اکثر اوقات نماز میں گزارتے تھے اسی لیے جب شعیب علیہ السلام نے توحید بیان کرنی شروع کی تو انہوں نے شعیب علیہ السلام کو کہا کہ تیری نمازوں کا اب یہی اثر ظاہر ہوا ہے کہ تو نے باپ داد کے مذہب کی مخالفت شروع کر دی اور

تو ہمیں اپنے مالوں میں اپنی مرضی چلانے سے بھی روکنے لگ گیا ہے تو تو بڑے حوصلے والا بھلائی والا ہے تجھے کیا ہو گیا ہے مقصد ان کا یہ تھا کہ تو بڑی خوبیوں والا تھا اور کثرت نماز تیری عادت تھی تو اب سراسر اپنی خوبیوں کے خلاف تجھ میں یہ خامیاں کیوں پیدا ہو گئی کہ تو باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کرنے لگ گیا ہے نیز تو ہمیں اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے سے بھی روکتا ہے اس کے جواب میں شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی مرضی سے نہیں کہتا بلکہ اپنے رب کی مرضی سے واضح دلائل سے کہتا ہوں اور میں تمہارے مالوں پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرے رب نے مجھے عمدہ رزق دے رکھا ہے اور جس چیز سے میں تمہیں روکتا ہوں میں تو داس پر عمل نہیں کروں گا میں تمہارے عقائد اعمال کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں لیکن میں اپنی کوشش اور محنت سے کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ ہو گا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہو گا میرا اسی ذات پر بھروسہ ہے اور میرا اسی کی طرف جھکاؤ ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا

اے میری قوم میری مخالفت میں تمہیں کہیں قوم نوح یا قوم ھود یا قوم صالح جیسا عذاب نہ پہنچ جائے اور قوم لوط تو تم سے زیادہ دور نہیں اور اپنے رب سے معافی مانگو پھر اسی کی طرف لوٹو بے شک میرا رب بہت مہربانی اور محبت کرنے والا ہے انہوں نے کہا اے شعیب ہم تیری اکثر باتوں کو سمجھتے ہی نہیں اور بے شک تو ہم میں

لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ هود: (آیت ۸۹ تا ۹۲)	کمزور ہے اور اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھروں سے مارتے اور تو ہم پر عزت والا نہیں اس نے کہا اے میری قوم کیا میرا قبیلہ تم پر اللہ سے زیادہ عزت والا ہے اور تم نے میرے اللہ کو پس پشت ڈالی ہوئی چیز سمجھ لیا بے شک میرا رب تمہارے عملوں کو گھیرے ہیں لینے والا ہے۔

ان آیات میں ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ تم میری مخالفت چھوڑ دو کہیں تمہیں میری مخالفت مہنگی ہی نہ پڑ جائے کہیں تم پر قوم نوح یا قوم ھود اور قوم صالح جیسا عذاب نہ واقع ہو جائے اور قوم لوط تو ابھی گزری ہے۔ ان جیسا عذاب تم پر آسکتا ہے لہٰذا بچاؤ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شرک سمیت اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ ہر دکھ سکھ میں اسی کی طرف رجوع کرو اسی کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھو وہ بہت بڑا مہربان ہے اور توبہ کرنے والوں سے محبت رکھنے والا ہے شعیب علیہ السلام کی اس پیاری تقریر کے جواب میں قوم نے کہا ہمیں سمجھ نہیں آتی تو کیا کہتا ہے یعنی ضد و تعصب میں اتنے ڈھیٹ ہو چکے تھے کہ شعیب علیہ السلام کو ازراہ استہزاء کہنے لگے ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا تو کیا کہتا ہے پھر شعیب علیہ السلام کو دھمکی دے کر کہنے دھیان رکھنا تو ہم میں کمزور ہے کہیں ہمارے ہاتھوں رگڑا نہ جائے تیری ہماری دلوں میں کوئی عزت نہیں اگر تیرا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دیتے ان کے جواب میں پھر شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم تم نے میرے

اللہ کو کیا سمجھا ہوا ہے تم نے میرے اللہ کی یہی قدر سمجھی ہے کہ وہ تمہارے ہاں میرے کنبہ قبیلہ سے بھی کمزور ہے۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ
وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْآ
اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ وَلَمَّا جَآءَ
اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ
دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ
لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَا بُعْدًا
لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ۔

ھود: (آیت ۹۳ تا ۹۵)

اور اے قوم میری تم عمل کرو اپنے
طریقہ پر میں بھی عمل کرنے والا ہوں عنقریب
تمہیں معلوم ہو جائے گا کون ہے جس پر
رسوا کن عذاب نازل ہونے والا ہے
اور کون جھوٹا ہے تم انتظار کرو میں بھی
انتظار کرنے والا ہوں پھر جب ہمارا حکم
عذاب پہنچا تو ہم نے شعیب علیہ السلام
اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے
بچا دیا اور ظالموں کو مہلک آواز پہنچی
جس سے وہ گھروں میں مرے ہوئے
پائے گئے گویا کہ وہ کبھی آباد نہیں ہوئے
تھے خبردار قوم مدین کے لیے لعنت
جیسے قوم ثمود کے لیے ہوئی۔

ان آیات میں بھی شعیب علیہ السلام نے قوم کو شرک اور بداعمالیوں سے بچانے کے لیے یہ انداز اختیار کیا کہ اے قوم تم اپنے مذہب پر عمل کرو ہم اپنے مذہب پر عمل کریں گے نتیجہ سامنے آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون تباہ برباد ہوتا اور کون بچتا ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب صیحہ کا نازل ہو گیا۔

لیکن سورۃ شعراء رکوع ۱۰ پ ۱۹ میں ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ شعرآء:۱۸۷	یعنی اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے ۔

آگے ہے ۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ شعرآء: ۱۸۹	یعنی انہوں نے اس دن کو جھٹلایا تو ان کو سائے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا ۔

اور سورۂ اعراف رکوع ۱۱ میں ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام کو کہا کہ ہم تجھے اور تیرے مومن ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم واپس ہمارے مذہب میں آجاؤ شعیب علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا ۔

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۔ الاعراف (آیت ۸۸ ، ۸۹)	شعیبؑ نے کہا گرچہ ہم تمہارے دین کو ناپسند سمجھیں (پھر بھی تمہارے مذہب میں آجائیں) تحقیق ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اگر ہم تمہارے دین میں واپس آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچا دیا ہے اور یہ ہم سے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے دین میں واپس آجائیں مگر اس صورت میں کہ اللہ چاہے جو ہمارا پالنے والا ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز سے وسیع ہے اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا اے ہمارے پالنے والے فیصلہ کر دے

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان آیات میں شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ تمہارا مذہب نوزاللہ پر جھوٹ گھڑا ہوا ہے اگر ہم اس میں واپس آجائیں تو پھر ہم بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والے بن جائیں گے لہذا یہ تسلی رکھو کہ ہم کٹ مر سکتے ہیں لیکن تمہارے مذہب میں واپسی محال ہے اسی لیے یہ ہمیشہ دستور رہا ہے کہ توحید ماننے والا کبھی مشرک نہیں بنا ہاں البتہ مشرک موحد بن جاتے ہیں اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی کہ ہمارے رب کے ماننے والا کبھی مشرک نہیں بنا ہاں البتہ بھروسہ بھی اسی ذات پر ہے۔

اس کے بعد شعیب علیہ السلام اور اس کے مومن ساتھیوں نے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے اور ہماری مشرک قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دے۔

ان کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہو گئی۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۔

الاعراف: (آیت ۹۱، ۹۲)

پھر زلزلہ نے انہیں پکڑ لیا تو ہو گئے گھروں میں گرے مرے ہوئے جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ ایسے ہو گئے کہ گویا وہ کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے اور وہی خسارہ والوں میں سے ہو گئے۔

سورۃ ھود میں ہے کہ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ اور یہاں اعراف میں

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَۃُ اور سورۃ شعراء میں فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّۃِ۔
ان تمیوں مقاموں میں تطبیق یوں ہے کہ چونکہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے شعیب علیہ السلام
اور اس کے ساتھیوں کو ڈرایا تھا اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کو زلزلہ سے ڈرایا پھر
سورۃ ھود میں ہے کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کے ساتھ مذاق کیا تھا کہ اَصَلٰوتُكَ
تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ۔ اسی لیئے سخت آواز یعنی صیحۃ سے مرعوب کر کے پھر سورۃ
شعراء کے مطابق ان کو آسمان کے ٹکڑے سے جو بادل کی شکل میں نمودار ہوا ہلاک
کر دیا اور وہ ان کی چاہت کے مطابق تھا اس لیئے کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام
سے کہا تھا۔ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ۔
کہ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے اسی لیئے سورۃ شعراء میں ہے کہ فَاَخَذَهُمْ
عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّۃِ۔ کہ ان کو سائے کے دن عذاب نے پکڑ لیا۔

یعقوب علیہ السلام

یعقوب علیہ السلام کا واقعہ یوسف علیہ السلام کے واقعات کے ضمن میں بیان ہو
گا لیکن یعقوب علیہ السلام کی تبلیغ کا کچھ ذکر پ سورۃ بقرہ رکوع ۱۶ آیت ۱۳۲ و ۱۳۳
میں یوں مذکور ہے۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ	اور اسی ملت ابراہیمی کی وصیت کی
وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ	ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا	اور یعقوب علیہ السلام نے بھی ان لفظوں
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ	سے کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔

البقرہ : ۱۳۲-۱۳۳

نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے تم پر ہرگز موت نہ آئے مگر اسی دین اسلام پر کیا تم موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی پوجا کرو گے انہوں نے کہا ہم اس ذات کی پوجا کریں گے جو تیرا اور تیرے باپ دادا ابراہیم اسماعیل اسحاق کا ایک ہی الٰہ ہے اور ہم صرف اسی کے فرماں بردار ہوں گے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے پر صرف کی پھر موت سے پہلے اسی ملت پر قائم رہنے کی بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ بیٹو یہی توحید ہی میری ملت ہے اور اسی ملت پر قائم رہنا ہی اسلام ہے لہٰذا تمہاری زندگی اسی توحید کے لیئے وقف ہونی چاہیئے بالآخر تمہاری موت بھی اسی ملت توحید یہ پر ہو اسی طرح یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ تم میرے بعد یعنی میری موت کے بعد کس کو پوجو گے تو انہوں نے واضح لفظوں میں کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم انشاء اللہ آپ کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا معبود یعنی حاجت روا مشکل کشا نہیں مانیں گے کیونکہ وہی ایک اللہ تیرا بھی اور تیرے باپ دادا ابراہیم اسماعیل اسحاق سب کا حاجت روا مشکل کشا ہے یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین انداز میں پیش کیا یہودیوں کو مخاطب

کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یہود یو نبیوں کی موت کے منکر و کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر مسئلہ توحید پر استقامت کی وصیت کی تھی ۔

یوسف علیہ السلام کا واقعہ

سورۃ یوسف پ۱۲ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو اپنی خواب سنائی ۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ	جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ
اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا	سے کہا میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے
وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ	اور سورج اور چاند میں نے ان کو دیکھا
لِیْ سٰجِدِیْنَ ۔ یوسف : ۴	ہے کہ وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں ۔

جب یہ خواب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو سنائی تو انہوں نے اپنے پیارے بیٹے یوسف علیہ السلام کو منع کیا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو مت سنانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر واضح تھی ممکن تھا کہ یہ خواب سن کر وہ حسد کی آگ میں زیادہ مشتعل ہو کر یوسف علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو جاتے اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا :

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ	فرمایا یعقوب علیہ السلام نے اے
رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا	میرے پیارے بیٹے اپنا خواب اپنے
لَكَ كَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ	بھائیوں کو نہ بتانا ورنہ وہ تیری دشمنی میں

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ یوسف : ۵

قسم وقسم کے مکروسازشیں گھڑینگے کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ۔

یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا ؑ علیہم السلام بھی اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں ہوتے اور نہ مختار کل ہوتے ہیں ورنہ انہیں اس قسم کی وصیتوں کی کیا ضرورت تھی جب دشمن ان کے خلاف کوئی سازش کرتے تو عطائی غیب سے ان کو معلوم کر کے عطائی اختیار سے اسے دفع کر دیتے انہیں پیشگی مصائب و تکالیف سے بچنے کے لیئے تدبیروں کی کیا ضرورت تھی یعقوب علیہ السلام کی وصیت اور تدبیران کے عطائی غیب اور عطائی اختیار کی نفی کرتے ہیں ۔ الغرض یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی خواب سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ میرا بیٹا غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا جائے گا ۔

اسی لیئے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا :

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ یوسف : ۶

اسی طرح چن لے گا تیرا رب اور سکھائے گا تجھ کو خوابوں کی تعبیر اور کامل کرے گا تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمتیں جیسا کہ اس نے اپنی نعمتیں پوری کیں تیرے باپ دادا اسحاق ابراہیم پر پہلے سے بے شک تیرا رب علم والا حکمت والا ہے ۔

چونکہ یوسف علیہ السلام کے بارے اس واقعہ میں توحید کے اثبات کے لیئے کافی دلائل موجود ہیں

اسی لیئے فرمایا :۔

لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِہٖٓ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ۔ یوسف: ۷

یعنی یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں عقیدہ عمل کے سائلین کے لیئے بڑے درس اور نشانیاں ہیں ۔

نیز اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین ہونے والے واقعات کی طرف اشارات ہیں جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو ذلیل کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے چند تکالیف کے دنوں کے بعد نہایت ہی عزت ورفعت کا مقام عطا فرمایا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی قریش نے آپ کو بہت تکلیف دے کر ذلیل کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی تکالیف کے بعد نہایت ہی عزت عطا فرمائی۔

نیز جیسے برادران یوسف بھکاری بن کر یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے اسی طرح فتح مکہ کے موقعہ پر قریشی گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہایت ذلت کے ساتھ پیش ہوئے اور جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہہ کر معاف کر دیا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریشی بھائیوں کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہہ کر معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید فی الصفات ثابت ہوتی ہے اور شرک کی جڑیں کٹتی ہیں۔

مثلاً سورۃ کے ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنی خفیہ میٹنگ میں یہ قرارداد پاس کر رہے تھے کہ یوسف علیہ السلام اور اس کا سگا بھائی بنیامین یہ دونوں ابا جی کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے بارے بھائیوں کی خفیہ میٹنگ

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۔ یوسف ۸-۹

۔یوسف اور اس کا بھائی ہم سے زیادہ اباجی کو پیارے ہیں یوں کرو کہ یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے اس زمین میں پھینکو جس کے بعد وہ اپنے ابا کو نہ مل سکے تاکہ تمہارے باپ کا چہرہ صرف تمہارے لیے ہی خالص ہو جائے بعد میں اس گناہ سے تائب ہو کر اپنے گناہ بخشوالینا

اس آیت کریمہ میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر یعقوب علیہ السلام عطائی علم غیب سے نوازے گئے ہوتے اور حاضر و ناظر ہوتے تو انہیں اپنے بیٹوں کی اس سازش کا علم ہوتا جس میں وہ یہ طے کر رہے تھے کہ اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا الخ لیکن ان میں سے ایک نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْہُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْہُ بَعْضُ السَّیَّارَۃِ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۔ یوسف: ۱۰

یعنی یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو جنگل کے کسی کنویں میں ڈال دو تاکہ کوئی مسافر اسے اٹھا کر لے جائے اور تمہارا کام پورا ہو جائے۔

اب برادران یوسف علیہ السلام اپنی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے اباجی کے پاس آکر کہنے لگے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَکَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَہٗ

اے اباجی آپ ہمیں یوسف کے معاملے میں امانت دار نہیں سمجھتے حالانکہ ہم

لَنَاصِحُوْنَ ۔ ۱۱ حقیقتاً اس کے خیر خواہ ہیں۔

یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کا جنگل میں لے جانا :

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ ۱۲

اس کو کل سویرے ہمارے ساتھ بھیجو جنگل کے پھل دار درختوں کے پھل کھائے گا اور کھیلے کودے گا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔

ان دو آیات سے صاف طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نہ عالم الغیب تھے اور نہ مختار کل کیونکہ آپ اگر عطائی علم غیب رکھتے تو صاف کہہ دیتے تم اس کے خیر خواہ نہیں اور نہ اس کے محافظ ہو بلکہ تم اس کے دشمن ہو تم نے کل اس کے بارے یہ پروگرام بنایا ہے کہ اس کو قتل کر ڈالو یا اسے جنگل کے ویران کنویں میں ڈال دو تاکہ کوئی مسافر قافلہ اس کو اٹھا کر کہیں دور لے جا کر ہمیشہ کے لیے اس کو تمہارے باپ سے جدا کر دے گا یعقوب علیہ السلام نے گرچہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں اشیہ کا ذکر کیا۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ ۔ ۱۳

کہ مجھے یہ چیز غم میں ڈال دے گی کہ تم اسے لے جاؤ اور مجھے خوف ہے کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا اور تم اس سے غافل ہو جاؤ گے۔

لیکن انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو جھوٹ بول کر ایسا مطمئن کیا کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

کہنے لگے :-

لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ	ہماری اتنی بڑی جماعت کے ہوتے
اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔ ۱۲	ہوئے کیسے اسے بھیڑیا کھا سکتا ہے

یہ آیات بھی صاف بتا رہی ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نبی اور یوسف علیہ السلام قبل از نبوت ولی ہو کر علم غیب نہیں رکھتے تھے ورنہ ان کے جھوٹ سے مطمئن نہ ہوتے اور انہیں صاف کہہ دیتے کہ بیٹو تم ہی یوسف علیہ السلام کے لیے بھیڑیے ہو اور یوسف علیہ السلام بھی کبھی ان کے ساتھ نہ جاتے بالآخر برادران یوسفؑ اپنے مکر میں کامیاب ہو گئے۔

یوسفؑ اور جنگل کا کنواں :

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا	پھر جب لے گئے اس کو اور جنگل کے
اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ	ویران کنویں میں اسے پھینکنے کا عزم کر
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ	لیا اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تو ان
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا	کو ان کا یہ کردار بتائے گا جبکہ ان
يَشْعُرُوْنَ ۔ ۱۵	کو اس کا شعور بھی نہیں ہوگا۔

یہ آیت بھی واضح دلالت کر رہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ وہ اپنے بیٹے کو جنگل کے ویران کنویں سے نکال کر گھر لے جاتے گھر میں بیٹھ کر صرف رونے پر اکتفا نہ کرتے یوسف علیہ السلام کنویں میں پریشان رو رہے تھے اور یعقوب علیہ السلام گھر میں نہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا پتہ اور نہ یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کی بے چینی کی خبر دونوں بیچارگی کی کیفیت میں مبتلا تھے دونوں کو ایک دوسرے کی کیفیت کا نہ علم تھا اور نہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حاجت روا مشکل کشا اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے صرف اسے ہی پکارا جائے اور صرف اسی سے ہی مدد حاصل کی جائے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر عشاء کے وقت روتے ہوئے واپس آئے۔

یوسفؑ کے بھائیوں کا جھوٹا رونا؛

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ ع۱۶ پ۱۲

یوسف علیہ السلام کے بھائی عشا کے وقت روتے ہوئے واپس آئے اور کہنے لگے اے اباجی بے شک ہم جا کر دوڑنے لگ گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑا بھیڑیا اس کو کھا گیا ہے لیکن آپ ہماری بات نہیں مانیں گے گرچہ ہم سچے کیوں نہ ہوں۔

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ ع۱۸

اور یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے فرمایا تم نے یہ مکر کیا ہے پس بیر اصبر اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد حاصل کی جاتی ہے اس چیز پر جس کو تم بیان کرتے ہو۔

ان آیات میں بھی کافی مسائل کا حل موجود ہے۔

مسئلہ ۱: پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے ہمیشہ عشا کے وقت ماتم کرتے ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ اپنے ہاتھ سے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا لیکن عشا کے وقت یوسف علیہ السلام پر ماتم کرتے ہوئے

واپس ہوئے اسی طرح شیعوں نے حضرت حسینؓ کو بلا کر خود شہید کیا اور خود ہی ہائے حسین کہہ کر عشاء کے وقت ماتم کرتے ہیں۔

مسئلہ ۲: انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر ماتم کیا شیعہ بھی محرم کے دنوں میں گھوڑے اور علم پر جھوٹا خون لگا کر ماتم کرتے ہیں۔

مسئلہ ۳: دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پر لگے ہوئے جھوٹے خون سے معلوم کیا کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کوئی مکر کیا ہے کیونکہ بھیڑیا اتنا دانا تھا کہ اس نے پہلے یوسف کی قمیص کو اتارا پھر یوسف علیہ السلام کھایا قمیص کا ادب کیا اس کو نہیں پھاڑا لیکن یوسف علیہ السلام کو پھاڑ کر کھا گیا یہ نہیں ہو سکتا حقیقت یہی ہے کہ برادران یوسف ہی بھیڑیئے ہیں۔

اسی لیے فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ یوسف علیہ السلام کے ساتھ تم نے ہی کوئی برا سلوک کیا ہے لیکن چونکہ عالم الغیب نہیں تھے پتہ نہیں تھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کر آئے ہیں شاید قتل کر آئے ہوں یا کہیں جنگل میں پھینک کر آئے ہوں یا کسی کے ہاتھ بیچ آئے ہوں اس لیے فرمایا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ میں اچھا صبر کرتا ہوں اور اللہ سے مدد حاصل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی تمہارے مکروں سے میرے پیارے بیٹے کو بچا کر مجھے ملائے گا واللہ المستعان علی ما تصفون۔

یعقوب علیہ السلام کا مشکل میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا:

ادھر یعقوب علیہ السلام اس انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے پیارے یوسف کو مجھ سے ملائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھو یوسف علیہ السلام کی واپسی کے بجائے اس کو مصر پہنچانے کا بندوبست ہو رہا تھا جب یوسف علیہ السلام

کنویں میں تھے تو مسافر قافلہ کا پانی بھرنے والا جب پانی بھرنے کے لیے اس کنویں پر پہنچا تو اس نے پانی بھرنے کے لیے کنویں میں ڈول پھینکا تو یوسف علیہ السلام نے اس ڈول کو مضبوطی سے پکڑ لیا جب ماشکی نے ڈول کھینچا تو ڈول میں پانی کے بجائے خوب صورت ہونہار بچہ سوار تھا اس خوب صورت بچے کو دیکھ کر ماشکی بے ساختہ بولا یَا بُشْرٰی هٰذَا غُلَامٌ وَّ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ [19] یعنی اے خوشی حاضر ہو یہی تو تیرا وقت ہے یہ کتنا پیارا خوبصورت بچہ ہے پھر قافلہ نے اس بچے کو دانستہ طور پر چھپا لیا تاکہ اس کو بیچ کر کافی جائیداد بنا لیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر اس کام کو جاننے والے تھے جو وہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر رہے تھے ہر وقت ہر چیز کو جاننے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے یہ اسی کا خاصہ ہے انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے نہ ذاتی طور پر اور نہ عطائی طور پر اسی لیے یوسف علیہ السلام کی ساری کارروائی کو جاننے والے صرف اللہ تعالیٰ تھے یعقوب علیہ السلام کو یہ خبر ہی نہیں تھی کہ میرا بیٹا کنویں میں پڑا تھا اور اب اس کو قافلہ والے نکال کر مصر لے جا رہے ہیں مصر میں بیچنے کے لیے اگر یعقوب علیہ السلام کو پتہ ہوتا تو کبھی ان کو مصر لے جانے والے قافلہ کے ہاتھ بھی نہ چھوڑتے اسی طرح اگر مختار کل ہوتے تو اپنے اختیار سے فوراً اپنے بیٹے کو واپس کر کے اپنے ساتھ ملا لیتے اور رونے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔

بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو بیچنا!

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ [20]

جب قافلہ والوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال لیا تو برادران یوسف فوراً پہنچ گئے کیونکہ وہ اس انتظار میں تھے کہ کہیں کوئی آدمی یوسف علیہ السلام کو نکال کر

واپس ابا جی کے پاس نہ پہنچا دے وہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو کسی دور دراز ملک میں روانہ کریں جس کے بعد وہ واپس اپنے ابا کے پاس نہ آ سکے اسی لیے انہوں نے چاہا کہ ہم اسے قافلہ کے ہاتھ بیچ دیں تاکہ وہ اپنے زر خرید غلام کو بالکل نہ چھوڑ دیں بلکہ اس کو دور دراز ملک میں لیجا کر بیچ ڈالیں تاکہ اس کی واپسی ناممکن ہو جائے اسی مقصد کے لیے انہوں نے یوسف علیہ السلام کو قافلہ کے ہاتھ بیچ دیا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے بھاگ کر ادھر آ نکلا ہے تو قافلہ کے ہاتھ بثمن بخس معمولی دام کے بدلے بیچ ڈالا وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ وہ اس سودے میں زیادہ دل چسپی رکھنے والے نہیں تھے کیونکہ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت وصول کرنی نہیں تھی بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ قافلہ والے اس کو کہیں چھوڑ نہ دیں بلکہ اس کو اپنے ساتھ کسی دور دراز علاقے میں لے جائیں تاکہ اس کی واپسی نہ ہو سکے اس پوری کاروائی سے یعقوب علیہ السلام بے خبر تھے ورنہ اپنے پیارے بیٹے کو کیسے قافلہ والوں کے ہاتھ بیچتے اور ان کے لے جانے پر کیسے خاموش رہ سکتے تھے اسی طرح اگر یعقوب علیہ السلام مختار کل ہوتے تو ہرگز ہرگز اپنے لخت جگر کو نہ بیچنے دیتے اور نہ ان کو لے جانے دیتے سورۃ یوسف کی ہر آیت یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے عالم الغیب اور مختار کل نہ ہونے کی واضح دلیل پیش کرتی ہے جب قافلہ والے یوسف علیہ السلام کو مصر میں لے گئے اور انہوں نے وہاں لے جا کر ان کو بہت بڑی بھاری قیمت میں بیچا دلیل اس کی یہ ہے کہ عزیز مصر کے سوا کوئی شخص اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا اسی لیے عزیز مصر ہی نے یوسف علیہ السلام کو خریدا۔

یوسف علیہ السلام کا مصر میں دوبارہ بکنا:

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ ع۲۱

اور کہا اس شخص نے جس نے یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار سے خریدا اسے میری بیوی اس بچے کا رہنا سہنا اور خوراک غلاموں کی طرح نہ ہو بلکہ اس کی تربیت شہزادوں کی طرح کر مجھے اس بچے کے ساتھ بڑی امیدیں وابستہ ہیں یہ بچہ ہمیں نفع دیگا۔

اور اگر بالفرض اس نے کوئی نفع نہ دیا تو کیا یہ نفع تھوڑا ہے کہ ہم اسے اپنا بیٹا بنائیں گے۔

یوسف علیہ السلام کو نبوت کا ملنا:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ ع۲۱

اسی بہانے سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی سرزمین میں حکومت دی اور ہم اسے نبوت سے سرفراز کر کے خوابوں کی تعبیروں کا اسے معجزہ دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم چلانے پر غالب اور قادر ہے لیکن اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے کمالات سے بے علم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ وسلم کو عزیز مصر کے گھر رکھ کر شہزادوں کی طرح تربیت کروا کر اسے مصر کا فرماں روا بنانے کی بنیاد رکھ دی لیکن شاہت دینے سے

پہلے انہیں منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا:
چنانچہ فرمایا:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع۲۲	اور جب یوسف علیہ السلام جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں نبوت اور علم نبوت سے سرفراز کیا اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیں گے۔

یعنی انہیں اللہ تعالیٰ نے دین دنیا کی بادشاہی عطا کی اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا حاجت روا مشکل کشا اور داتا صرف وہی ہے اب نبوت سے سرفراز فرمانے کے بعد یوسف علیہ السلام کے لیے امتحانوں کا دروازہ کھول دیا تاکہ لوگوں کو توحید سمجھائی جا سکے کہ اگر انبیاء علیہم السلام عالم الغیب حاضر ناظر حاجت روا مشکل کشا مختار کل ہوتے تو ان مصائب کا شکار نہ ہوتے امتحان کا پہلا پرچہ عزیز مصر کے گھر سے شروع ہوتا ہے۔

عزیز مصر کی بیوی کا ورغلانا:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ	یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر کی بیوی نے برائی کا مطالبہ کیا اور ہر طرف کے دروازے بند کر دیئے اور یوسف علیہ السلام سے کہا میرے ساتھ برا کام کر یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ ہیں اس کام کے قطعاً قریب نہیں آؤں گا کیونکہ میرے رب نے میرے لیے

الظّٰلِمُوْنَ ۝ ۲۳ — اچھی جگہ بنائی ہیں اپنے رب کی ہرگز بغاوت نہیں کروں گا کیونکہ ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاسکیں گے۔

یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بچانا:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۲۴
اس عورت نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ برائی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اور یوسف علیہ السلام بھی اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیتے اگر اللہ تعالیٰ کا برہان نہ دیکھتے وہ برہان یہی تھا کہ یوسف علیہ السلام کا دھیان اس عورت کی غلط دعوت پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گیا اور بے ساختہ ان کی زبان پر یہ لفظ جاری ہو گیا۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

برہان کی اس تفسیر پر قرینہ یہ ہے۔
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ۲۴ — یعنی اس وقت ہم نے یوسف علیہ السلام کو برہان دکھا کر ان کو اپنی طرف متوجہ کر دیا تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائیوں کو دور کر دیں واقعی وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں تھا۔

جب یوسف علیہ السلام نے اس مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو مشکل کشا سمجھ کر اسی کی پناہ حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دروازے کھول دئیے اشارہ تھا کہ اب دوڑنا تیرا کام اور اس گناہ سے بچانا میرا کام چنانچہ جب

یوسف علیہ السلام نے دروازہ کھلا پایا تو اس عورت سے دامن عصمت کو بچانے کے لئے باہر دوڑے تو وہ عورت یوسف علیہ السلام کو پکڑنے کے لیئے پیچھے دوڑی۔

عزیز مصر کی بیوی یوسفؑ کا کرتہ پھاڑتی ہے:

قرآن مجید میں ہے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۔ ع۱۵

اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اپنے سردار کو دروازے کے پاس پایا:

تو کہنے لگی

مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ ع۱۵

کیا سزا ہے اس شخص کی جس نے تیرے گھر میں برائی کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کی سزا صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس کو عمر قید کر دیا جائے یا اسے کوڑوں کی سخت ترین سزا دی جائے

نعوذ باللہ من ذٰلک ۔

وہ عورت کتنی بدطینت تھی پیغمبر علیہ السلام کو بدکاری پر مجبور کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اسے بچا دیا تو اب اللہ تعالیٰ کے نبی پر زنا کا الزام لگا رہی ہے اللہ کے نبی عصمت اور عفت کے آسمان ہوتے ہیں ان پر تھوکنے والے کی تھوک اس کے اپنے منہ پر گرتی ہے اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر بھی برائی سے رکنے کے بجائے پیچھے دوڑ کر نبی کو پکڑنے کی کوشش کی معجزہ یہ تھا۔ کہ اس نے جن دروازوں کو مقفل کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بچانے کے

یہ اپنی قدرت کاملہ سے کھول دیا معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور اس کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے نبی کی صداقت کے لیے۔

اگر اس عورت میں عقل ہوتی تو سمجھ لیتی کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ یہ وہ شخص ہے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرما رہے ہیں یہ میرے دام تزویر میں پھنسنے والا نہیں لیکن اس عورت نے نہ حیا سے کام لیا اور نہ عقل سے بلکہ دونوں کو بالائے طاق رکھ کر پیغمبر کے پیچھے دوڑ کر پیغمبر کو پکڑنا چاہا اس کی دوڑ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ پہلے دوڑ میں مقابلہ کرنا سیکھی ہوئی تھی جب پیغمبر قابو میں نہ آیا تو اب اس پر زنا کا الزام لگا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے دامن کو اس طرح پاک کر دیا کہ اس عورت کے رشتہ داروں کے بچے سے یا ان کے ایک جج سے یوسف علیہ السلام کے حق میں شہادت دلوا دی۔

یوسف علیہ السلام کی صفائی:

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ع۲۶ ۲۷	کہا اس نے مجھے اسی نے ورغلایا ہے میرے نفس کے بارے اور گواہی دی گواہ نے اس کے رشتہ داروں سے اگر اس کی قمیص آگے کی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے اور اگر کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یوسف سچا ہے۔

یوسف علیہ السلام نے کہا میرا قصور نہیں اسی نے مجھ سے غلط کاری کا مطالبہ کیا ہے اور اسی عورت کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے فیصلہ دیا یہاں شہادت

بمعنی فیصلہ ہے جو لوگ لفظ شاہد سے رسول اللہ کے لیے مسئلہ حاضر ناظر ثابت کرتے ہیں انہیں اس آیت میں غور کرنا چاہیئے یہاں شہادت دینے والا وہ شخص ہے جو موقعہ پر موجود نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہد کے لیئے حاضر ناظر ہونا ضروری نہیں نیز قرائن سے الفاظ کے معانی مختلف بھی ہو سکتے ہیں یہاں بھی ماقبل ما بعد کی کلام کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شاہد سے مراد فیصلہ کرنے والا ہے اس نے یوسف علیہ السلام اور امرأۃ العزیز کے جھگڑے میں یہ فیصلہ دیا کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص کو دیکھو اگر وہ آگے کی طرف سے پھٹی ہے تو قصور یوسف علیہ السلام کا ہے کیونکہ اس نے دست درازی کی کوشش کی ہو گی عورت کی مزاحمت سے کرتہ پھٹ گیا ہو گا اور اگر قمیص پیچھے کی طرف سے پھٹی ہے تو پھر یقیناً قصور ہماری محترمہ کا ہے کیونکہ اس نے اس عورت سے بچنے کے لیے بھاگنے کی کوشش کی ہو گی لیکن اس عورت نے اس کو پکڑنے کے لیے اس کی قمیص کے پچھلے حصے کو پکڑا ہو گا جس سے اس کا کرتہ پھٹا ہو گا۔

عزیز مصر کی بیوی کی مذمت!

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ـ ع۲۸	پس جب فیصلہ کرنے والے نے یا عزیز مصر نے غور سے دیکھا کہ قمیص یوسف علیہ السلام کی پیچھے سے پھٹی ہے تو اس نے کہا اے بیگم تمہارا ہی یہ مکر ہے بے شک تمہارے مکر ہی بڑے ہوتے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھ لیا کہ قصور یوسف علیہ السلام کا نہیں تو انہوں نے یوسف ؑ

سے عرض کیا کہ یہ معاملہ ہماری عزت و رسوائی کا ہے لہٰذا آپ اس معاملہ کو لوگوں تک نہ جانے دیں تاکہ ہماری رسوائی نہ ہو۔

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ	اے یوسف اس بات سے اعراض
هٰذَا وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِكِ	کیجئے اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ ۔	اپنے خاوند سے مانگ لے بے شک
۲۹	تو ہمیشہ خطا کرنے والوں میں سے رہی ہے

علمی نکتہ :

یہ جملہ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ ۔ دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے بھی اس قسم کی برائیوں میں ملوث تھی کیونکہ یہ جملہ مؤکد ہونے کے ساتھ ساتھ جملہ اسمیہ ہے جو دوام استمرار پر دلالت کرتا ہے پھر مِنَ الْخَاطِئَاتِ نہیں کہا بلکہ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیاشی میں اس دور کی عورتوں سے بڑھ کر اس دور کے مردوں کے برابر تھی کیونکہ بے حیائی میں مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں یہ جملہ اس عورت کی مذمت میں حرف آخر ہے بعض لوگ کہتے ہیں وہ عاشق تھی تو صرف یوسف علیہ السلام پر کسی دوسرے مرد پر تو عاشق نہیں تھی انہیں چاہیئے کہ اس جملہ میں غور کریں ۔ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ ۔

نیز اگر وہ عورت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوتی تو کبھی ان کو جیل بھجوانے اور دردناک عذاب دینے کا حکم نہ دلاتی کیونکہ جو عورتیں کسی مرد پر عاشق ہوتی ہیں وہ خواہ ان کی بات مانیں یا نہ مانیں ان کو ستانے کے درپئے نہیں ہوتیں ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے معصوم نبی کی بیوی ایسی عورت کو نہیں بناتا لہٰذا یہ داستان غلط ہے کہ وہ کنواری ہو گئی تھی اور اسی کا نکاح یوسف علیہ السلام سے

ہوا تھا۔ نیز واقعہ کے اس حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ عالم الغیب ہوتے ہیں اور نہ مختار کل کیونکہ اگر یوسف علیہ السلام عطائی عالم الغیب بھی ہوتے تو اس عورت کے کہنے پر کبھی مکان کے اندر داخل ہی نہ ہوتے کیونکہ وہاں جانے سے ہی الزام لگا اور اگر مختار کل ہوتے تو اپنے کلی اختیار سے اس کو گنگ کر دیتے اور اس کو زبان کھولنے کی اجازت ہی نہ دیتے۔

عزیز مصر کی بیوی کے خلاف مصر کی عورتوں کا پروپیگنڈا:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَّفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۔ ع۳۰

اور جب واقعہ مشہور ہو گیا تو شہر کی اس جیسی دوسری عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی غرض سے شہر میں یہ پروپیگنڈا کیا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے کہ شہر کی چند عورتوں نے کہا کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو برائی میں پھنسانے کی کوشش کرتی ہے اور اس پر فریفتہ ہو گئی ہے بے شک ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں۔

جب ان کا یہ پروپیگنڈا عزیز مصر کی بیوی نے سنا تو اس نے ان کے مقصد کو معلوم کر لیا اسی لیے اس نے ان کو دعوت نامے جاری کر دیئے۔

عزیز مصر کی بیوی مصر کی عورتوں کی دعوت کرتی ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَّ آتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا	پس جب امرءۃ العزیز نے ان کے مکر کو سنا تو ان کو دعوت کا پیغام بھیج دیا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے میز کرسی لگوا دی اور

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ر ع ۱۳ ہر ایک کو ایک ایک چاقو بھی دے دیا:
اور اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کے سامنے آئیے جب
یوسف علیہ السلام ان کے سامنے آئے ۔

فَلَمَّا رَأَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ .... هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۔ ع ۱۳

اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیا تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو حسن میں بہت بڑا اونچا پایا اور اپنے ہاتھوں کو کاٹا اور کہا یہ تو بشر ہی نہیں یہ عزت والا فرشتہ ہے۔

ان عورتوں کا یہ کردار اور باتیں سب مکر تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں کو مکر کہا فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ ہاتھ اس لیے کاٹے تاکہ یوسف علیہ السلام کو دکھا دیں کہ صرف امرءۃ العزیز ہی آپ کی دیوانی نہیں ہم سب آپ کی دیوانیاں اور آپ پر فریفتہ ہیں اور چونکہ یوسف علیہ السلام نے تو ان کی طرف نگاہ ہی نہیں اٹھائی تھی اس لیے اونچی آواز سے کہنے لگی کہ یہ تو بشر ہی نہیں یہ تو نوری فرشتہ ہے تاکہ یوسف علیہ السلام ان کی یہ باتیں سُن کر ان کی طرف دیکھیں اور ان کا حسن یوسف علیہ السلام کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا لے۔

بہرکیف جب وہ عورتیں بھی یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئیں تو امرءۃ العزیز نے موقعہ پا کر بات کہی کہ یہی تو وہ شخص ہے جس کے بارے تم مجھے ملامت کرتی تھی اب تم خود پھنس گئی ہو۔

عزیز مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام کو دھمکی دیتی ہے :

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۔ ع ۳۲

کہنے لگی یہی وہ شخص ہے جس کے بارے تم نے میرے خلاف پروپیگنڈا کیا تھا واقعی میں نے اسے برائی میں پھنسانے کے لیے کوشش کی تھی لیکن یہ بچ گیا اور اگر اس نے میرا حکم نہ مانا تو ضرور اسے جیل میں ڈالا جائے گا اور ضرور اسے ذلیل کیا جائے گا۔

اور یہ جملہ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ الخ امرأۃ العزیز نے یوسف علیہ السلام کو سنا کر اپنے سہیلیوں سے کہا وہ اس بات سے یوسف علیہ السلام کو ڈرا کر برائی پر آمادہ کرنا چاہتی تھی اور اس عورت کا یہی جملہ بتا رہا ہے کہ اس عورت کے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت قطعاً نہیں تھی وہ تو صرف برائی کی دلدادہ تھی جس میں یوسف علیہ السلام کو بھی پھنسانا چاہتی تھی جب اس عورت نے اپنی سہیلیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں ضرور بالضرور اسے سزا دلواؤں گی اور اسے ضرور ذلیل کروں گی تو یوسف علیہ السلام نے وہیں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگ گئے اور دعاؤں کے ضمن میں اسے سنا دیا کہ میں جیل میں چلا جاؤں گا لیکن اس برائی کے قریب نہیں آؤں گا۔

دھمکی کے جواب میں یوسف علیہ السلام کی دعا!

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۔ ع۳۳

اے میرے پروردگار قید مجھے زیادہ پسند ہے اس برائی سے جس کی طرف یہ سب عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو نے مجھ سے ان کے مکر کو دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا کہ دعوت میں بلائی گئی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن کے جلوہ سے بے ہوش ہو کر ہاتھ نہیں کاٹے تھے بلکہ انہوں نے ہاتھ کو چیر کر اس مکر سے یوسف علیہ السلام کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتی تھیں کہ دیکھو کہ ہم بھی آپ پر فریفتہ ہیں ہمیں بھی زیر نظر رکھنا نیز اس دعا سے یہ حقیقت بھی سمجھ آتی ہے کہ دیکھو یوسف علیہ السلام بھی مختار کل نہیں تھے کیونکہ جب وہ اس مشکل میں پھنسے تو انہوں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب مجھے ان عورتوں کے مکر سے بچا اگر تو نے مجھے نہ بچایا تو میں ان کے جال میں پھنس جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے اسی لیے گڑگڑا کر رو رو کر صرف اسے ہی پکارتے تھے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا حاجت روا مشکل کشا مانتے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کو ماننے والے نہیں ہیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ ع۳۲

پھر یوسف علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اس سے ان عورتوں کے مکر کو دور کر دیا بے شک وہی ہی ہے ہر ایک کی پکاروں کو سننے والا اور ہر ایک کے حالات کو جاننے والا۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس طرح بچایا جس طرح کہ انہوں نے دعا میں کہا۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۔ ع۳۳

کہ اے میرے رب مجھے جیل زیادہ پسند ہے اس برائی سے جس کی طرف یہ سب عورتیں بلا رہی ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جیل بھجوا دیا۔ اس طرح ہوا کہ امرأۃ العزیز کے رشتہ داروں نے اور خود عزیز مصر نے سوچا کہ اس واقعہ سے ہم بدنام ہو چکے ہیں اگر ہم نے یوسف علیہ السلام کو کچھ نہ کہا تو لوگ ہماری اس عورت کو بھی برا کہیں گے اور برا سمجھیں گے اور اگر ہم یوسف علیہ السلام کو جیل میں بند کر دیں تو لوگ سمجھیں گے کہ قصور یوسف علیہ السلام کا ہوگا اسی لیے وہ جیل میں بند ہے اگر اس کا قصور نہ ہوتا تو اسے کیوں جیل بند کیا جاتا اس طرح کرنے سے کچھ بدنامی مل جائے گی تو انہوں نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصہ جیل میں بند کر دیں۔

یوسفؑ کی دعا کی قبولیت جیل کی شکل میں،

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۔ ع۳۵

یوسف علیہ کی صداقت کی نشانیاں دیکھنے کے بعد انہوں نے یہ طے کیا کہ اس کو کچھ عرصہ کے لیے جیل بھیج دیں۔

چنانچہ یوسف علیہ السلام کو انہوں نے جیل بند کر دیا :

جیل کے ساتھیوں کا خواب :

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ ع۳۶

اور داخل ہوئے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں دو نوجوان (دونوں کو خواب آئی) ایک نے کہا کہ میں خواب میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوں جس سے پرندے کھا رہے ہیں اے یوسف ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتایئے ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے ان سے تعبیر بتانے کا وعدہ کر لیا جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے اور یہ تسلی بھی دے دی کہ جو تعبیر میں نہیں بتاؤں گا وہ یقینی ہوگی کیونکہ تعبیروں کا علم مجھے میرے رب نے پڑھایا ہے اس سے اپنی نبوت کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ اس علم کو علم غیب نہ سمجھنا کیونکہ جو علم پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہو وہ علم غیب نہیں ہوتا۔

خواب کی تعبیر کا وعدہ!

قَالَ لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ۔

ع ۱۰۷

فرمایا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تم کو کھلایا جائے گا مگر میں تمہیں اس سے پہلے تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا کیونکہ یہ علم مجھے میرے رب نے سکھایا ہے (اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں تبلیغ کرنی شروع فرما دی کیونکہ پتہ تھا کہ اب یہ لوگ میری تقریر سنیں گے ان کو میرے ساتھ کام پڑ گیا ہے اپنے مطلب برآری کے طمع سے میرا بیان سنیں گے

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے یوسف علیہ السلام نے بیان شروع فرما دیا کہ میں نے ایسی قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

جیل کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت!

وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ

اور میں نے اتباع کی اللہ تعالیٰ کے ان انبیاء کی جو میرے باپ دادا تھے جن کے نام ابراہیم اسحاق اور یعقوب تھے۔

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۔ ع ۳۸

مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ اپنے باپ دادا کی ملت کی تشریح فرمائی کہ ہماری ملت میں شرک کی قطعًا کوئی گنجائش نہیں ترجمہ یوں ہے کہ ہم سے ممکن نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں یہ توحید اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہم پر اور ان لوگوں پر جن کو یہ توحید نصیب ہوگئی لیکن اکثر لوگ شکریہ ادا نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توحید کی نعمت سے نوازا ہے وہ انتہائی سعادت والے ہیں اس سعادت کا پتہ قیامت کے دن چلے گا جس دن اللہ تعالیٰ اپنے ان معزز مہمانوں کو فرشتوں کے جلوس سے جنت میں بھیجیں گے جس کا تذکرہ سورہ حم سجدہ رکوع ۲۴ پ ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ حٰمٓ سجدہ: ۳۰

یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارے پالنے والا صرف اللہ ہے پھر اس پر پختہ ہو گئے ان پر موت کے وقت یا بہشت میں داخلے کے وقت فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ آج کے بعد تم پر کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا اور تمہیں

مبارک ہو اس بہشت کی جس کا تم سے
وعدہ کیا گیا تھا الخ۔

پھر یوسف علیہ السلام نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ ع۵	اے جیل کے ساتھیو بتاؤ کئی پالنے والے متفرق بہتر ہیں یا ایک اللہ جو اکیلا سب پر زور والا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ محض نام ہیں جن کو گھڑ لیا تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ان کی معبودیت کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی نہیں حکم چلتا مگر صرف اللہ تعالیٰ کا اسی نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجا جائے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

اس آیت میں یوسف علیہ السلام نے پوری وضاحت کے ساتھ مسئلہ توحید سمجھا دیا کہ اے جیل کے ساتھیو کئی مشکل کشاؤں حاجت رواؤں کی پکار اور ان کی دہائی اور ان کے درباروں پہ دھکے بہتر ہیں یا رات دن ایک ہی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر صرف اسی کو پکارنا اور صرف ایک اسی در کی امید رکھنا بہتر ہے اس سوال کا واضح جواب یہی ہے کہ در در کے سوالی ہوتے سے صرف ایک در کا سوالی ہونا بہتر ہے پھر اس ایک کے سوا دوسرے سب محتاج اور مقہور مجبور ہیں وہ ایک سب پر زور والا ہے اس کے سوا جن جن کو حاجت روا مشکل کشا سمجھا جاتا ہے وہ حقیقت میں محتاج اور مشکلوں میں

پھنسنے والے ہیں ان کے نام مثلاً داتا مشکل کشا وغیرہ انہوں نے خود تجویز کیے ہیں اللہ کی طرف سے ان ناموں کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ان کا کوئی حکم قطعاً نہیں چل سکتا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے جس کو عزت دے اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جس کو ذلیل کر دے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا وغیر ذلک اس نے یہی حکم دیا ہے کہ میرے سوا کسی کو ہرگز نہ پکارا جائے کیونکہ یہی اس کی پوجا ہے لیکن اکثر لوگ مسئلہ توحید اور اس کی فضیلت سے ناواقف ہیں اسی لیے شرک کے مختلف راستوں میں بھٹک رہے ہیں اس تبلیغ توحید کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔

جیل کے ساتھیوں کے خواب کی تعبیر!

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۔
ع ۱۴

اے جیل کے ساتھیو ایک تم میں سے اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور لیکن دوسرے کو سولی پر چڑھایا جائے گا پھر پرندے اس کے سر کو نوچ کر کھائیں گے پورا ہو گیا وہ کام جس کے بارے تم پوچھتے ہو۔

یعنی جس کو یہ خواب آئی کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں وہ بری ہو جائے گا اور اس کی ملازمت بحال ہو جائے گی اور جس نے نیند میں دیکھا کہ میں سر پر روٹی اٹھائے جا رہا ہوں اور پرندے اس سے کھا رہے ہیں وہ پھانسی پر لٹکایا جائے گا پھر پرندے اس کو نوچ کھائیں گے۔

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ۔ (آیت ۴۲)

اور کہا اس کو جو بچنے والا تھا میرا ذکر کرنا اپنے مالک کے پاس تو شیطان نے اس کو اپنے مالک کے پاس یوسفؑ کا ذکر کرنا بھلا دیا اسی سبب سے رہے جیل میں چند سال ؛

یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام مختار کل ہوتے تو یوسف علیہ السلام اتنا عرصہ جیل میں نہ رہتے نیز اگر انبیاء علیہم السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو یوسف علیہ السلام بھی جیل کے اس ساتھی کے ساتھ حاضر و ناظر ہو کر اس کو یاد دلاتے کہ تو نے میرا تذکرہ اپنے مالک کے پاس کیوں نہیں کیا بلکہ خود بادشاہ سے مل کر اپنی داستان اس کو سنا دیتے کسی کو پیغام دینے کی کیا ضرورت تھی اور نیز اگر خود مشکل کشا ہوتے تو اتنا عرصہ مشکل میں پھنسے کی تکلیف کیوں اٹھاتے ۔

بادشاہ کا خواب ؛

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۔ (آیت ۴۳)

اور کہا بادشاہ نے بے شک میں نے دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں کو سات دبلی گائیں کھا گئیں ہیں اور سات خوشے سبز اور سات خوشے خشک ہیں اے میرے درباریو میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کی تعبیر بیان کر سکتے ہو ۔

جب اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بچانا چاہا تو اس وقت کے بادشاہ کو یہی خواب آئی جس کی تعبیر بیان کرنے سے بادشاہ کے درباری عاجز آ گئے بلکہ انہوں نے بادشاہ کے اس خواب کا مذاق اڑایا اور کہا۔

وَقَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ	اور انہوں نے کہا کہ یہ پراگندہ
وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ	خواب ہیں اور ہم ایسے پراگندہ
بِعٰلِمِيْنَ ۝ (آیت ۴۴)	خوابوں کو جاننے والے نہیں۔

یعنی اگر خواب صحیح ہو تو ہم اس کی تعبیر بتائیں یہ خواب تو معدہ کی خرابی اور تبخیر معدہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس کی تعبیر ہم کیسے بتائیں۔

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا	اور کہا اس شخص نے جس نے نجات
وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ	پائی ان دونوں میں سے اور یاد کیا
بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۔	بعد مدت کے میں بتاؤں گا تم کو اس
(آیت ۴۵)	خواب کی تعبیر مجھے بھیجو۔

یعنی مجھے جیل میں بھیجو وہاں بہت بڑا دانا خوابوں کی تعبیر کا بہت بڑا عالم رہتا ہے میں اس سے پوچھ کر تمہیں اس خواب کی حقیقی سچی تعبیر بتاؤں گا چنانچہ بادشاہ نے اسے بھیج دیا وہ جیل میں جاتے ہی بغیر خبریت پوچھے یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھنے لگ گیا اور یوسف علیہ السلام کے صبر کا کمال بھی دیکھو کہ انہوں نے بھی یہ نہیں کہا اے ظالم تو اتنا عرصہ کہاں رہا پہلے تو تنے مجھے یاد ہی نہیں کیا جب تجھے کام پڑا تو اسی وقت میرے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے دوڑتا آگیا ہے چلا جا جب تک تو مجھے جیل سے نہیں نکلوائے گا میں تجھے خواب کی تعبیر نہیں بتاؤں گا۔ یہ باتیں کہے بغیر یوسف علیہ السلام نے خواب کو سن کر فوراً اس کی تعبیر بتا دی تعبیر پوچھنے والے نے آتے ہی

اس طرح سوال کیا:

بادشاہ کے خواب کی تعبیر یوسف علیہ السلام بتاتے ہیں:

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ	اے یوسف صدیق ہمیں بتا کہ
اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ	سات موٹی گائیں کو سات دبلی گائیں
یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ	کھا گئیں اور سات خوشے ہرے اور
سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ	سات دوسرے خشک ہیں اس
لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ	خواب کی تعبیر بتا تاکہ لوگوں کو تیری
یَعْلَمُوْنَ ۝ (آیت ۴۶)	قابلیت کا علم ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے امتحان کے دو پرچے تھے ایک پرچہ امانت کے امتحان کا تھا اور دوسرا پرچہ علم و قابلیت کے امتحان کا تھا پہلے پرچے میں ایسے کامیاب ہوئے کہ صاحب خانہ کے رشتہ دار نے واضح دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ یوسف علیہ السلام واقعی امین تھے ان کا کوئی قصور نہیں خیانت امرءۃ العزیز نے کی ہے اور دوسرے پرچے میں بھی ایسے کامیاب ہوئے کہ وقت کے بادشاہ نے دیکھ لیا کہ اقتدار کی کرسیوں پر ناچنے والے انتہائی نااہل تھے وہ بادشاہ کے خواب کو تعبیر معدہ کہہ کر ٹال گئے لیکن یوسف علیہ السلام نے صرف خواب کی تعبیر ہی بیان نہیں کی بلکہ اس تعبیر کے مطابق امور مملکت چلانے کی تدبیر بھی سمجھا دی فرمایا:

قحط کو سنبھالنے کی تدبیر!

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۔ (آیت ۴۷، ۴۸)

تم کاشت کرو گے سات سال متواتر پھر جو کاٹو تو اس کو اسی خوشے میں رہنے دو مگر اپنے کھانے کی ضرورت کے لیئے دانے نکال لو پھر اس کے بعد سات سال خشک سالی کے آئیں گے جو کچھ تم نے پہلے جمع کیا ہو گا وہ سارا کا سارا ختم ہو جائے گا۔

مگر وہ جو تم آئندہ بجائی کے لیئے بیج رکھ لو گے ان دونوں آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یوسف علیہ السلام نے تعبیر کے بعد چودہ سال تک ملک چلانے کی کیسی عمدہ تدبیر بتلا دی اس تدبیر و تعبیر سے بادشاہ کو پتہ چلا کہ میری پارلیمنٹ کے وزیر مشیر باوجود نا اہل ہونے کے اقتدار کے کرسیوں پر براجمان ہیں اور نہایت اہل علم و دانش میرے ملک کی جیلوں میں بند ہیں اس سے بڑا بد بخت ملک کون ہو گا جس میں اہل علم لوگ پابند سلاسل ہوں اور نالائق لوگ حکومت کر رہے ہوں یوسف علیہ السلام نے پندرھویں سال کی بابت بھی پیش گوئی فرمائی جو یقیناً وحی پر مبنی تھی فرمایا:۔

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۔ (آیت ۴۹)

پھر ان چودہ سال کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو آسمانی پانی سے سیراب کیا جائے گا اور پھلوں کی کثرت پر انکو نچوڑ کر پئیں گے۔

جب قاصد نے یہ تعبیر اور تدبیر بادشاہ تک پہنچائی تو وہ حیران ہو گیا کہ ایسے دانا آدمی کو میری حکومت کے نا اہل لوگوں نے پابند سلاسل کیا ہوا ہے فوراً حکم دیا اس کو جیل سے نکال کر میرے پاس پہنچاؤ۔

بادشاہ اور یوسف علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ۔

(آیت ۵۰)

اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لاؤ پھر جب یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا قاصد پہنچا تو آپ نے فرمایا تو اپنے رب کے پاس جا اور اس کو کہہ کہ تحقیق کرے ان عورتوں کے معاملہ کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب تو ان کے مکروں سے بخوبی واقف ہے۔

یعنی یوسف علیہ السلام نے جیل سے باہر آنے کی یہ شرط لگائی کہ جب تک اس جرم کی تحقیق نہیں کی جائے گی جس کی وجہ سے میں جیل میں بند کیا گیا ہوں اتنے تک میں جیل سے باہر قدم نہیں رکھوں گا حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔

یعنی اگر میں جیل میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ یوسف علیہ السلام جیل میں رہے تو میں بلانے پر جیل سے باہر آجاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یوسف علیہ السلام کے صبر کی تعریف فرمائی۔ جب یوسف علیہ السلام نے بغیر تحقیق کے جیل سے باہر آنے سے انکار کر دیا تو اس وقت بادشاہ نے فوراً ان سب عورتوں کو بلا کر پوچھا:

یوسف علیہ السلام کے جرم کی تحقیق:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ ع ۵۱

تمہارا معاملہ کیا ہے جو تم نے یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کے لیے کیا ہے تو سب عورتیں بولیں ہم اس پر ذرہ برابر بھی برائی نہیں جانتی،

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب عورتیں امرأۃ العزیز سے مل کر یوسف علیہ السلام کو دام تزویر میں پھنسانا چاہتی تھی جب اُن سب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی براءت کا صاف اعلان کر دیا تو اب امرأۃ العزیز کے بیبے سوا اس کے چارہ ہی نہیں تھا کہ وہ یوسف علیہ السلام کی براءۃ کا اعلان کر دے تو اس نے کہا:

براءت یوسف علیہ السلام:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (آیت ۵۱)

امرأۃ العزیز نے کہا اب تو حق واضح ہو گیا ہے واقعی قصور میرا تھا اور یہ بالکل بے قصور اور سچا ہے۔

اب تو پوری مصر کی آبادی پر واضح ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام بے قصور تھے

مجرم صرف امرۃ العزیز تھی اب یوسف علیہ السلام نے اپنے معاملہ کی تحقیق کی وجہ بتائی کہ میں نے یہ تحقیق اس لیے کرائی ہے تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۔ (آیت ۵۲)

یہ اس لیے تاکہ وہ جان لے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی اور بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو نہیں چلنے دیتا۔

میں نے یہ تحقیق اپنے کمال کے دکھانے کے لیے نہیں کرائی۔

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آیت ۵۳)

اور میں اپنے نفس کی برات نہیں کرتا کیونکہ طبیعت انسانی برائی کی طرف حکم دیتی ہے مگر جس کو میرا رب بچائے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

یعنی یہ تحقیق میں نے صرف اپنی براءت نفس کے لیے نہیں کی کیونکہ برائی سے بچنا انسان کا اپنا کمال نہیں ہے بلکہ اس کے مالک کی مہربانی ہوتی ہے جس کو بچانا چاہتا ہے بچا لیتا ہے اور جس کو نہ بچائے وہ برائی میں پھنس کر ذلیل و خوار ہو جاتا ہے، جب یوسف علیہ السلام کے علم و فضل اور دیانت و امانت کا ڈنکا پورے ملک شام میں بجا تو اب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اپنا مشیر خاص بنانے کے لیے بلایا:

یوسف علیہ السلام کے لیے عہدہ مشیر خاص :

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ٥ (آیت : ۵۴)	اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لاؤ میں اس کو خالص کرتا ہوں اپنے نفس کے لیے پھر جب اس سے کلام کی تو کہا کہ بے شک تو آج دن ہمارے نزدیک بڑے مرتبے والا اور امانت والا ہے ۔

بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اپنا مشیر خاص رکھنا چاہا لیکن یوسف علیہ السلام نے فرمایا :

یوسف علیہ السلام کا مطالبہ :

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۔ (آیت ۵۵)	کہ اس زمین کے خزانے میرے سپرد کر دے بے شک میں حفاظت کرنے والا اور علم والا ہوں ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی طور یا مشیر خاص بنائے گئے جیسے بادشاہ کی مرضی تھی یا وزارت خزانہ آپ کے سپرد ہوئی جیسے آپ کی مرضی تھی بعد میں آپ کو مصر کی حکومت دے دی گئی جیسا کہ اگلی آیات میں اس کی وضاحت موجود ہے ۔

اقتدار یوسف علیہ السلام:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ٥

(آیت ۵۶، ۵۷)

اور اسی طرح ہم نے جگہ بنائی یوسف کی مصر کی زمین میں رہنا وہاں جہاں اس کی مرضی ہوتی ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور ہم نیک لوگوں کے انعام کو ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر بہت بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔

جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر بن گئے اور خوش حالی کے سات سالوں کے بعد خشک سالی کا دور شروع ہوا تو اس قحط کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر میں آئے غلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

برادران یوسف علیہ السلام کی آمد:

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ٥

(آیت ۵۸)

اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔

ؒ

برادران یوسفؑ کی واپسی :

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝
(آیت ۵۹، ۶۰)

اور جب ان کو پورا غلہ دے کر واپسی کے لیے تیار کیا تو ان کو کہا کہ جو تمہارا بھائی باپ کی طرف سے ہے اس کو اگلی مرتبہ ساتھ لانا کیونکہ میں تمہیں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں اچھا مہمان نواز ہوں پھر اگر تم اس کو نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا اور نہ تم میرے قریب آنے کی کوشش کرنا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان سے پہلی مرتبہ پوچھ گچھ کے درمیان سوال کیا ہوگا کہ کیا تمہارا کوئی دوسرا بھائی بھی ہے جو تمہارے ساتھ نہ آیا ہو تو انہوں نے جواب میں کہا ہوگا کہ ایک ہمارا بھائی باپ کی طرف سے ہے ہمارے ساتھ نہیں آیا اسی لیے یوسف علیہ السلام نے اس مرتبہ حکماً کہا کہ اس کو ضرور بالضرور ساتھ لانا ورنہ تمہیں قطعاً کسی قسم کا کوئی غلہ نہیں ملے گا۔ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ آیت ۶۱ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے اس کے باپ سے مطالبہ کریں گے کہ ہم اس کو اپنے ساتھ ضرور لے جائیں گے یعنی اس کو یہاں لانے کے لیے ہم اس کے باپ سے اصرار کے ساتھ مطالبہ کریں گے اگر وہ مان گئے جب انہوں نے یوسف علیہ السلام سے یہ وعدہ کر لیا اور جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں کو کہا :۔

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا

اور کہا اپنے نوکروں سے کہ

بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ (آیت ۶۲)

ان کے پیسوں کو ان کے سامان میں رکھ دینا تاکہ وہ اپنی رقم کو پہچان لیں جب گھر جائیں گے تاکہ جلدی واپس لوٹیں گے۔

کیونکہ یوسف علیہ السلام کو خطرہ تھا کہ اگر ان کو دوسری رقم نہ ملی تو شاید بہ جلدی واپس نہیں آئیں گے اسی لیے ان کی وہی رقم انہیں کے سامان میں رکھوا دی تاکہ جلدی سے میرے بھائی کو لائیں گے اور مجھے سکون قلبی حاصل ہوگا اس سارے واقعات میں نہ یعقوب علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ غلہ میرے پیارے بیٹے یوسف علیہ السلام سے لائے ہیں اور نہ ان بھائیوں کو پتہ چلا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ بتائے تو پیغمبروں کو بھی پتہ نہیں چلتا بتا دے تو پھر خواہ قیامت کی باتیں بتا دے اور بتانے سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم غیب نہیں ہوتا ۔

برادران یوسف علیہ السلام نے باپ سے بنیامین کو لے جانے کا مطالبہ کیا ۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ۶۳

پھر جب وہ واپس اپنے اباء یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹے تو انہوں نے کہا اے ابا جی ہم سے ایک اونٹ کا بوجھ غلہ کا روک دیا گیا ہے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیں تاکہ ہم ایک اونٹ غلہ کا زائد لائیں گے اور ہم اس

کی حفاظت بھی کریں گے۔

اس آیت سے عقیدہ توحید صاف ہو جاتا ہے کہ اب تک یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہیں چلا کہ غلہ تقسیم کرنے والا کون ہے مصر میں عزیز مصر کون ہے اگر عطائی علم غیب بھی ہوتا تو فرماتے کہ تمہیں غلہ دینے والا تو میرا پیارا یوسف ہے ادھر بنیامین کو بھیجنے کے لیے شرطیں لگانے کی کیا ضرورت تھی اور اسی طرح اگر مختار کل ہوتے تو مصر جا کر وہاں سے غلہ لانے کی کیا ضرورت اپنے بیٹوں سے کہتے کہ بیٹوں تم گھبراتے کیوں ہو اللہ نے مجھے خزانے دے دیئے ہیں میں خزانوں کو تقسیم کرنے والا ہوں میں تمہیں یہیں گھر میں بیٹھے بٹھائے مالا مال کر دونگا۔ نعوذ باللہ

یعقوب علیہ السلام کا جواب؛

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (آیت ۶۴)

فرمایا کیا میں اس پر تمہیں ایسے امانتی سمجھوں جیسے پہلے اس کے بھائی پر تمہیں امانتی سمجھا تھا پس اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے

یعنی یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تم وہی تو ہو کہ میں نے تم پر اعتبار کر کے یوسف علیہ السلام کو تمہارے سپرد کیا تھا لیکن تم نے یوسف علیہ السلام کو ایسے ٹھکانے لگایا کہ آج تک اس کے نام و نشان کا پتہ نہیں چلا چونکہ اس عبارت سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد میں کمی کا شبہ ہو رہا تھا اس لیے فوراً فرمایا کہ بہتر نگہبان اور محافظ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی سب سے زیادہ مہربان ہے میرا اعتماد تو صرف اسی

پر ہے وہی مجھے یوسف علیہ السلام ملائے گا لیکن تم نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا ہے۔ اس گفتگو کے بعد جب انہوں نے سامان کھولا:

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ۔
(آیت ۶۵)

اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے اس میں اپنی رقم کو پایا تو اپنے ابا کو کہنے لگے اے اباجی ہمیں اور کیا چاہیئے یہ ہماری وہی رقم ہمیں لوٹا دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں کے لیے خوراک لائیں گے اور اپنے اس بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ غلہ کا زیادہ لائیں گے کیونکہ پہلے لایا ہوا غلہ بہت تھوڑا ہے۔

یعنی سامان کھولنے کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ غلہ کی جو قیمت ہم ان کو دے آئے تھے وہی رقم بعینہٖ سامان میں موجود ہے تو بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب تو ضرور بالضرور ہمیں دوبارہ اس سخی بادشاہ کے پاس جانا چاہیئے کہ جس نے غلہ بھی دیا اور رقم بھی واپس کر دی اور اب اس مرتبہ چونکہ اس بادشاہ نے ہمیں اپنے بھائی کو ساتھ لانے کا حکم دیا ہے اس لیے اس کے حکم کی تعمیل ہمیں ضرور کرنی چاہیئے ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلی رقم بھی ہم سے لے لے اور نئی گندم بھی نہ دے جب انہوں نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے شدید اصرار کے ساتھ اپنے بھائی بنیامین کو ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں پر شرط:

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۔

(آیت ۶۶)

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا ہاں اگر اللہ تعالیٰ کو ضامن دو کہ اس کو ضرور اپنے ساتھ واپس لاؤ گے مگر یہ کہ تم سارے کسی چکر میں پھنس جاؤ پھر جب انہوں نے ضمانت دی تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اس معاہدہ پر اللہ تعالیٰ وکیل ہے۔

یہ آیت برہان قاطع ہے اس بات پر کہ یعقوب علیہ السلام کو ابھی تک عطائی علم غیب سے بھی پتہ نہیں چل سکا کہ مصر میں غلہ دینے والا بادشاہ کون ہے اگر معلوم ہوتا کہ مصر میں حکومت کرنے والا میرا پیارا یوسف ہے تو بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے میں ذرا توقف بھی نہ کرتے بلکہ فوراً بغیر ضمانت لیے ان کے ساتھ بھیجتے اور بنیامین کو کہتے کہ بیٹا مصر میں حکومت کرنے والا تیرا بھائی ہے جا اس سے ملاقات کر اور وہیں بھائی کے پاس رہ جاتا اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے نہ ذاتی طور اور نہ عطائی طور پر۔

یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کے لئے مشورہ :

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۔

(آیت ۶۷)

اور کہا اے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا اور میں اس تدبیر سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بچا نہیں سکتا کیونکہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے میرا بھی اسی پر بھروسہ ہے اور اسی پر ہی بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

یہ آیت بھی واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر یعقوب علیہ السلام کو پتہ ہوتا کہ وہاں میرے بیٹے کی حکومت ہے تو ایسی تدبیروں کے بتانے کی کیا ضرورت تھی یہ تدبیر تو اس لیے بتائی کہ کہیں لوگوں کو ان کے بارے شبہات نہ پیدا ہو جائیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو اکٹھے ہو کر آئے ہیں کہیں ڈاکو چور نہ ہوں اس شہر میں کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں کیونکہ اگر انہیں معلوم ہو کہ وہاں پر حکومت ان کے بھائی کی ہے تو وہاں خوف ہراس کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ نیز اس آیت میں فرمایا کہ میری تدبیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹل سکتی جس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا فیصلہ صرف اسی کا چلتا ہے جس کی عزت کا فیصلہ کر دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جس کو ذلیل کر دے اسکو کوئی عزت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ کے نبی قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھاتے ہیں جب تدبیر سمجھائی تو انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں میری اس تدبیر

سے میرے بیٹوں کے عقیدہ توحید میں فرق نہ آجائے اسی لئے فرمایا إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ الخ جو مسئلہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سمجھایا اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تائید فرمائی :-

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَإِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(آیت ۶۸)

اور جب اسی طرح مصر میں داخل ہوئے جیسے ان کے باپ نے انہیں سمجھایا تھا وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ہٹا سکتا تھا کچھ بھی صرف اس کے دل میں ایک ضرورت محسوس ہوئی جس کو اس نے پورا کیا اور بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے پڑھانے سے بڑے علم والا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم کی فضیلت بیان فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم صرف وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو اور جس علم سے اللہ تعالیٰ کی توحید نہ پہچانی جائے وہ علم علم نہیں بلکہ وہ جہالت ہے ۔

نیز انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی توحید کی پہچان ہوتی ہے ۔

یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ملاقات:

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (آیت ۶۹)

اور جب یوسف علیہ السلام پر داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے گلے لگایا اور اسے خفیہ کہا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں ان بھائیوں کے کاموں سے کوئی غم نہ کرنا۔

یعنی جب تک یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو نہیں بتایا وہ بھی پہچان نہیں سکا کہ یہ کون ہے یہاں گرچہ اپنے بھائی کو بتانے سے اسے معلوم ہو گیا کہ یہ میرے بھائی یوسف علیہ السلام ہے لیکن چونکہ باپ کو نہ اللہ تعالیٰ نے بتایا اور نہ یوسف علیہ السلام نے بتایا اس لیے اب تک بھی انہیں پتہ نہیں چلا کہ میرا پیارا بیٹا یوسف مصر کا بادشاہ بنا ہوا ہے وہ اسی طرح بدستور غم میں مبتلا تھے اس سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب والشہادہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

یوسف علیہ السلام کا بھائی کے لیے تحفہ اور چوری کا الزام:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ قَالُوْا وَ

پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کو غلہ دے کر واپسی کی تیاری کرادی تو جو غلہ ان کے بھائی کے لیے مخصوص تھا اس میں بھائی کے لیے بطور تحفہ کے ایک قیمتی پینے کا برتن رکھ دیا پھر

اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۔
(آیت ۷۱ تا ۷۲)

جب وہ غلہ لے کر واپس جا رہے تھے تو ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو تم چور ہو انہوں نے جواب میں کہا کہ تمہاری کونسی چیز گم ہوگئی ہے انہوں نے کہا بادشاہ کے مشروبات پینے کا ایک مخصوص برتن گم ہوگیا ہے اور جو شخص اس کو لا دے میں ایک زائد اُونٹ غلہ کا اسے بطورِ انعام دوں گا۔

یعنی اصل بات یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام نے تو بطور تحفہ کے اپنے بھائی کے سامان میں وہ پیالہ رکھ دیا تھا لیکن نوکروں کو یہ بات معلوم نہیں تھی اس لیے انہوں نے جب برتن سنبھالے تو وہ بادشاہ کا مخصوص پیالہ ان میں نہیں تھا انہوں نے یوسف علیہ السلام سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں اس پیالہ کی وجہ سے ہماری ملازمت ہی نہ ختم کر دیں پیالہ کو تلاش کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام کے انہیں بھائیوں کو چور ٹھہرایا کہ رات کو یہاں رہنے والے تو صرف یہی لوگ تھے ان کے سوا دوسرا کوئی یہاں تھا ہی نہیں تو دوسرا کیسے چور بن سکتا ہے تو پہلے انہوں نے پیار سے پیالہ مانگا کہ اگر تم وہ پیالہ دے دو تو تمہیں سزا کے بجائے الٹا انعام دیا جائے گا ان بیچاروں کو تو معلوم ہی نہیں تھا کہ پیالہ ہمارے کس بھائی کے سامان میں ہے نہ بنیامین کو معلوم تھا اور نہ دوسروں کو تو انہوں نے واضح طور پر انکار کر دیا کہ وہ پیالہ ہم نے بالکل نہیں چرایا اور نہ ہم چوری پیشہ ہیں۔

٭ ٭ ٭

چوری کی سزا:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِيْنَ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ (آیت ۷۳ تا ۷۵)	انہوں نے کہا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم یہاں مصر میں فساد کے لیے نہیں آئے تھے اور نہ ہم چور ہیں انہوں نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہو گئے تو تمہاری کیا سزا ہو گی انہوں نے کہا جس کے سامان سے تمہیں چوری مل جائے اسی کو پکڑ لو اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔

جب نوکروں کی اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی بات یہاں تک پہنچ گئی تو اس وقت یوسف علیہ السلام کو خبر ہو گئی کہ نوکروں نے میرے بھائیوں کو پیالے کی چوری میں ملوث کر کے بات یہاں تک پہنچا دی ہے تو اس وقت یوسف علیہ السلام بذات خود تشریف لائے اور یوسف علیہ السلام کو پتہ تھا کہ وہ پیالہ میرے بھائی بنیامین کے سامان میں ہے لیکن انہوں نے پہلے اپنے دوسرے بھائیوں کے سامان کو چیک کیا جس میں وہ پیالہ نہیں تھا پھر اپنے بھائی کے سامان سے وہ پیالہ نکال لیا یہ بات قرآن کی آیات کی نصوص میں یوں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بیلے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کردی:

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝
(آیت ۷۶)

پھر ابتدا کی ان کے برتنوں کو دیکھنے کی اپنے بھائی کے برتن سے پہلے پھر نکالا اس پیالہ کو اپنے بھائی کے سامان سے اسی طرح ہم نے تدبیر بنا دی یوسف کو ورنہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس پکڑ کر نہیں رکھ سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہم جس کے درجات کو بلند کرنا چاہتے ہیں کر دیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر علم والا ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا کے الفاظ واضح دلالت کرتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے یہ حیلہ نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یوسف علیہ السلام کے بیے یہ تدبیر بنا دی یعنی یہ قضیہ اتفاقیہ رونما ہو گیا اسی سے یوسف کے بیے اپنے بھائی کے بیے اپنے پاس رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے موقعہ فراہم کر دیا۔

یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام:

قَالُوْا اِنْ یَّسْرِقْ	انہوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی
فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ	ہے تو اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی
مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا	پہلے یوسف علیہ السلام نے اب بھی
یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَمْ	بات چھپی رکھی اور ان کو ظاہر نہ کیا دل
یُبْدِهَا لَہُمْ قَالَ اَنْتُمْ	میں کہا تم بہت برُے ہو طبیعت
شَرٌّ مَّکَانًا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا	کے لحاظ سے اور اللہ خوب جانتا
تَصِفُوْنَ (آیت ۷۷)	ہے اس چیز کو جس کو تم بیان کر رہے ہو

جب ظاہری شکل یہ بن گئی تھی کہ بنیا مین ہی چور ٹھہرائے گئے تھے تو انہوں نے اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے یعنی یوسف علیہ السلام نے بھی چوری کی تھی اس چوری کے بارے مفسرین دو باتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے نانے کے بت کو توڑ کر باہر پھینک دیا تھا اور جب وہ ان کے نانے کو نہ ملا تو کسی نے کہا کہ اس کو یوسف نے چوری اٹھا کر توڑ دیا ہے۔

۲۔ یوسف علیہ السلام کی پھوپھی کے پاس اپنے والد اسحاق علیہ السلام کا کمر بند تھا جو وراثت میں اسے ملا ہوا تھا اسی پھوپھی نے یوسف علیہ السلام کی تربیت کی تھی اور یوسف علیہ السلام سے اس کو سخت محبت تھی جب یوسف علیہ السلام کو ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنی بہن سے لینا چاہا تو بہن نے یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے اندر کمر بند باندھ دیا پھر تلاش کرنے کے

بعد کہا کہ میرا کمر بند یوسف علیہ السلام نے چوری کیا ہے لہذا میں اس کو واپس نہیں کروں گی
بیں اس کو چوری کے عوض اپنے پاس رکھوں گی بھائیوں نے اسی مشہور بات کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس بنیامین نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی
یعنی یوسف علیہ السلام نے بھی چوری کی تھی یوسف علیہ السلام نے یہ بات ان کی
زبانی سن کر بھی صبر کیا اور دل میں اسے چھپائے رکھا ظاہر نہیں کیا کہ ظالمو
وہ تو پھوپھی نے مجھے اپنے پاس رکھنے کے لیے چوری کی بات گھڑی تھی میں نے
کب چوری کی تھی صحیح بات یہ ہے کہ یہ کلمہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا کو یوسف
علیہ السلام نے دل سے کہا تھا یہ ان کے سامنے نہیں کہا یعنی دل میں کہا
بھائیو تم بہت بُرے ہو تم نے یوسف علیہ السلام کا بغض آج تک دل سے
نہیں نکالا اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اس بات کو جو تم بیان کر رہے
ہو بہر کیف جب یوسف علیہ السلام نے صبر سے کام لیا بات ختم ہوگئی
تو اس وقت وہی بھائی بنیامین کو چھڑا کر اپنے ساتھ باپ کی طرف لے
جانے کے لیے یوسف علیہ السلام کے سامنے درخواستیں دینے لگے۔

بھائیوں کی درخواست:

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ
لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ
اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
(آیت ۷۸)

کہنے لگے اے عزیز مصر اس کا
بہت بوڑھا باپ ہے ہم میں سے
کسی کو اس کے بدلے پکڑ لے بے
شک ہم تجھے بہت بڑا محسن
سمجھتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ (آیت ۷۹)

کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ ہم صرف اسے پکڑیں گے جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا اور اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو اس وقت ہم ظالم بن جائیں گے۔

بھائیوں نے بہت کوشش کی کہ باپ سے کیا ہوا عہد پورا کر سکیں پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی باپ کی نگاہ میں بے اعتبار سے نہ بن جائے لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ آج مدت سے بچھڑے ہوئے دونوں بھائی مل گئے ہیں وہ دونوں دل سے خوش تھے لیکن لانے والے دل سے بہت دکھی تھے کہ پہلے ہم نے دانستہ طور یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کیا اب اس دفعہ نادانستہ طور پر اپنے باپ کو دکھی کر بیٹھے اسی لیے جب بنیامین کو چھڑانے سے بے امید ہو گئے تو اس وقت انہوں نے میٹنگ کی جس میں یہ طے کیا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

بھائیوں کا آپس میں مشورہ :

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ

پھر جب اس سے بے امید ہو گئے تو انہوں نے الگ ہو کر میٹنگ کی ان میں سے بڑے نے کہا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کی ضمانت لی تھی اور اس سے پہلے تم نے یوسف علیہ السلام پر زیادتی کی تھی تو اب میں یہیں رہونگا

اَبِیۡٓ اَوۡ یَحۡکُمَ اللّٰہُ لِیۡ وَھُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ ۝ (آیت ۸۰)

باپ کی اجازت اور اللہ کے حکم کے بغیر واپس نہیں آؤں گا اور وہی بہتر حکم کرنے والا ہے۔

اس میٹنگ میں بڑے بھائی نے دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ اب میں اپنے باپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا کیونکہ اس نے پہلے یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی ہمیں ذمہ دار قرار دے رکھا ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیجا لیکن اب بنیامین بھی واپس نہیں جا سکتا تو اب باپ کی ناراضگی کی کوئی حد نہیں ہوگی نیز باپ کو بنیامین کے واپس نہ جانے سے دکھ بھی بہت ہوگا کیونکہ ان کے دل میں قسم قسم خیالات آئیں گے کہ شاید ان کا مقصد مجھ سے میرے دونوں پیارے بیٹوں کو جدا کرنا تھا یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے پہلے کو واللہ اعلم کہاں ضائع کیا اب دوسرے کے ساتھ واللہ اعلم کیا سلوک کر آئیں ہیں باپ شدت غم کی وجہ سے ہم سے کیسا سلوک کریں گے اس لیے میں تو اپنے باپ کو اتنے تک منہ نہیں دکھاؤں گا جب تک والد صاحب مجھے اجازت نہیں دیں گے یا جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے بے قصور ہونے کا حکم ہمارے ابا جی نہیں سنائیں گے۔

اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ ۝ (آیت ۸۱)

اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو اے ابا جی تیرے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم صرف اسی بات کی شہادت دیتے ہیں جس کو ہم نے دیکھا ہے اور ہم غیب جاننے والے نہیں ہیں۔

یعنی واپس جاکر اباجی کو مطلع کرو کہ آپ کے بیٹے پر چوری کا مقدمہ رجسٹرڈ ہوا ہے اور بھائی چونکہ جانتے تھے کہ بنیامین کو چوری کی عادت تو نہیں کیونکہ جو شخص گھر میں چوری نہیں کرتا وہ باہر جاکر کیسے چوری کرسکتا ہے اس لیے انہوں نے کہا ظاہر میں معاملہ اسی طرح ہوا ہے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیونکہ ہم عالم الغیب نہیں۔

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ	اور پوچھ لے اس بستی والوں سے
كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ	جس میں ہم گئے تھے اور اس قافلہ
اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَ اِنَّا	والوں سے جن کے ساتھ ہم واپس
لَصٰدِقُوْنَ ٥ (آیت ۸۲)	آئے ہیں اور بے شک ہم سچے ہیں۔

یعنی اس آیت میں انہوں نے اپنی سچائی کی شہادتیں پیش کیں۔

۱: شہادت کہ جس بستی میں ہم گئے تھے جہاں پر یہ واقعہ پیش آیا ہے وہاں جا کر آپ تحقیق کر لیں کہ اس دفعہ ہم نے کوئی فراڈ نہیں کیا جیسے ہم بیان کر رہے ہیں واقعہ اسی طرح سچا ہے کہ آپ کے بیٹے بنیامین کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

۲: شہادت جس قافلہ کے ساتھ ہم واپس آئے ہیں ان سے پوچھ لیں کہ واقعی یہی بات ہوئی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں یا اس میں ہم جھوٹ بولتے ہیں اس دفعہ بھی گرچہ وہ سچے تھے یعقوب علیہ السلام نے ان کو سچا نہیں سمجھا بلکہ آپ نے فرمایا:

یعقوب علیہ السلام بیٹوں کی تصدیق نہیں کرتے

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ	فرمایا نہیں بلکہ یہ بات بنائی ہے

اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ (آیت ۸۳)	تمہارے نفسوں نے پس صبر اصبر جمیل ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس واپس لائے گا بیشک وہی ہے جاننے والا حکمت والا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ اس مرتبہ یوسف علیہ السلام کے بھائی سچے تھے لیکن یعقوب علیہ السلام نے انہیں جھوٹا سمجھا اسی لیے فرمایا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۔ یعنی تم نے خود یہ جھوٹ گھڑا ہے حقیقتہً یوں نہیں ہوا جب بیٹوں کی یہ بات سنی تو ان سے بے امید ہو کر اللہ تعالیٰ سے یوں امید لگائی۔

یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے پرامید ہیں؛

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ ۸۳	مجھے اللہ تعالیٰ پر بڑی امید ہے کہ وہ میرے ان تینوں بیٹوں کو یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو اور تیسرے بڑے بیٹے کو اپنی رحمت سے میرے پاس پہنچائے گا کیونکہ صرف وہی سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس جملہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتے تھے اسی پر توکل کر کے اسی سے امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ جب بیٹوں سے بے امید ہو کر ان سے منہ موڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا تو یعقوب علیہ السلام کا دل دکھ اور غم سے بھر گیا یعقوب علیہ السلام کی اس

کیفیت کا ذکر اگلی آیت میں یوں ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا دکھ تازہ ہو گیا!

وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ	اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے
یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ	غم یوسف کا اور سفید ہو گئیں دونوں
ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ	آنکھیں ان کی غم کی وجہ سے پس وہ
فَهُوَ كَظِیْمٌ۔ (آیت ۸۴)	غم سے بھرے ہوئے تھے۔

یہ آیت تو انبیاء علیہم السلام کے علم غیب اور ان کے مختار کل ہونے اور حاجت روا مشکل کشا ہونے کی نفی پر واضح دلیل ہے کیونکہ اگر کوئی نبی ولی عالم الغیب ہو سکتا ہے تو یعقوب علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کو بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیئے تھا لیکن اگر یعقوب علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو اب غم کرنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے نیز غلہ بھی انہی کے واسطے سے گھر پہنچ رہا تھا تو اس وقت بجائے غم کے خوش ہونا چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پیارے بیٹے کو دنیا میں بھی بہت بڑی عزت دے رکھی ہے نیز اگر مختار کل ہوتے تو اپنے اختیار سے غم کو دور کر دیتے اور اپنی بینائی کو بچا لیتے اس طرح اگر حاجت روا مشکل کشا ہوتے تو کم از کم دوسروں کی نہیں اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کر لیتے اور اپنے آپ کو اس دکھ اور غم سے نجات دیتے لیکن اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق وہ تو سر سے لے کر پاؤں تک غم سے بھرے ہوئے تھے فَهُوَ كَظِیْمٌ کا یہی ترجمہ ہے اسی لیے یہ بات انتہائی معقول ہے کہ حاجت روا وہ ہوتا ہے جو خود محتاج نہ ہو اور جو محتاج ہو وہ کبھی حاجت روا نہیں ہو سکتا اسی طرح مشکل کشا وہ ہوتا ہے جو خود مشکلوں میں پھنسا ہوا نہ ہو مشکلوں میں پھنسنے والے کبھی مشکل کشا

نہیں ہو سکتے۔

جب یعقوب علیہ السلام نے آہ سرد بھر کر یوسف علیہ السلام کے فراق میں غم کا اظہار کیا تو اس کے جواب میں بیٹوں نے کہا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ	انہوں نے کہا اللہ کی قسم تو ہمیشہ
يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا	یوسف کو یاد کرتا رہے گا یہاں تک
اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ○	کہ تیری ہڈیاں گل جائیں گی یا تو ہلاک
(آیت ۸۵)	ہونے والوں میں سے ہو جائے گا۔

بیٹوں کی اس بات کے جواب میں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو نافعِ ضار سمجھتے ہیں!

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ	بے شک میں اپنی بے چینی اور غم
اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ	کی شکایت اللہ تعالیٰ کے حضور عرض
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○	کر رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف
(آیت ۸۶)	سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے تو نہیں رو رہا ہوں تو اپنے مالک کے سامنے رو رہا ہوں میں اپنے غم اور بے چینی کے ازالے کی درخواست اپنے مالک کے سامنے پیش کر رہا ہوں وہی میرا حاجت روا مشکل کشا ہے میرے اس غم کو وہی دور فرمائے گا نیز مجھے اپنے مالک سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں میں اس کی نوازشوں کو اتنا جانتا ہوں جتنا تم نہیں جانتے تم تو عام لوگوں کی طرح چند روز تک اس کی رحمتوں کے امیدوار رہ کر اس سے بے امید ہو جاتے ہو لیکن میری یہ کیفیت نہیں ہیں اب تک بھی اسی سے بہت بڑی امیدیں وابستہ

کئے ہوں اسی اگلی آیت میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے انہی بیٹوں کو کہا:

یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو یوسف کی تلاش کا کام سپرد کرتے ہیں:

يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا	اے بیٹو جاؤ یوسف علیہ السلام
مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ	اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور
وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ	اللہ کی رحمت سے بے امید نہ ہو
إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ	کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف
الْكَافِرُونَ ۝ (آیت ۸۷)	کافر بے امید ہوتے ہیں۔

کیا عالم الغیب اور حاجت روا مشکل کشا ایسی بات نہیں کر سکتا ہے عالم الغیب ہوتے تو صاف فرما دیتے کہ وہی میرا پیارا یوسف ہی تو حکومت کر رہا ہے اور اس کا بھائی بھی اس کے پاس ہے اس کو جا کر کہو کہ ابا جی آپ کو اور بنیامین کو بلا رہے ہیں آپ جلدی ابا جی کے پاس پہنچیں تاکہ ان کا غم دور ہو جائے۔ یا خود حاضر ناظر ہو کر وہیں اپنے بیٹوں کو مل لیتے یا اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی والی طاقت سے انہیں اٹھوا کر اپنے پاس منگوا لیتے ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ عقائد بالکل غلط ہیں الغرض جب بیٹے اپنے باپ کی بات مان کر مصر جا کر عزیز مصر یعنی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اس بات کا تذکرہ اگلی آیت میں یوں ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی تیسری مرتبہ یوسف علیہ السلام کے دربار میں

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا	پھر جب وہ یوسف علیہ السلام پر
يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا	داخل ہوئے تو انہوں نے کہا اے عزیز

الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔ (آیت ۸۸)	مصر ہمیں اور ہمارے بال بچوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم نہایت ہی کم پونجی لائے ہیں پس ہمیں پورا ماپ دے دے اور ہم پر صدقہ کر دے بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

اس دفعہ تو انہوں نے نہایت عجز و انکساری سے غلہ مانگا کہا کہ ہمارے کھوٹے سکوں کو نہ دیکھ اپنی سخاوت کو دیکھ اور ہمارے اور ہمارے بال بچوں کے فقر و فاقہ کو دیکھ یوں سمجھ کہ یہ غلہ میں مسکینوں پر اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کر رہا ہوں ان کے عجز و انکسار کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اب اپنے آپ کے اظہار کے سوا کوئی اور صورت مناسب نہ سمجھی تو اگلی آیت میں یوسف علیہ السلام نے اپنے اظہار کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ ان سے پوچھا،

یوسف علیہ السلام اور بھائیوں کا تعارف

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ۔ (آیت ۸۹)	فرمایا کیا تمہارے علم میں ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم جاہل تھے۔

اس آیت میں مختصر لفظوں میں یوسف علیہ السلام نے ان کے تمام کرتوتوں کی طرف اشارہ کر دیا جو انہوں نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کے ساتھ

بچپن میں کئے تھے یعنی ان کا حسد کرنا اور پھر یوسف علیہ السلام کو بہکا کر جنگل کے کے ویران کنویں میں ڈالنا پھر قافلہ کے ہاتھ بیچنا وغیر ذلک جب انہوں نے عزیز مصر کی زبانی یہ الفاظ سنے تو فوراً چونکے اور دل میں کہنے لگے عزیز مصر کو یوسف کا کیا پتہ کہیں یہ خود ہی یوسف نہ ہو چہرہ کا مطالعہ کیا چہرے پر بچپن کے آثار سے یقین ہو گیا کہ شاید یہی عزیز مصر وہی یوسف ہے جس کو ہم نے ذلیل کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے عزیز بنا دیا کہنے لگے۔

أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ قَالَ	کیا بے شک تو ہی یوسف ہے
أَنَا يُوسُفُ وَهٰذَا أَخِي	فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی
قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ	ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا
مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ	بے شک جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر
لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔	جائے اور صبر کرے اللہ تعالیٰ ایسے
(آیت ۹۰)	محسنین کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا محافظ نگہبان اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام بھی اسی کو ہی اپنا حاجت روا مشکل کشا مانتے ہیں اور اپنی ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا ہی احسان مانتے ہیں جب یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف کرایا تو فوراً انہیں اپنی سب برائیاں سامنے نظر آنے لگی اور انہیں احساس ہوا کہ اب یوسف علیہ السلام بادشاہ ہیں ہماری ایک ایک برائی کا ہمیں بدلہ دیں گے اس ڈر سے وہ نہایت ہی خوف زدہ ہو گئے اور یوں کہنے لگے۔

قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ	انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہے اللہ
اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا	تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی
لَخٰطِئِينَ (آیت ۹۱)	ہے اور بے شک واقعی ہم بڑے گنہگار تھے

اس اعتراف جرم کا اصل مقصد یوسف علیہ السلام سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگنی تھی اسی لیے یوسف علیہ السلام نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا اور فرمایا:۔

یوسف علیہ السلام بھائیوں کو معاف کرتے ہیں

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ	آج کے دن تم پر کسی قسم کا مواخذہ
يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ	نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے
اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ہ	اور وہی سب مہربانوں سے بڑا
(آیت ۹۲)	مہربان ہے۔

یہ لفظ کہہ کر یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے بعد اپنے قریشی بھائیوں کو اسی طرح انہی الفاظ کے ساتھ معاف کر دیا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کی خاطر نازل ہوئی کہ جیسے یوسف علیہ السلام کو ستانے والے بھائی ایک دن ذلیل ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے اسی طرح آپ کے یہ قریشی بھائی بھی اسی طرح ذلیل ہو کر آپ کے سامنے پیش ہو کر معافی مانگیں گے جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تو اس کے بعد ان کو اور ماں باپ کو مصر لانے کے لیے کہا اور ان کے ہاتھ اپنی قمیص بھیجی شاید کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا کہ تو اپنی قمیص اپنے باپ کے چہرہ پر ڈالنے کے لیے بھیج قمیص پہنچنے میں دیر ہو گی آنکھیں درست ہونے میں دیر نہیں ہو گی۔

فرمایا:۔

یوسف علیہ السلام کا باپ کے لیے تحفہ؛

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا	لے جاؤ میری اس قمیص کو
فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَأْتِ	اور ڈالو میرے ابو کے چہرہ پر
بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ	تو آنکھوں والا ہو جائے گا اور لاؤ میرے
اَجْمَعِيْنَ ٥ (آیت ۹۳)	پاس اپنے سارے کنبے کو۔

یہ یوسف علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قمیص سے یعقوب کی بینائی کو صحیح کر دیا معجزات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہوتا ہے لیکن اس سے پیغمبر کی رسالت کی تصدیق مقصود ہوتی ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انبیاء علیہم السلام مشکل کشا حاجت روا اور مختار کل ہوتے جیسا کہ بعض لوگوں کے عقائد ہیں تو یعقوب علیہ السلام بینائی زائل ہونے کی مرض میں مبتلا نہ ہوتے اور اگر کوئی کہے نبی تو کجا نبی کے کرتے نے نبی کو بینائی دے دی تو یہ کتنی غلط بات ہے کرتہ تو بے جان کپڑے کا ایک حصہ ہے۔ یہ شفا اللہ نے دی جیسے پتھروں سے پانی کا نکلنا پتھروں کا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔ اگر وہ کمال نبی کے کرتے میں تھا تو کم از کم نبی میں تو اس سے بدرجہا زائد کمال ہونا چاہیئے لیکن کیا نبی کا کرتا نبی سے زیادہ مقام رکھتا تھا حاشا وکلا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کو یوسف کی خوشبو پہنچی؛

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ	اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو
اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ	یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بے شک

یُوسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ ۝ (آیت ۹۴) — مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے اگر نہ ہو یہ بات کہ تم اس کو بوڑھوں کی بڑ سمجھو۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ قمیص لانے والے ابھی مصر سے روانہ ہو رہے ہیں لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دی اسی سے معلوم ہوا کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جب تک نہیں بتایا تو کنویں میں قریب پڑے ہوئے یوسف علیہ السلام کی نہ خوشبو آئی نہ پتہ چلا اور جب بتانا چاہا تو مصر کی دوری سے بھی خوشبو سنگھا دی اور پتہ بتا دیا لیکن بیٹے اس خوشبو کو باپ کی پرانی محبت کی خام خیالی سمجھتے ہوئے کہنے لگے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝ (آیت ۹۵) — کہنے لگے اللہ کی قسم تو محبت کے پرانے تخیل میں گرفتار رہے۔

باپ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہہ رہے تھے لیکن بیٹے وحی کو ظن اور تخمین سے ٹال رہے تھے بات وہی سچی جو وحی پر مبنی تھی کچھ دنوں یا گھنٹوں کی تاخیر سے جب قافلہ کے ساتھ واپس آنے والے بشیر نے آ کر خوشخبری سنائی جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ — پھر جب خوشخبری دینے والے نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو وہ بینائی والے ہو گئے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت

(آیت ۹۶) سے وہ چیز جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے
یعنی اللہ کی قدرتوں یا رحمتوں سے ناممکن کام بھی ممکن بن جاتے ہیں چنانچہ اس
طرح ہوا کہ ضائع شدہ بینائی کو اللہ تعالیٰ نے درست فرما دیا مِنَ اللّٰہِ کے لفظ
معلوم ہوا کہ جو انعامات یا نوازشیں انبیاء یا غیر انبیاء کو ملتی ہیں وہ سب کی سب
اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گم شدہ بیٹا بھی واپس
کر دیا اور ضائع شدہ بینائی بھی واپس کر دی باپ سے دھوکہ کر کے یوسف علیہ السلام
کو جا کر کنویں میں پھینکنے والوں کو اب اپنی وہ ساری حرکتیں سامنے نظر آنے لگیں
تو انہوں نے اپنے باپ سے گناہوں کے بخشوانے کی درخواست دی۔

بیٹے باپ سے معافی کی دعا کراتے ہیں:

قَالُوْا یٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ (آیت ۹۷)

کہنے لگے اے ابا جی ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی معافی مانگ بے شک ہم خطا کار تھے۔

یعنی اشارۃً کہا کہ آپ بھی ہمیں معاف کر دیں کیونکہ ہماری سازشوں سے آپ
کو بہت تکلیف پہنچی ہے نیز اللہ تعالیٰ سے بھی ہمارے لیے بخشش کی دعا
کریں تاکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف کر دے تو اس وقت یعقوب علیہ السلام
نے فرمایا:

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (آیت ۹۸)

عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بے شک وہی وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے بھی اشارۃً فرما دیا کہ میں نے تو تمہیں معاف کر دیا ہے لیکن

اپنے رب سے بھی تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا کیونکہ میرا رب بہت بخشنے والا مہربان ہے اصل مغفرت تو وہی ہے جو رب کی طرف سے حاصل ہو جائے اب غلطیوں کی اصلاح کے بعد باتفاق مصر کی طرف روانگی کا پروگرام بنایا جب مصر پہنچے ۔

ماں باپ اور بھائی چوتھی مرتبہ یوسف علیہ السلام کے دربار میں

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْشَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ۔ (آیت ۹۹)

پھر جب یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو گلے لگایا اور فرمایا مصر میں داخل ہو جاؤ انشاء اللہ امن والے ہو کر رہو گے ۔

کیونکہ اب آپ یہاں ایسی جگہ پر تشریف لائے ہیں جہاں ہماری اپنی حکومت ہے یہاں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی انشاء اللہ کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر یوسف علیہ السلام کی توحید پر پختگی اور اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کا بھرپور مظاہرہ ملتا ہے اور حقیقت بھی اسی طرح ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف دینا چاہیں تو اس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اور اگر کسی کو خیر پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا ۔

بھائیوں نے سجدہ کیا ماں باپ نے نہیں؛

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

(آیت ۱۰۰)

اور یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور بھائی سجدے میں گر گئے اور یوسفؑ نے کہا اے اباجی یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے اس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور مجھ پر احسان کیا اس لیے کہ مجھے جیل سے نکالا اور تم کو جنگل سے لایا بعد اس کے کہ دشمنی ڈال دی تھی شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان بے شک میرا رب باریک حکمتوں والا ہے اس کام کے لیے جو چاہے بے شک وہی وہی بہت علم والا حکمتوں والا ہے۔

جب یوسف علیہ السلام کے پاس ماں باپ پہنچے تو ان کو اپنی جگہ مسند خلافت پر بہت اعزاز کے ساتھ بٹھایا لیکن بھائی اپنی شکست تسلیم کر کے یوسف علیہ السلام کو راضی کرنے کے لیے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے آگے یہ مذکور نہیں کہ ان کے اس عمل کو یوسف علیہ السلام نے پسند کیا یا نہیں حقیقت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ہرگز ان کے اس عمل کو پسند نہیں کیا ہو گا بلکہ ان کو رد کا ہو گا کہ سجدہ میرے رب کا خاص حق ہے اس میں تم مجھے ہرگز شریک نہ بناؤ

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ	پوچھ لے ان رسولوں سے جن کو
قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ	ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا ہے کیا
اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ	ہم نے کسی کی شریعت میں اللہ تعالیٰ
الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔	کے سوا کسی کی پوجا کرنے کی اجازت
(زخرف رکوع ۴ آیت ۴۵)	دی ہے۔

اہل علم کی اصطلاح ہے عدم ذکر عدم وقوع کو مستلزم نہیں یعنی کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کو لازم نہیں یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان کو سجدہ سے روکا ہوگا لیکن اس روکنے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں باقی رہا یہ مسئلہ کہ ماں باپ نے بھی سجدہ کیا یا نہیں قرآنی الفاظ سے یہ بات واضح ہے کہ ماں باپ نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ کا معنی یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نیچے کھڑے رہے اور ماں باپ کو تخت شاہی پر اونچا بٹھا دیا اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید میں یوں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو خواب آئی تو یوں دکھایا گیا کہ گیارہ ستارے اور سورج چاند سب سجدہ کر رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

کہ قرآنی الفاظ میں غور کریں

رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا	میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ	اور سورج اور چاند کو میں نے دیکھا
لِيْ سٰجِدِيْنَ ۔ یوسف : ۴	ان کو اپنے لیے سجدہ کرنے والے۔

پہلے رَاَیْتُ کے مفعول گیارہ ستارے اور سورج چاند ہیں لیکن دوسرے رَاَیْتُ میں ضمیر ھُمْ مفعول ہے جس کا مرجع صرف گیارہ ستارے ہوں گے کیونکہ

پیغمبر کا خواب سچا ہوتا ہے جیسے خواب ہو ویسے اس کی تعبیر ہوتی ہے لیکن یہاں تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں بھی سجدہ کرنے والے صرف بھائی تھے کیونکہ تعبیر میں سجدہ کرنے والے صرف وہی بھائی تھے۔

بہرکیف جب اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے خواب کو سچا کر دکھایا تو وہیں کھڑے ہوئے یوسف علیہ السلام کی توجہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف پھر گئی تو پہلے اپنے اباجی کو مخاطب کر کے کہنے لگے اے اباجی میرے رب نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور اس نے تو مجھ پر بہت بڑے احسان کے یعنی مجھے جیل سے نکال کر عزیز مصر بنا دیا اور تمہیں جنگل سے نکال کر مجھ سے ملا دیا بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان دشمنی ڈال دی تھی یوسف علیہ السلام کے ان الفاظ میں کتنی عاجزی اور انکساری ہے کیونکہ عداوت تو صرف یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں تھی یوسف علیہ السلام کے دل میں تو ہرگز نہیں تھی لیکن انداز بیان سے محبت کا اظہار یوسف علیہ السلام کے تواضع کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگ گئے۔

یوسف علیہ السلام کی دعا،

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ	اے میرے رب تو نے تو مجھے
الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ	بادشاہی دی اور تو نے مجھے خوابوں
تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ	کی تعبیروں کا علم دیا اے آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ	زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا متولا

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. (آیت ۱۰۱)

ہے دنیا آخرت میں مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے اور مجھے نیکوں میں شامل کر؛

پہلے اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد کئے مثلاً

(۱) یہ کہ اے میرے رب تو نے مجھے شاہی دی۔

(۲) تو نے مجھے خوابوں کی تعبیروں کا علم دیا۔

(۳) تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۴) تو میرا متولی ہے دنیا آخرت میں ان چار انعامات کو ذکر کرنے کے بعد دعا کی۔

(۱) اے میرے رب جب تو مجھے موت دے تو اس وقت میرے عقیدہ وعمل کی یہ کیفیت ہو کہ میں تیرا پورا فرماں بردار ہوں۔

(۲) موت کے بعد میرا ٹھکانہ صالحین کے ساتھ ہو یعنی جہاں صالحین جنت میں رہائش پذیر ہیں مجھے بھی جنت میں ہی داخل فرمانا۔

یوسف علیہ السلام کے اس پورے واقعہ کو ذکر کرتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ (آیت ۱۰۲)

یہ غیب کی خبر ہے ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب انہوں نے اپنے کام کے بارے میٹنگ کی اور وہ مکر کر رہے تھے۔

یعنی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کا سارا

واقعہ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیئے غیب تھا ہم نے وحی کے ذریعہ تجھے اس واقعہ پر مطلع کیا کیونکہ تو اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھا جب وہ سب بھائی اکٹھے ہو کر میٹنگ کر رہے تھے کہ یوسف کو اپنے باپ سے کیسے جدا کریں کسی نے کہا اس کو قتل کر دو اور کسی نے کہا کہ جنگل کے ویران کنویں میں ڈال دو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ عطائی علم غیب کی وجہ سے عالم الغیب تھے اور نہ ذاتی علم الغیب سے ورنہ انہیں وحی کے ذریعہ واقعہ بتانے کی کیا ضرورت تھی نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر و ناظر بھی نہیں تھے کیونکہ اگر وہاں حاضر و ناظر ہوتے تو پھر بھی وحی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

اس اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی فرمایا:

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ (آیت ۱۰۳)	اور اکثر لوگ اگرچہ آپ حرص کریں ایمان لانے والے نہیں۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ایمان لانے پر حرص فرماتے تھے یعنی آپ چاہتے تھے کہ سارے کافر مسلمان ہو جائیں لیکن کافر ایمان لانے کے بجائے الٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے پیارے نبی اگرچہ آپ ان کے ایمان لانے پر حرص فرماتے ہیں لیکن وہ آپ کے حرص اور خواہش کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آپ مختار کل نہیں تھے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلی اختیارات دئے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

کلی اختیارات سے سب کو مومن بنا دیتے اگلی آیت میں ایمان نہ لانے کے ایک سبب کا ازالہ ہے۔

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (آیت ۱۰۴)

اور تو ان سے اس تبلیغ قرآن پر اجرت کا سوال ہی نہیں کرتا پھر بھی کیوں نہیں مانتے یہ تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے

یعنی ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ تو ان سے اجرت کا سوال کرتا تو وہ اس اجرت کے بوجھ کی چٹی سے اعراض کرتے۔

جیسا کہ سورہ طور میں آتا ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۔ طور : ۴۰

کیا تو ان سے اس تبلیغ پر اجرت کا سوال کرتا ہے جس کی چٹی کے بوجھ سے وہ اعراض کرتے ہیں۔

کئی بے علم لوگ اس آیت سے مبلغین کی خدمات کو حرام ٹھہراتے ہیں حالانکہ سارے قرآن مجید میں ایسی آیت جہاں وارد بھی ہوئی ہے وہاں ایمان نہ لانے والے کافروں کی بات ہے کسی ایک مقام پر بھی ایمان والوں کی بات نہیں اور آج مبلغین کی خدمت کرنے والے مؤمنین ہیں وہ اپنے اہل حق داعین کی خدمت ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس مسئلہ پر میں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں پوری تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں قرآن اور تبلیغ قرآن کے بارے میں رسول اللہ کی رسالت کا ذکر تھا اگلی آیت میں تبلیغ قرآن کے مقصد توحید کی طرف اشارہ ہے فرمایا :

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي

اور بہت سی نشانیاں آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۔ (آیت ۱۰۵)

زمین میں ہیں جن پر لوگ غفلت سے گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔

یعنی زمین و آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بہت سے نشان موجود ہیں جو انسان کو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ساری کائنات میں منفرد کارساز صرف وہی ایک ذات ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں لیکن لوگوں کی اکثریت ان نشانوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھتے نہیں اور اگر کئی لوگ سمجھتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر جاتے ہیں اسی لیے اگلی آیت نے اس کی وضاحت کر دی ہے فرمایا!

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (آیت ۱۰۶)

اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان میں سے مگر حالانکہ وہ مشرک ہوتے ہیں۔

یعنی لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کو شرک کے ساتھ مانتی ہے توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ماننے والے بہت کم لوگ ہیں حالانکہ معتبر ایمان وہی ہے جو توحید کے ساتھ ہو شرک کی تو پڑھی ہوئی نمازیں روزے حجیں زکوتیں سب برباد ہیں اور مشرک کا ایمان باللہ بھی معتبر نہیں جیسے کہ سورۃ انعام میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

انعام: ۸۳

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی انہیں لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر شرک کرتے ہیں ان کے لیے دنیا آخرت میں امن نہیں اور نہ وہ لوگ ہدایت والے ہیں۔ اس سے اگلی آیت میں مشرکین کو دنیوی اخروی عذاب سے ڈرا کر توحید کی طرف

متوجہ کیا جارہا ہے فرمایا:۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ	کیا پس نڈر ہوگئے ہیں اس بات سے
غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ	کہ آئے ان پر بے ہوش کرنے والا اللہ
اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً	کا عذاب یا آئے ان پر قیامت اچانک
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔(آیت ۱۰۷)	اور انہیں معلوم بھی نہ ہو۔

یعنی جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے یا قیامت سے بے خوف ہو گئے ہیں حالانکہ انہیں تو ڈرنا چاہیئے کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت اچانک انہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں پھر اس وقت کوئی حاجت روا مشکل کشا کام نہیں آئے گا اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاؤ کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کو پیش کیا گیا ہے کہ اس دعوت پر عمل سے نجات ہوگی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا	تو کہہ میری یہی راہ ہے میں اللہ تعالیٰ
اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ	کی طرف بلاتا ہوں میں بصیرت پر ہوں
اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ	اور میری اتباع کرنے والے اور اللہ
اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔	پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں
(آیت ۱۰۸)	سے نہیں ہوں۔

یعنی قرآن مجید کی طرف اشارہ کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا راستہ یہی قرآن ہے اور قرآن کی دعوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا خلاصہ توحید ہے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں کہ سب کچھ کرنے والا صرف اسی کو سمجھو یہی بصیرت ہے جو اس سے محروم ہے وہ نور بصیرت سے محروم ہے میں محمد بصیرت پر ہوں اور جو شخص میری اتباع کرے گا وہ بھی بصیرت پر ہے جو اس سے محروم ہے وہ نور بصیرت سے محروم ہے میں

کہ اللہ تعالیٰ شریکوں سے پاک ہے

اس کو شریکوں سے پاک سمجھنا ہی نور بصیرت ہے اور فرمایا میں محمد شرک کرنے والوں کا ساتھی نہیں ہوں جو لوگ میری اتباع کرنے والے ہوں گے وہ بھی شرک کرنے والوں سے بیزار ہوں گے۔

سبحان اللہ کے بعد وما انا من المشرکین کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ سبحان اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شریکوں سے پاک ہے آگے اشارہ فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تمام انبیاء کی دعوت ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (آیت ۱۰۹)

اور ہم نے نہیں بھیجے تجھ سے پہلے مگر آدمی بستی والوں سے ہم انکی طرف وحی کرتے ہیں کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کیسے ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور پختہ بات ہے آخرت کا گھر ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہوگا کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے۔

اس آیت سے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کے سب انسان تھے ان کی طرف ہم شرک سے بچنے اور توحید پر استقامت کے لیے وحی کرتے رہے لیکن لوگوں نے شرک کو نہ چھوڑا اور پیغمبروں کی بے فرمانی کرتے رہے بالآخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور تباہ برباد کر دئے گئے۔

سورہ روم پ۲۱ میں ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ۔ (آیت ۴۲)	تو کہہ چلو زمین میں پھر دیکھو کیسے ہوا انجام ان لوگوں کا جو پہلے تھے، اکثر ان میں سے مشرک تھے۔

آخرت کا بہترین گھر موحدوں کے لیے ہوگا جیسے فرمایا،

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ حٰمٓ السجدہ: (آیت ۳۰)	بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے پھر اسی پر پختہ رہے ان پر موت کے وقت فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے آج کے بعد تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم اور تمہیں مبارک ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس سے اگلی آیت میں بیان توحید پر انبیاء کی آزمائش

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ یوسف: (آیت ۱۱۰)	حتی کہ جب رسول کافروں کے ایمان سے بے امید ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ہم جھٹلائے گئے ہیں تو آگئی ان کے پاس ہماری مدد پھر وہی بچائے گئے جن کو ہم نے بچانا چاہا اور ہمارا عذاب مجرموں سے ہٹایا نہیں جا سکتا

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں

مبتلا کر دیتے ہیں ان پر بہت مشکلیں آتی ہیں ان مشکلوں میں اللہ تعالیٰ ہی ان کی مدد فرماتے ہیں.
مثلاً اس آیت میں ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے مسئلہ توحید بیان کیا تو کافروں نے ماننے کے بجائے ستانا شروع کیا نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ رسول بے امید ہو گئے کہ اب ان میں سے کوئی چھوٹا بڑا ایمان نہیں لائے گا۔

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا کی تفسیر یوں منقول ہے کہ رسولوں نے یقین کیا کہ اب شاید مومن بھی انہیں جھٹلا دیں گے اَنَّهُمْ اَیِ الْاَتْبَاعُ قَدْ كُذِبُوْا سَيُكَذِّبُوْنَهُمْ یعنی اب اپنے بھی بیگانے ہو جائیں گے تو اس وقت ہماری امداد رسولوں تک پہنچ گئی یعنی رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو بچا دیا گیا اور کافروں کو تباہ برباد کر دیا گیا۔

آخری آیت میں قصوں کے بیان کی وجہ بتانے کے بعد قرآن کی صداقت کا بیان ہے ا۔

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ. (آیت ۱۱۱)	البتہ تحقیق ان واقعات میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے یہ کتاب گھڑی ہوئی بات نہیں لیکن یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آ چکی ہیں اور دین کی ہر شئی کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ماننے والی قوم کے لیے۔

یعنی واقعات کے بیان کرنے کا مقصد عقل والوں کے لیے عبرت ہے وہ واقعات سے عقائد و اعمال اور اخلاق کے اصلاح کی عبرت حاصل کرتے ہیں نیز یہ کتاب محمد رسول اللہ کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری

ہوئی ہے دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے محمد رسول اللہ تو پہلی کتابوں کو جانتے ہی نہیں تھے نیز اس میں عقائد کے مسائل کی تفصیل موجود ہے اعمال و اخلاق کے مسائل کی پوری تفصیل حدیث میں ہے۔ بہرکیف یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(سورۃ یوسف اختتام کو پہنچی)

ایوب علیہ السلام کا واقعہ

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ	اور ایوب کا واقعہ بیان کرو جب
اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ	اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے
اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا	تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں
لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ	سے بڑا مہربان ہے پھر ہم نے اس
اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ	کی دعا کو قبول کیا اور اس کی تکلیف کو
مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا	دور کیا اور ہم نے اس کو اس کا کنبہ
وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝	دیا اور ان کے برابر ان کے ساتھ
سورہ انبیاء	یہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور
آیت ۸۳ تا ۸۴	نصیحت عبادت کرنے والوں کے
	لیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لوگوں کو میرے پیارے ایوب علیہ السلام کا واقعہ سنا یئے تاکہ ان لوگوں کو مسئلہ توحید سمجھ آجائے کہ حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے عطائی طور پر بھی انبیاء اولیاء کو مختار کل یا حاجت روا مشکل کشا بنایا ہوتا تو کم از کم وہ خود تو مصائب کا شکار نہ ہوتے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار سے اپنے آپ کو مصائب سے بچا لیتے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار

اور طاقت سے اپنی حاجتوں کو خود رفع کر لیتے یا اپنی حاجتوں کو خود پورا کر لیتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اللہ تعالیٰ جب چاہتے ان کی حاجتوں اور مشکلوں میں ان کی مدد کرتے ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے بھی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب ایوب علیہ السلام کو تکلیف پہنچی جس سے ان کے بال بچے اور مال وغیرہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر ان کے جسم میں تکلیف شروع ہو گئی اور وہ تکلیف اس حد تک رہی کہ لوگ ان سے متنفر ہونے لگے۔ اور شیطان نے اسی مصیبت میں ایوب علیہ السلام کی بیوی کے ذریعہ ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہا لیکن اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام نے معلوم کر لیا کہ اب شیطان اسی مصیبت کے ذریعے ہمارے ایمان کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی دعا اور پکار کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کی اس مصیبت کو دور کر دیا اور جتنے بال بچے اور مال مرے تھے سب کو زندہ کر دیا اتنے اور اس سے دگنے دوسرے دے دیئے پھر فرمایا یہ ہماری طرف سے ایوب علیہ السلام پر رحمت تھی اور اسی کے ذریعے ہم نے تمام عبادت گزاروں کو بتا دیا کہ جو بھی مجھے پکارے گا تو میں اس کی حاجت روائی مشکل کشائی کروں گا۔

اور سورۃ ص پ ۲۳ رکوع ۴ میں ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ	اور ذکر کر ہمارے بندے ایوب
اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ	علیہ السلام کا جب اس نے پکارا اپنے
الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ	رب کو کہ مجھے شیطان نے تکلیف

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۔

ص : ۴۱ تا ۴۴

اور عذاب پہنچایا ہے اپنا پاؤں زمین پر مار یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی اور پینے کا ہے اور ہم نے اس کو اس کے بال بچے بخش دئے اور اتنے اور ان کے ساتھ دئے یہ ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت ہے اور پکڑلے اپنے ہاتھ میں تنکے اور مار دے ان کو اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اس کو صابر پایا بہت اچھا بندہ وہ اللہ کی طرف بہت جھکنے والا تھا۔

سورۃ انبیاء میں دعا کے الفاظ میں ہے کہ اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے اور سورۃ ص میں ہے کہ اے میرے رب مجھے شیطان نے تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے سورۃ ص کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان طبیب کی شکل میں آیا اور ایوب علیہ السلام کی بیوی کو شرکیہ بات کا مشورہ دیا کہ فلاں جگہ پر بکرے وغیرہ کی نذر مانو تو تمہارا مریض تندرست ہو جائے گا تو ایوب علیہ السلام کو جب بیوی نے یہ بات بتائی تو ان کو سخت غصہ آیا کہ تو شیطان کے پاس کیوں گئی وہ تو ہمارا ایمان برباد کرنا چاہتا ہے اس لیے قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا بعض کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کی بیوی اپنے سر کے بال منڈا کر ان کے لیے غذا لائی تھی تو ایوب علیہ السلام نے اسکا

کے سر منڈانے پر یہ قسم اٹھائی تھی صحیح بات پہلی ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کو شرکیہ بات پر ہی سخت غصہ آتا ہے۔ بیوی نے شیطان کا شرکیہ مشورہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ وہ صرف اس لیے گئی تھی کہ یہ طبیب ہے شاید اس کے پاس کوئی ایسی دوائی ہو جس سے میرے خاوند کو شفا ہو جائے لیکن شیطان نے موقعہ پا کر شرکیہ مشورہ دینے کی کوشش کی تاکہ وہ مصیبت سے بچنے کے لیے شاید میرے مشورہ پر عمل کر لیں گے۔

نیز مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان ایوب علیہ السلام کے پاس آکر یہ کہتا ہو کہ اسے اللہ کے پکارنے والے اللہ نے تجھے کیا دیا تو غیر اللہ کو پکار پھر دیکھ کیسے شفا ہوتی ہے بہرکیف شیطان نے طعنوں سے بہت تنگ کر رکھا ہے مہربانی فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر پاؤں کو مار زمین پر پاؤں کو مارنے سے تیرے لیے چشمہ پیدا کر دوں گا جس میں نہانے اور پینے سے تو تندرست ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایوب علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا اللہ تعالیٰ نے چشمہ پیدا کر دیا جس سے انہوں نے پیا اور غسل کیا پینے سے اندر کی بیماری چلی گئی اور نہانے سے باہر کی مرض دور ہو گئی جب تندرست ہو گئے تو اب بیوی کو یا تو کوڑے مار کر قسم پوری کرتے یا قسم توڑ کر اس کا کفارہ دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں سو تنکے اکٹھے کر کے پکڑ لے اور وہی سو تنکے بیوی کو مار دے تیری قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ ایک جھاڑو جس میں سو تنکے تھے پکڑ ایک مرتبہ بیوی کو مار دے تو قسم پوری ہو گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیوی بھی مومنہ تھی اس کے ایمان میں بھی تذبذب اور شرک کی ملاوٹ نہیں تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو کوڑوں سے بچا لیا۔

قوم یٰسین کا واقعہ اور ذکر مرد مؤمن

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا
أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا
الْمُرْسَلُونَ إِذْ أَرْسَلْنَا
إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا
فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا
إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ قَالُوا
مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
وَمَا أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن
شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ
قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ
لَمُرْسَلُونَ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ قَالُوا
إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن
لَّمْ تَنتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ
وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا عَذَابٌ
أَلِيمٌ قَالُوا طَائِرُكُم
مَّعَكُمْ أَئِن ذُكِّرْتُم

اوران کے لیے بیان کر مثال
بستی والوں کی جب ان کے پاس رسول
آئے جب ہم نے ان کی طرف دو
رسول بھیجے تو انہوں نے ان کو جھوٹا
کہا تو ہم نے ان کی تیسرے رسول
سے تائید کی پھر تینوں نے کہا بے شک
ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں قوم نے
کہا تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو اور
اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری تم جھوٹ
ہی بولتے ہو رسولوں نے کہا ہمارا رب
جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف
ہی بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ
صرف واضح طور سمجھا دینا ہے قوم نے
کہا بے شک ہم تمہاری وجہ سے بری
فال پکڑتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم
تمہیں پتھروں سے مار ڈالیں گے اور
تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۔ (پ ۲۲ سورہ یٰسین رکوع ۱ آیت ۱۳ تا ۱۹)

پہنچے گا رسولوں نے کہا تمہاری بری فال تمہارے ساتھ ہے اگر تمہیں سمجھ آجائے بلکہ تم شرک کرنے والی قوم ہو ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بستی میں پہلے دو رسول بھیجے بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا پھر ہم نے ان کی تائید و تصدیق کے لیے تیسرا رسول بھی ان کے ساتھ کر دیا پھر تینوں رسول اکٹھے ہو کر اس بستی والوں کے پاس گئے اور ان کو کہا اے بستی والو ہم تینوں اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں جو کچھ ہم تمہیں سمجھا رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو قبول کر لو انہوں نے جواب میں کہا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو یعنی جیسے ہم صرف بشر ہیں رسول نہیں اسی طرح تم بھی بشر ہو رسول نہیں ہو کیونکہ اس کی تائید اگلے جملے میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی وحی یا پیغام رسالت نازل نہیں کیا تم اللہ پر جھوٹ بولتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقولہ کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو اس کا مطلب یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہو رسولوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا

رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۔

یعنی ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ۔

اور ہمارے ذمے صرف صحیح بات تمہاری طرف پہنچانی ہے جس کی تبلیغ ہم نے کر دی ہے قوم نے کہا تو جھوٹے ہو اور تمہارے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب سے تم نے تبلیغ شروع کی ہے اسی دن سے اس علاقے میں بیماریاں بڑھ گئی ہیں نحوست زیادہ ہو گئی ہے پیداوار کم ہونا شروع ہو گئی اور بارشیں بند ہو گئی ہیں اسی نحوست کو انہوں نے بری فال سے تعبیر کیا اس کے جواب میں

اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے کہا کہ یہ تمہاری بری فال اور نحوستیں ہماری تبلیغ کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے ہیں آج ہمارے مسئلہ کو مان لو تو پھر دیکھو کہ اللہ کی برکتیں اس علاقہ پر کیسے برستی ہیں یعنی یہ بری فالیں اور بے برکتیاں ہمارے بیان توحید کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے توحید سے انکار اور تمہارے شرک کی وجہ سے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے تینوں رسولوں کے بیان کو نقل نہیں کیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو کونسا مسئلہ سمجھایا جس کی وجہ سے انہوں نے ان رسولوں کو جھوٹا کہا ان تینوں رسولوں کے بیان کو اللہ تعالیٰ نے اس مرد مؤمن کی تقریر کے ضمن میں نقل کیا ہے جس نے ان تینوں رسولوں کی تقریروں کو سن کر ایمان قبول کیا تھا اس مرد مؤمن کی تقریر اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کی۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَۃِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ اِنِّیْٓ

اور شہر کے دور والے کونے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے میری قوم رسولوں کی اتباع کرو جو تم سے کسی قسم کی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت پر ہیں اور مجھے کیا ہوگیا کہ میں نہ پوجا کروں اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کیا میں بنا لوں اس کے سوا ایسے کو الٰہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف دینا چاہے تو نہیں کام آئیگی میرے لیے ان کی شفارش ذرہ بھر بھی

إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ

(آیت ۲۰ تا ۲۷) یٰسین

اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے بے شک میں اس وقت کھلی گمراہی میں ہو جاؤں گا بے شک میں تمہارے پالنے والے کو مان چکا ہوں میری بات سن لو اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا ہائے افسوس کاش کہ میری قوم کو علم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت والوں سے بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے جو مسئلہ اس مرد مومن نے سنا وہی مسئلہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو بہت اچھے انداز میں سمجھایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پوری بستی سے ان تینوں رسولوں کی تبلیغ سے صرف ایک آدمی مسلمان ہوا لیکن وہ ایسا کھرا مسلمان ہوا کہ اس نے دور کے کونے سے دوڑتے ہوئے قوم کے سامنے آکر قوم کی خیر خواہی کے جذبہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید یوں سمجھائی کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی اتباع کر لو اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے بڑھ کر تمہارا کوئی خیر خواہ نہیں وہ ایسے مخلص لوگ ہیں جو تم سے کسی قسم کی اجرت کا سوال ہی نہیں کرتے تمہیں اللہ تعالیٰ کا دین مفت سناتے سمجھاتے ہیں تم ان کی بات کیوں نہیں مانتے۔

بعض لوگ ایسی آیات سے دینی امور پر اجرت کو حرام کہتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ یہ اور اسی قسم کی دوسری آیات کے مخاطب کافر لوگ ہیں ان سے اجرت کا سوال تو انتہائی نامعقول ہے وہ سرے سے بات ماننے کو تیار

نہیں تھے ان سے اجرت کیسے مانگی جا سکتی تھی انہیں تو ترغیبا کہا گیا ہے کہ یہ دین حق ہے اور اس کے قبول کرنے پر تمہیں کچھ دینا ہی نہیں پڑتا تو تم ایسے انمول قیمتی جوہر کو مفت بھی لینا نہیں چاہتے اس مسئلہ پر بندہ نے دلائل نامی ایک رسالہ لکھا ہے اس کو دیکھنے سے مسئلہ بخوبی سمجھ آ سکتا ہے پھر اس کے بعد اس مرد مومن نے اپنی قوم کو مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے یہ انداز اختیار کیا کہ قوم کو مخاطب کرنے کے بجائے اپنے بارے میں کہنے لگا کہ میری مت تو نہیں ماری گئی یعنی میں پاگل تو نہیں ہو گیا کہ میں نہ پوجوں اس ذات کو جس نے مجھے پیدا کیا اس سے معلوم ہوتا ہے جو لوگ اپنے خالق کی بندگی نہیں کرتے وہی درحقیقت دیوانے ہیں ورنہ عقل انسانی تو اپنے خالق مالک کی بندگی پر مجبور کرتا ہے پھر کہا کہ آج نہیں تو کل موت کے بعد اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وہ تم سے تمہارے عقائد و اعمال کا حساب لے گا پھر مسئلہ توحید کی وضاحت کے لیے کہا کہ کیا میں اس ذات کے سوا دوسروں کو اپنا الٰہ بنالوں آگے الٰہ کی تشریح یوں کی کہ الٰہ وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تکلیف کو اپنی سفارش سے دور کرا سکے یا اللہ تعالیٰ کے پکڑے ہوئے لوگوں کو چھڑا سکے اسی لیے اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو ایسا الٰہ ہرگز نہیں مانوں گا یعنی ایسا حاجت روا مشکل کشا نہیں مانوں گا اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کر لیا تو پوری مخلوق مل کر بھی اپنی سفارش سے اللہ تعالیٰ کے ارادے کو نہ بدل سکتی اور نہ مجھے چھڑا سکتی ہے اور اگر بالفرض میرا بھی یہی عقیدہ ہو جائے کہ کوئی اس کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے ارادے کو بدل سکتی ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کے پکڑے ہوؤں کو چھڑا سکتی ہے تو ایسے عقیدہ سے میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا اس کے بعد اس نے کہا اے میری قوم میرا ایمان سن لو کہ میں تو تمہارے پالنے والے پر ایمان لایا ہوں کہ سب کچھ کرنے والا وہی ہے

یہ میرا عقیدہ کان کھول کر سن لو قوم نے جب اس مردِ مومن سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو سنا تو آگ بگولا ہو گئی اور برداشت نہ کر سکی اس لیے انہوں نے اس کو قتل کر دیا قتل کا قرینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا جنت میں انسان موت کے بعد جاتا ہے جب وہ شہید ہو کر جنت الفردوس میں داخل ہو گیا تو جنت کی سیر و تفریح کرتے ہوئے اس نے اپنی قوم کی خیر خواہی کے لیے یہ بات کی کہ کاش کہ میری قوم کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عقیدہ توحید کی وجہ سے معاف کر دیا ہے اور مجھے عزت والوں سے بنا دیا ہے تو وہ بھی عقیدہ توحید کو اپنا کر موحد بن جاتی تو ان کے گناہ بھی معاف ہو جاتے اور وہ بھی عزت والوں میں ہو جاتے اسی لیے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس مردِ مومن نے دنیا کی زندگی میں اور موت کے بعد اپنی قوم کی خیر خواہی کی نَصَحَ قَوْمَهٗ حَيًّا وَّ مَيِّتًا۔ انہی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ کہ جو خطیب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید سناتا ہے وہی قوم کا خیر خواہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی توحید نہیں سناتا وہ قوم کا غدار ہے قوم کا خیر خواہ نہیں

اس واقعہ سے ایک دوسرا مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد عذاب و ثواب ہے۔

تیسرا مسئلہ، یہ بھی ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد شہید کے لیے جنتی برزخی زندگی ہے دنیوی زندگی نہیں،

چوتھا مسئلہ، یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شہید غیر شہید کو دفن کیا جائے یا نہ دفن کیا جائے اس کے لیے عذاب ثواب برزخ حق ہے۔

جب اس قوم نے اس مردِ مومن موحد کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا انتقام لیا۔

فرمایا،

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ آیت ۲۷ تا ۲۹ یٰسین	اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا تھا اور نہ ہم اتارنے والے تھے صرف ایک آواز تھی جس سے وہ جل کر خاکستر ہو گئے ہائے افسوس میرے بندوں پر کہ جب ہی ان کی طرف کوئی رسول آیا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے میرے پیارے مردِ مؤمن موحد کو شہید کیا تو اس قوم کی تباہی کے لیے ہمیں آسمان سے لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں پڑی صرف ہم نے ایک آواز ان پر مسلط کر دی جس سے وہ جل کر خاکستر ہو گئے پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان بندوں پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ جب ہی میں نے ان کی خیر خواہی کے لیے کوئی رسول بھیجا تو انہوں نے اس رسول کو ماننے کے بجائے اس کا مذاق اڑایا اور یہی مذاق ان کی تباہی کا سبب بنا۔

یونس علیہ السلام کا واقعہ

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ	اور ذکر کر مچھلی والے کا جب وہ روٹھ کر گیا پھر اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے پھر اس

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ	نے پکارا اندھیروں میں کہ نہیں کوئی مشکل کشا
اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	تیرے سوا تو پاک ہے بے شک میں
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ	قصور والوں سے ہوں پھر ہم نے اس
الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔	کی دعا کو قبول کیا اور اس کو غم سے
پ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۶	نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو
(آیت ۸۷ تا ۸۹)	بچاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کو فرمایا کہ اپنی امت کے لوگوں کو مچھلی والے کی بات سنایئے جب وہ ہم سے روٹھ کر چلا گیا اس کے روٹھ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول یونس علیہ السلام کو کہا کہ تو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہم تیری قوم پر تیری بے فرمانی کی وجہ سے عذاب نازل کرنے والے ہیں جب یونس علیہ السلام وہاں سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار نمودار ہوئے جب یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو سارے بوڑھے بچے عورتیں مرد چیخے چلائے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی یونس علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کو واپس کر دیا یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کو ٹلتے ہوئے دیکھا تو دل میں کہنے لگے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے مجھے جھوٹا کر دیا اب میں اپنی قوم کی طرف واپس نہیں جا سکتا وہ تو مجھے پہلے ہی جھوٹا کہتے تھے اب مزید میرا مذاق اڑائیں گے اور کہیں گے کہ تو نے ہمیں کیا نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آنے والا ہے لیکن وہ عذاب تو ہم پر نہیں آیا اس لیے دل میں گھبراہٹ کو لیے ہوئے دریا کی دوسری طرف جانا چاہا کیونکہ اب میں واپس تو نہیں جا سکتا چلو دریا کے دوسرے کنارے کی طرف جا کر تبلیغ کریں گے یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے کیونکہ اگر انہیں عطائی علم غیب بھی ہوتا

توضرور واپس جاتے اور اللہ تعالیٰ سے نہ روٹھتے کیونکہ اب قوم دل وجان سے یونس علیہ السلام کی معتقد ہو چکی تھی اور یونس علیہ السلام کو تلاش کر رہی تھی کہ کہیں اب ہمیں اللہ تعالیٰ کے نبی یونس علیہ السلام مل جائیں تو ہم انہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں کیونکہ جب یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب دیکھا تو انہوں نے اپنے نبی یونس علیہ السلام کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آگیا اور ان سے عذاب کو ٹال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس رکوع ۱۰ آیت ۹۸ پ ۱۱ میں فرمایا،

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۔ یونس : ۹۸	پھر کیوں نہیں تھی کوئی ایسی بستی کہ ایمان لائی ہو تو نفع دیا ہو اس کو اس کے ایمان نے سوائے قوم یونس کے جب وہ ایمان لائی تو ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ٹال دیا اور ان کو ایک وقت تک نفع دے دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا دستور ہمیشہ رہا ہے کہ جس قوم پر میں نے عذاب بھیجا ہے اس کو واپس نہیں کیا ہاں البتہ میں نے یہ قانون قوم یونس پر لاگو نہیں کیا انہوں نے جب ایمان قبول کیا تو میں نے ان سے عذاب ٹال دیا، قوم مسلمان ہو چکی تھی لیکن اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا اسی لیے روٹھ کر دریا سے پار جانا چاہا جب دریا پر گئے تو کشتی بھری تیار کھڑی تھی یونس علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے کشتی بھنور میں پھنس گئی تو قرعہ اندازی سے یونس علیہ السلام کا نام نکلا انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو

حکم دیا کہ میرے پیارے یونس کو اپنے پیٹ کے قید خانہ میں بند کر دے مچھلی نے ان کو لقمہ بنا لیا پھر یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

اس آیت میں اِلٰہ کا معنی سوائے مشکل کشا کے بن ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ کے قید خانہ کی مشکل میں پھنسے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ کو پکار کر کہا کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں میں واقعی قصور والا ہوں مجھے معاف کر کے اس مشکل سے بچاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس کی پکار پر پہنچے اور ہم نے اس کو اس سے نجات دی اسی طرح ہم مومنوں کی پکاروں پر بھی پہنچتے ہیں اور انہیں مشکلوں سے بچاتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ نبیوں ولیوں اور مومنوں سب کا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے پ۲۳ سورۃ صافات رکوع ۵ میں ہے۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ	اور بے شک یونس رسولوں میں
اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ	سے تھا جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف
فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ	بھاگا پھر قرعہ اندازی ہوئی پھر پھینکے
فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ وَھُوَ مُلِیْمٌ	ہوئے لوگوں میں سے ہو گیا پھر مچھلی
فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ	نے ان کو لقمہ بنا لیا اور وہ ملامت
لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ	والا تھا پھر اگر وہ تسبیح بیان کرنے والوں
یُبْعَثُوْنَ فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ	سے نہ ہوتا تو اس کے پیٹ میں
وَھُوَ سَقِیْمٌ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْہِ	رہتا اٹھنے کے دن تک پھر ہم نے اس
شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ وَ	کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار
اَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ	تھا اور اس پر ہم نے کدو کا درخت اگا دیا

أَوْ يَزِيْدُوْنَ فَآمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِيْنٍ۔	اور اس کو ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا پھر وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک نفع دیا۔

الصّٰفّٰت:(آیت ۱۳۹ تا ۱۴۸)

ان آیات میں ذکر ہے کہ جب یونس علیہ السلام کشتی تک پہنچے تو کشتی بھری ہوئی پار جانے کے لیے تیار کھڑی تھی نیز جب کشتی بھنور میں پھنسی تو اس وقت قرعہ اندازی کی گئی پھر قرعہ اندازی میں نام یونس علیہ السلام کا نکلا پھر جب انہیں دریا میں ڈالا گیا تو مچھلی نے انہیں لقمہ بنا لیا پھر مچھلی کے پیٹ سے انہوں نے جو دعا کی جس کو یہاں تسبیح کہا گیا ہے وہ دعا وہی تھی جو سورہ انبیاء میں مذکور ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

پھر فرمایا اگر یونس علیہ السلام مجھے نہ پکارتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جاتے تو یونس علیہ السلام اس وقت مچھلی کے پیٹ میں سے اٹھائے جاتے پھر فرمایا کہ ہم نے مچھلی کو حکم دیا اس نے یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے چٹیل میدان میں پھینک دیا تو اس وقت فوراً ہم نے اس پر کدو کی بیل کو اُگا کر اس پر سایہ کر دیا کیونکہ کدو کی بیل کے بڑے پتوں سے ٹھنڈی اور گھنی چھاں کر دی پھر یہاں یہ بھی فرمایا کہ ان کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا تھا وہ تقریباً لاکھ سوا لاکھ افراد پر مشتمل تھی پہلے تو انہوں نے یونس علیہ السلام کو جھٹلا دیا تھا لیکن جب یونس علیہ السلام نے انہیں عذاب کا ٹائم بتلا کر وہاں سے ہجرت کی اور عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو قوم نے فوراً گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور مومن ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے دنیوی عذاب کو ٹال دیا اور انہیں کچھ عرصہ زندہ رکھ کر دنیوی نفع دے دیا پھر جب یونس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف

واپس آئے تو وہ قوم مومن موحد بن چکی تھی غیر اللہ کو پکارنے والے اللہ سے مانگنے والے بن چکے تھے اور جب ان سے جدا ہوئے تھے تو وہی قوم بتوں کے سامنے اعتکاف بیٹھنے والی اور ان کو پکارنے والی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی تمہید

مثلاً سورۃ قصص کے ابتدائی رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے تذکرہ سے پہلے تمہیداً اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔

طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (آیت ۱، ۲، ۳ قصص)

یہ آیتیں بیان کرنے والی کتاب کی ہیں ہم تجھے موسیٰؑ اور فرعون کی سچی داستان پڑھ سناتے ہیں مومن قوم کے لیے۔

یعنی سچی کتاب قرآن مجید سے تمہیں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سچی داستان سناتے ہیں لیکن اس واقعہ کے نتائج سے صرف ایمان والے لوگ ہی مستفید ہوں گے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

بے شک فرعون نے تکبر کیا اور اس میں رہنے والوں کو کئی فرقوں میں کر دیا ان میں سے ایک کو کمزور سمجھتا تھا ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی لڑکیوں

الْمُفْسِدِيْنَ ۔	کو بے شک وہ بڑے فسادیوں میں
قصص : (آیت ۴)	سے تھا ۔

اس آیت میں فرعون کے غرور اور سیاست اور اس کے ظلم کا تذکرہ کیا گیا ہے یعنی وہ بہت بڑا متکبر تھا کسی انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتا تھا اور اس کی سیاست یہ تھی کہ لوگوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے ایک کے ذریعہ دوسروں پر زیادتی کرتا تھا اور بنی اسرائیل کے فرقہ کو تو اس نے ظلم کی چکی میں پیس دیا تھا ان کے لڑکوں کو تہ تیغ کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھ کر ان کی عصمتوں سے کھیلتا تھا جب اس نے بنی اسرائیل پر ظلم کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر کے اس کی سلطنت اور اقتدار کو الٹنے کا پروگرام بنایا :

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى	اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہم کمزوروں
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى	پر احسان کریں اور انہیں سردار بنائیں
الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً	اور انہیں ان کا وارث بنائیں اور
وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ	انہیں زمین میں حکومت دیں اور
وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَ	فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں
نُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا	کو وہی سب کچھ دکھا دیں جن سے
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ . (آیت ۵، ۶ قصص)	وہ ڈرتے تھے ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہو گیا کہ اب ان اقتدار والوں کو ہلاک کر کے ان کی جگہ پر انہیں مظلوموں کو حاکم بنائیں اور لوگوں کو اپنی قدرت کے نشان دکھا دیں کہ ہم جو کچھ کرنا چاہیں ہمارے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا صرف ہم ہی مختار کل ہیں اور ہم ہی سب کچھ کرنے والے ہیں ۔ اگلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور اس کی حفاظت و تربیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں

کا ذکر ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش،

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ قصص: (آیت ۷)	اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلا پھر جب تجھے بچے پر خوف ہو تو اس کو دریا میں پھینک دے اور تو نہ خوف کر اور نہ غم بے شک ہم اس کو تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس کو رسول بنانے والے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو تسلی دی کہ بلا خوف و خطر تو اپنے بچے کو دودھ پلا جب فرعونیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہو تو اس بچے کو دریا میں پھینک دینا سورہ طٰہٰ میں ہے کہ اس کو صندوق میں بند کر کے صندوق کو دریا میں پھینک دے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کی موجوں کو حکم دیا کہ اس صندوق کو فرعون کے محل کی طرف دھکیل کر لے جا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ دیکھ رہی تھی کہ صندوق فرعون کے محل کی طرف جا رہا ہے تو گھبرا گئی گرچہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تسلی کرا دی تھی کہ،

لَا تَخَافِىْ (مِنَ الْغَرَقِ) وَلَا تَحْزَنِىْ (مِنَ الْفِرَاقِ)	کہ جب تو اسے دریا میں ڈالے گی تو اس کے ڈوبنے کا خوف نہ کرنا۔

اور اس کی جدائی کا غم بھی نہ کرنا کیونکہ ہم تجھ سے دو وعدے کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو پانی نہیں ڈبوئے گا اور دوسرا یہ کہ یہ بچہ تجھ سے جدا نہیں ہوگا۔

اس لیے کہ:

إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۔

کہ ہم اس کو تیری طرف لوٹائیں گے تو فراق نہیں رہے گا اور اس کو رسول بنائیں گے

تو اسے پانی نہ غرق نہیں کرے گا اور نہ فرعون قتل کرے گا لیکن جب بچے کو دریا نے فرعون کے محل کی طرف دھکیل دیا اور فرعونیوں نے اس بکسے کو پکڑ کر اور اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کر دیا جس کا ذکر اگلی آیت میں یوں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بچانا:

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ۔ قصص (آیت ۸)

پھر اس کو فرعونیوں نے اٹھایا تا کہ وہ ان کے لیے دشمن اور غم کا سبب بن جائے بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کرنے والے تھے۔

فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کی یہی خطا تھی کہ انہوں نے بنی اسرائیلیوں پر بہت ظلم وستم کیا تھا جس کی بنا پر اب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ پر بنی اسرائیل کو اقتدار دے دیا جائے اور اگر خاطئین کا معنی یہ کیا جائے کہ انہوں نے موسیٰ کا صندوق پکڑا اس نے میں غلطی کی اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کا صندوق نہ پکڑتے تو شاید موسیٰ علیہ السلام کسی دوسرے ملک میں پہنچ جاتے اور فرعون کی تباہی کا سبب نہ بنتے لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے

یہ ارادہ کیا تھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی تربیت ہی فرعون سے فرعون کے گھر ہی کراؤں گا ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کو فرعون کے محل کی طرف لے جا تاکہ اس صندوق کو فرعون اور اس کے وزیر مشیر پکڑیں اور اسے کھولیں اور وہی اس کی محبت میں گرفتار ہوں اور وہی اس کی تربیت کریں چنانچہ جب انہوں نے صندوق کھولا تو صندوق سے ہونہار بچہ برآمد ہوا صندوق سے بچے کا برآمد ہونا یہ واضح دلیل تھی کہ یہ بچہ اس قوم کا ہے جس قوم کے بچوں کو تہ تیغ کیا جا رہا تھا تو اب قرین قیاس یہ تھا کہ فرعون کہتا کہ اس بچے کو بھی قتل کر دو کیونکہ یہ بچہ اسی قوم کا ہے انہوں نے اپنے اس بچے کو قتل سے بچانے کے لیے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تھی جو آنکھ موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر نظر ڈالتی تھی وہی موسیٰ علیہ السلام کی محبت میں گرفتار ہو جاتی تھی اب فرعون بھی موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر دیوانہ ہو چکا تھا لیکن جب فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ دیکھا تو بے تاب ہو کر بول اٹھی۔

حضرت آسیہ کا آڈر

وَقَالَتِ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

قصص: (آیت ۹)

اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ بچہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو امید ہے کہ یہ بچہ ہمیں نفع دیگا یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنا لیں گے اور وہ سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون بھی گرچہ محبت میں پکڑا گیا تھا لیکن اس نے زبان سے محبت کا اظہار نہیں کیا تھا مگر اس کی بیوی نے جب موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ دیکھا تو اس نے بے ساختہ محبت کا اظہار کر دیا اور اظہار محبت کے لیے اس نے یہ جملہ استعمال کیا کہ اس کو قتل نہ کرو کیونکہ مجھے اس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں اس جملہ کے استعمال کی وجہ یہ تھی کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ فرعون بھی دل سے اس بچے کا گرویدہ ہو چکا ہے وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ سفاک بنی اسرائیلیوں کا بچہ سمجھ کر قتل کر دے گا جب اس نے کہا اس بچے کو قتل نہ کرو تو بیوی کے اس امر کو بہانہ بنا کر اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کیا حقیقت میں قتل نہ کرنے کی وجہ صرف بیوی کا حکم نہیں تھا بلکہ اصل وجہ اس کے دل کی محبت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈال دی تھی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۔	اے موسیٰ میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تھی تاکہ تیری تربیت
(سورہ طٰہٰ پ ۱۶ ع ۳۹)	میری آنکھوں کے سامنے ہو۔

جب فرعون نے یہ فیصلہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو زندہ رکھ کر بیٹا بنا لیا جائے گا۔ ادھر فرعون کے محل میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بچاؤ اور تربیت کا فیصلہ کرا دیا لیکن چونکہ اُدھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس بات کا علم نہیں تھا اس لیے وہ گھر میں بیٹھی انتہائی اضطراب کے عالم میں تھی کہ اب میرا بچہ زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ صندوق ان ظالموں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے اضطراب کو اگلی آیت میں اس طرح بیان کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی بے چینی :

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

قصص: (آیت ۱۰)

اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل صبر سے فارغ ہو گیا بے شک قریب تھی کہ ظاہر کر دیتی اس کو اگر ہم اس کے دل پر صبر کی پٹی نہ باندھتے تاکہ وہ ایمان والوں میں سے ہو جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی دلی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ اس کا دل اتنا پریشان تھا قریب تھی کہ جزع فزع کرتی ہوئی باہر نکل آتی اور لوگوں کے سامنے آ کر یہ کہتی ہائے میرا بچہ مارا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو صبر کی پٹی سے ایسے باندھا کہ وہ راز افشا کرنے سے رک گئی اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہو گئے۔

۱۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ولی عالم الغیب نہیں ہوتے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے بڑھ کر کون ولی ہو سکتا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ عالم الغیب ہوتی تو جزع فزع کرنے اور گھبرانے کی اسے ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ فرعون کے محل میں تو موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھ کر اس کو بیٹا بنانے کا حکم ہو چکا تھا

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء اپنی حاجتوں کے حاجت روا اور اپنی مشکلوں کے مشکل کشا نہیں ہوتے چہ جائیکہ دوسری مخلوق کے حاجت روا مشکل کشا ہوں اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی والدہ کی حاجت روائی مشکل کشائی فرمائی۔

اگلی آیت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے بچے کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو فرعون کے محل کی طرف بھیجا تاکہ حالات کا جائزہ لے آئے۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ	اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس کی
فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ	بہن کو کہا اس کے حال معلوم کر کے
هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔	واپس آ وہ دور سے دیکھتی رہی اور وہ
قصص : (آیت ۱۱)	نہیں جانتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جو اللہ تعالیٰ کی ولیہ تھی اگر وہ عالم الغیب ہوتی جیساکہ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ عالم الغیب ہوتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو یعنی اپنی بیٹی کو فرعون کے محل میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے نہ بھیجتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطائی علم الغیب سے تمام حالات کو گھر بیٹھے معلوم کر لیتی جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے دیکھا کہ فرعون نے شہر سے مختلف دائیوں کو بلا رکھا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کسی دائی کا دودھ قبول نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اپنی ماں کے سوا پوری دنیا کی دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا اسی مناسبت سے موقعہ پا کر موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسی دائی نہ بتاؤں جس کا دودھ یہ بچہ قبول کر لے۔

موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پلانے کا انتظام :

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ	اور ہم نے اس پر تمام دائیوں کو
مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ	پہلے سے حرام کر دیا تھا تب کہنے لگی کیا
عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ	میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ نہ

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ ۔ بتاؤں جو اس کی تربیت تمہارے لیے کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

قصص: (آیت ۱۲)

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ماوراء الاسباب اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کیونکہ اسباب کے تحت تو یہ قانون ہے کہ ہر بچہ ہر ایک عورت کا دودھ پی لیتا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یوں اظہار فرمایا کہ مصر کی جو دائی بھی موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگاتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کے سینے کی طرف رخ ہی نہیں کرتے تھے اور کیسے کرتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اس بچے کو تیری گود میں واپس لاؤں گا پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے اپنی والدہ کا پتا بتایا تو فرعونی دوڑتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ہاں پہنچے اور اس کو بلا کر فرعون کے محل کی طرف لائے جب موسیٰ علیہ السلام کی امی نے اپنے لخت جگر کو اٹھا کر سینے سے لگایا تو موسیٰ علیہ السلام ماں کے سینے سے چمٹ کر دودھ پینے لگے تو سب فرعونی خوش ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کیا ہوا وعدہ پورا ہو گیا،

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ پھر ہم نے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور غم نہ کرے اور تاکہ جان لے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قصص: (آیت ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خرچہ سے موسیٰ علیہ السلام کی

ماں کی گود میں تربیت کرائی جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے تو اب موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کی صورت یوں بن گئی۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۔
قصص: (آیت ۱۴)

اور جب موسیٰ علیہ السلام جوانی کو پہنچ گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تو ہم نے اسے حکم اور علم سے نوازا اور اسی طرح ہم نیکوں کو نوازتے ہیں

اس آیت میں اس انعام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا جب آپ مدین سے واپس مصر آرہے تھے تو راستے میں اللہ تعالیٰ نے آگ کے بہانے بلا کر منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا یہ آیت واقعہ کی ترتیب سے ذکر نہیں کی گئی بلکہ احسانوں کے شمار میں اس احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے اس سے آگے وہ واقعہ مذکور ہے جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کی اور مدین پہنچے۔

موسیٰ علیہ السلام اور قتل کا واقعہ:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

اور موسیٰ علیہ السلام شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ خواب غفلت میں تھے تو وہاں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک پارٹی سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تھا تو پارٹی والے نے اس سے فریاد کی دشمن سے چھڑانے کی تو موسیٰ علیہ السلام

فَقَضٰی عَلَیْہِ قَالَ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ۔ (آیت ۱۵) قصص

نے اسے مکہ مارا جس سے وہ مرگیا تو فرمایا یہ شیطان کے کاموں سے ہے بیشک وہ گمراہ کرنے والا ظاہری دشمن ہے۔

جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام ایک دن شہر میں کسی کام کے لیے باہر نکلے جب کہ لوگ سو رہے تھے عشاء کے بعد یا دوپہر کے وقت تو اس وقت دو آدمی ایک فرعونی اور دوسرا بنی اسرائیلی آپس میں لڑ رہے تھے واللہ اعلم کس بات پر وہ لڑ رہے تھے لیکن قرآن مجید کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعونی بنی اسرائیلی کو ظلماً مار رہا تھا اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کو طیش آیا اور غصہ سے اس کو ایسا مکہ مارا جس سے وہ مرگیا موسیٰ علیہ السلام اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے وہ اتفاقاً مرگیا جس پر موسیٰ علیہ السلام نے حسرت اور افسوس کی وجہ سے فرمایا کہ مجھ سے یہ کام شیطان نے کروایا ہے شیطان انسان کا حقیقی دشمن ہے۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی ان لفظوں سے مانگی جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ سے معافی:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَہٗ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَہِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔

قصص: (آیت ۱۶، ۱۷)

کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے بس مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے کہا اے میرے رب تو نے جو انعام مجھ پر کیا ہے اس کی وجہ سے میں آئندہ مجرموں کا معاون ہرگز نہیں بنوں گا۔

پہلی آیت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قتل کی معافی مانگی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو فرعونی کو مکہ نہ مارتے کیونکہ انہیں علم ہوتا کہ مکہ مارنے سے تو یہ مرجائے گا نیز اگر مختار کل ہوتے تو معافی نہ مانگتے کیونکہ جن کو کلی اختیار ہوتا ہے وہ اپنی مرضی چلا سکتا ہے ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوتی اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ اے میرے رب میں نے فرعونی کو قتل کر کے اپنی نفس پر ظلم کیا ہے یہ الفاظ حسرت افسوس پر دلالت کرتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا فرعونی کے قتل پر حسرت وافسوس کرنا ان کے عالم الغیب نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ عالم الغیب وہ کام ہی نہیں کرتا جس پر پچھتانا پڑے نیز اگر موسیٰ علیہ السلام مختار کل ہوتے تو معافی کیوں مانگتے کیونکہ معافی وہ مانگتا ہے جس کو معافی دینے والے سے ڈر ہوتا ہے کہ اگر میں نے اس سے معافی نہ مانگی تو وہ مجھ پر ناراض ہو جائے گا اور ناراضگی کی صورت میں مجھے پکڑ نہ لے جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معاف کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے توبہ قبول ہونے کی خوشی میں دوسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ اے اللہ تو نے توبہ قبول کر کے جو انعام مجھ پر کیا ہے میں اس کے شکریہ میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ہرگز میں مجرموں کا تعاون نہیں کروں گا۔

قتل کے بعد افشاء قتل کی صورت:

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۚ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔

پھر موسیٰ علیہ السلام شہر میں ڈرتے ہوئے تعاقب کے خطرے سے پھر رہے تھے کہ اچانک اسی شخص نے جس کی موسیٰ علیہ السلام نے امداد کی تھی فریاد رسی

قصص:۱۸

کے لیے بلایا تو موسیٰ نے اسے کہا بیشک
تو ہی ظاہری گمراہ ہے۔

یعنی دوسرے دن موسیٰ علیہ السلام شہر میں گشت کر رہے تھے لیکن انہیں راز قتل افشا ہونے کا خطرہ تھا چنانچہ اس راز کے افشا ہونے کی صورت یوں بنی کہ وہی شخص جس کو بچانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو قتل کیا موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ یہ دوسرا فرعونی مجھے مار رہا ہے اس سے مجھے بچاؤ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اصل گمراہ تو ہی ہے ہر شخص صرف تجھے مارتا ہے۔

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ (قصص آیت ۱۹)

پھر جب ارادہ کیا کہ پکڑے اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا تو کہا اے موسیٰ کیا تو مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک آدمی کو قتل کیا تھا تو نہیں ارادہ رکھتا مگر اس بات کا کہ تو زمین میں جابر بن جائے اور تو مصلح بننے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو بنی اسرائیلی نے سمجھا کہ شاید آج مجھے پکڑ کر مارنا چاہتے ہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اسی بنی اسرائیلی کو جھڑکا تھا موسیٰ علیہ السلام کے جھڑکنے سے اس نے سمجھا کہ آج شاید موسیٰ علیہ السلام مجھے ہی مارنا چاہتے ہیں حالانکہ موسیٰ علیہ السلام فرعونی کو پکڑ کر بنی اسرائیل کو چھڑانا چاہتے تھے بنی اسرائیلی کی اس بات سے کل والے مقتول کے قاتل کا پتہ چل گیا اس سے پہلے فرعون اور فرعونیوں کے لیے وہ مقتول معمہ بنا ہوا تھا جب فرعون کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے فرعونی کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے تو

اس کے درباریوں کا مشورہ سن کر ایک شخص مومن موسیٰ علیہ السلام کو بتانے کے لیے دوڑا جس کا اگلی آیت میں ذکر ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کیلئے قتل کا پروگرام

اور

موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا	شہر کے کونے سے ایک آدمی
الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى	دوڑتا ہوا آیا اور کہا بے شک فرعون
اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ	کے درباریوں نے مشورہ کیا ہے
لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ	کہ تجھے قتل کریں گے تو یہاں سے نکل
مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۔ (قصص آیت ۲۰)	جا میں تیرے خیر خواہوں سے ہوں۔

یعنی فرعون کی پارلیمنٹ کا فیصلہ اس شخص نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا اور مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں کہیں آپ کو پکڑ نہ لیں۔

اس آیت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہ عالم الغیب تھے اور نہ مختار کل کیونکہ عالم الغیب ہوتے تو فرعونیوں کی میٹنگ اور ان کے فیصلے کی خبر دینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور مختار کل کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ہجرت کے وقت کی دعا:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا	پھر نکلا وہاں سے ڈرتے ہوئے

يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (آیت ۲۱ قصص)

تعاقب کے خوف سے کہا اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے بچا لے۔

اس آیت میں انتہائی وضاحت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام انسان ہوتے ہیں اور انسانی خواص سے متصف ہوتے ہیں دشمن کے خوف سے ڈر بھی جاتے ہیں اسی لیے تو موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے فرعونیوں کے تعاقب کے خوف سے ہجرت کی اور جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے یوں رخصت ہوئے اے میرے پروردگار مجھے ان ظالموں سے بچا دے اگر عطائی طور پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مختار کل بنا دیا ہوتا تو دشمنوں سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے کی کیا ضرورت تھی نیز اللہ تعالیٰ بھی اسے فرما دیتے کہ جب میں نے تجھے مختار کل بنا دیا ہے تو پھر تو مجھے کیوں پکارتا ہے اپنی مشکل کو تو خود حل کرے

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ (آیت ۲۲) قصص

پھر جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے کہا امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے کی رہنمائی کرے گا۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کے وقت دعا کی کہ اے اللہ مجھے ظالم قوم سے بچا دے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لیے اس کو مدین کی طرف متوجہ کر دیا اب مدین کی طرف جاتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہیں کہ اے اللہ مجھے سیدھے راستے کی رہنمائی فرماؤ کہیں میں غلط راستہ پر چل کر بھٹک نہ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مدین کی راہ پر ایسے ملا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام سیدھے مدین کے کنوئیں پر پہنچ گئے جہاں سے لوگ پانی بھر رہے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام مدین میں:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ۔
(آیت ۲۳) قصص

اور جب مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں پر لوگوں کی جماعت کو پانی پلا تے دیکھا اور انکے پیچھے دو عورتوں کو دیکھا تو ریوڑ کو روکے ہوئے تھیں فرمایا تمہارا کیا کام ہے ان دو عورتوں نے کہا ہم اتنے تک اپنے ریوڑ کو پانی نہیں پلا سکتی جب تک کہ یہ چرواہے واپس نہیں جائیں گے اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔

یعنی مصر سے روانگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا رخ مدین کی طرف کر دیا چلتے چلتے جب مدین کے کنویں پر پہنچے تو وہاں بھی طاقتور کمزوروں کے حقوق غصب کر رہے تھے طاقتور چرواہوں نے مدین کے کنویں پر قبضہ جما رکھا تھا جب تک وہ اپنے ریوڑوں کو پانی پلا تے تھے تو کوئی غریب ناتواں پانی کی طرف رخ ہی نہیں کرتا تھا جب وہ واپس چلے جاتے تو پھر کمزور لوگ اپنے ریوڑوں کو پانی پلاتے تھے جب موسیٰ علیہ السلام نے ان دو لڑکیوں سے یہ ماجرا سنا تو غصہ میں آکر ان چرواہوں سے ڈول چھین کر ان لڑکیوں کے ریوڑ کو پانی پلا دیا پھر ڈول واپس کر دیا اور وہاں موجود کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام اور ریوڑ کو پانی پلانا:

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔
قصص: (آیت ۲۴)

پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں کے ریوڑ کو پانی پلایا پھر سایہ کی طرف مڑ گئے اور کہا اے میرے رب میں تیری ہر اس خیر کا فقیر ہوں جو تو میری طرف نازل کر دے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے تھک گئے تھے اور انہیں بھوک بھی لگ گئی اسی لیے اب اللہ تعالیٰ سے نہایت ادب کے ساتھ روٹی مانگنے کے لیے یہ الفاظ اختیار کئے کہ اے اللہ میرے پالنے والے میری طرف تو جو خیر بھی نازل فرما دے میں تیری ہر خیر کا فقیر ہوں اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام حاجت روا مشکل کشا نہیں ہوتے بلکہ اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہوتے ہیں اور اس کے در کے فقیر ہوتے ہیں۔

اِدھر موسیٰ علیہ السلام روٹی کی دعا مانگ رہے تھے اُدھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی روٹی پکانے والی کا انتظام کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی شادی کی تمہید:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا

پھر آئی اس کے پاس ان دو لڑکیوں میں سے ایک حیاء پر چلتی ہوئی کہنے لگی بے شک میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے تاکہ تجھے بدلا دے اس کام کا جو تو نے

جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔
قصص: (آیت ۲۵)

ہمارے ریوڑ کو پانی پلایا پھر جب آیا اس کے پاس اور اس پر قصہ بیان کیا تو اس نے کہا تو خوف نہ کر کیونکہ اب تو ظالموں سے بچ گیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو فوراً شرف قبولیت سے نوازا اس طرح کہ لڑکیوں نے اپنے بوڑھے باپ کو موسیٰ علیہ السلام کی بات سنائی کہ ہمیشہ لوگ ہمیں اپنے ریوڑ کو پہلے پانی نہیں پلانے دیتے تھے اس دفعہ وہاں کوئی مسافر شخص آیا اس نے ہمیں دیکھا اور ہم سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں کھڑی ہو ہم نے وجہ بتائی تو اس نے لوگوں سے ڈول چھین کر ہمارے ریوڑ کو پہلے پانی پلا دیا کسی شخص کو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی وہ بڑا طاقت ور ہے اور بڑا ہمدرد ہے اس کے بعد وہ کسی درخت یا کسی مکان کے سایہ میں بیٹھ گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی مسافر آدمی ہے یہ باتیں سن کر ان لڑکیوں کے باپ نے ایک لڑکی کو بھیجا کہ اس آدمی کو بلا کر لاؤ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس لڑکی کے حیا و شرافت کو بڑے پیارے انداز سے یوں بیان فرمایا کہ جب وہ لڑکی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی تو حیا و شرم اس کے قدموں سے ظاہر ہوتا تھا کئی ایسے عورتیں ہوتی ہیں جن کے قدموں میں تو کجا ان کے چہرے میں بھی حیا معلوم نہیں ہوتی۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ اس کے بوڑھے باپ کے پاس پہنچے تو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے سارا ماجرا سنا اس کے بعد اس نے موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں اس بوڑھے کے بارے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ شعیب علیہ السلام تھے قرآن و حدیث میں اس کی

تصریح نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ۔
(آیت ۲۶) قصص

ان دو لڑکیوں میں سے ایک نے کہا اے اباجی ان کو اجرت پر رکھ لو بے شک جس کو آپ اجرت پر رکھو گے ان سب سے یہ بہتر ہے طاقتور ہے امانت والا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجیر یعنی مزدور رکھنے کا پروگرام پہلے بن چکا تھا لیکن موزوں آدمی نہیں مل رہا تھا جب ان لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے اپنے اباجی کو مشورہ دیا کہ اس آدمی سے اچھا آدمی ہرگز نہیں ملے گا اسی کو بکریاں چرانے کے لیے رکھو جب باپ نے دیکھا کہ میری لڑکیاں اسی کے رکھنے پر اصرار کر رہی ہیں تو انہوں نے سمجھا کہ کسی بیگانے آدمی کو گھر میں رکھنا مناسب نہیں تو بہتر یہ ہے کہ کسی ایک لڑکی سے اس کی شادی کر دی جائے تاکہ وہ اسے اپنا گھر سمجھ کر ہی رہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی شادی

اور

مدین میں آٹھ یا دس سال

قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ

کہا اس بوڑھے نے میرا ارادہ ہے کہ میں ان دو لڑکیوں میں سے ایک کے

عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

قصص: (آیت ۲۷)

ساتھ تیرا نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تو آٹھ سال بکریاں چرا پھر اگر دس سال مکمل کر دے تو تیری مہربانی اور میں تجھ پر کسی قسم کی مشقت نہیں ڈالوں گا عنقریب تو مجھے صالحین میں سے پائے گا۔

اس آیت سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

۱: مثلاً کسی بیگانے آدمی کو گھر میں نہیں رکھنا چاہیئے۔

۲: نکاح پر کوئی جائز شرط لگائی جا سکتی ہے۔

۳: کسی کام کو حق مہر بنایا جا سکتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اس نیک آدمی کے شرائط کو تسلیم کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام کی شادی ہو گئی اور دونوں نے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ کو وکیل بنایا۔

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ۔

قصص: (آیت ۲۸)

کہا موسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد میرے اور تیرے درمیان طے ہو گیا ان دونوں مدتوں میں سے جس کو میں پورا کر دوں میری مرضی مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمارے اس معاہدہ پر وکیل ہے۔

دونوں نے اپنے اس معاہدہ پر اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے توثیق کر دی۔

موسیٰ علیہ السلام مصر واپس جارہے ہیں

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّىْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۔

قصص: (آیت ۲۹)

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کی اور بیوی لے کر مصر کی طرف چلے تو طور پہاڑ کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے راستہ کی خبر لاؤں گا یا آگ کا انگارہ تاکہ آپ سردی تاپ لیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نبوت سے پہلے مقام ولایت پر تو فائض تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو نبی بنانا چاہتے ہیں اس پر نظر انتخاب فرما کر اسے ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ آگ کیسی ہے واقعی وہاں کوئی آدمی ہے یا نہیں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ موسم سردیوں کا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو مصر کا راستہ بھول گیا تھا اسی لیے اپنی بیوی سے کہا کہ میں وہاں سے خبر لاؤں گا یعنی مصر کا راستہ پوچھ آؤں گا اور آگ اٹھا کر لاؤں گا اللہ کی تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ آگ لینے گئے نبوت و رسالت سے سرفراز کر دیئے گئے جب وہاں پہنچے جہاں آگ دکھائی دے رہی تھی تو غیب سے آواز آئی جس کا ذکر اگلی آیت میں یوں ہے۔

☆ ☆ ☆

موسیٰ علیہ السلام اور نبوت کا ملنا

ایک سوال اور اس کا جواب:

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (آیت ۳۰) قصص

پھر جب وہاں پہنچے تو وادی کے مبارک ٹکڑے کے دائیں جانب درخت سے آواز آئی اے موسیٰ بے شک میں اللہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس آگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے بلا کر نبوت و رسالت سے سرفراز فرمانا چاہتے ہیں یکایک غیبی آواز سے جو اس وادی کے دائیں جانب کے درخت کی جہت سے یوں آئی کہ اے موسیٰ یہاں نہ کوئی آگ ہے اور نہ کوئی آگ جلانے والا ہے میں تیرا رب ہوں میں نے تجھے بلایا ہے اس آیت سے یہ شبہ نہ ہو کہ اس وادی کی دائیں جانب کا درخت اللہ تعالیٰ ہو گیا نعوذ باللہ من ذلک جیسا کہ بعض وحدت وجود سے سمجھتے ہیں بلکہ اس درخت کی جہت سے اللہ تعالیٰ نے آواز دی جیسے مریم صدیقہ کو دردزہ کے وقت زمین کی جانب سے یوں آواز دی۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا۔ مریم : ۲۴

پھر مریم کو اس کے نیچے زمین کی طرف سے آواز آئی کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے زمین سے پانی

کا چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

کیا مریم کے نیچے والی زمین اللہ تعالیٰ بن گئی تھی نہیں حاشاء وکلّا زمین زمین تھی درخت درخت تھا اللہ تعالیٰ نے اس جہت سے آواز دی تھی نہ زمین کے روپ میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوا اور نہ درخت کے روپ میں۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے رسالت سے نوازا تو ان ہیں معجزات دینے کے لیے فرمایا:

موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ مل رہا ہے:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا	اور یہ کہ پھینک اپنی لاٹھی پھر جب
رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ	اس کو دیکھا حرکت کرتی ہے گویا کہ
وَلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ	وہ اژدھا ہے پھرے پیٹھ موڑ کر
يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ	اور مڑ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ واپس
اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ۔	آ اور خوف نہ کر بے شک تو امن
قصص: (آیت ۳۱)	والوں میں ہے۔

سورہ طٰہٰ پ۱۶ میں یوں ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰا	اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ
مُوْسٰى۔ (آیت ۱۷) طٰهٰ	میں کیا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے بتایا:

هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا	یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر
وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ	سہارا لگاتا ہوں اور اس کے ذریعے
وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔	اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور

(آیت ۱۸) طٰہٰ	یہ میرے دوسرے کام بھی آتا ہے۔
قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى	فرمایا پھینک دے اس کو اے
فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ	موسیٰ پھر جب اس کو پھینکا تو وہ
تَسْعٰى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ	اژدھا بن کر دوڑنے لگا فرمایا اس
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔	کو پکڑ اور خوف نہ کھا ہم عنقریب
(آیت ۱۹ تا ۲۱): طٰہٰ	اسے پہلی شکل میں لوٹا دیں گے۔

پہلی آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ جب میں اس لاٹھی کو سانپ بناؤں گا تو شاید موسیٰ علیہ السلام کو یہ گمان نہ ہو جائے کہ جنگل کے راستہ میں کہیں میں نے لاٹھی کے بجائے سانپ ہی کو اٹھا لیا تھا بلکہ اس لاٹھی کو دوبارہ دیکھ کر ہی موسیٰ علیہ السلام تسلی کر لیں کہ میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے سانپ نہیں اسی لیے موسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہایت ہی توجہ سے لاٹھی کو دیکھ کر اور اس کی طرف اشارہ کر کے عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور یہ میرے دوسرے کئی کام آتی ہے اب اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا اس لاٹھی کو ڈال دے تو وہ بہت بڑا اژدہا بن کر دوڑنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے اس سے معلوم ہوا نبی کا معجزہ اس کے اختیار میں نہیں ہوتا ورنہ وہ اپنے معجزے سے کیوں ڈرتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کا معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کارنامہ ہوتا ہے نبی کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں ہوتا اسی لیے فرمایا کہ اس سانپ سے تو مت خوف کھا بلکہ اس کو پکڑ تیرے پکڑنے سے ہم اسے دوبارہ لاٹھی بنا دیں گے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے یہ ایک معجزہ تھا دوسرا معجزہ اگلی آیت میں

مذکور ہے فرمایا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى۔ (آیت ۲۲، ۲۳) : طٰہٰ	اور اپنا ہاتھ اپنے بازو کے ساتھ ملا دے نکلے گا چمکنے والا بغیر بیماری کے یہ دوسری نشانی ہے تاکہ ہم تجھے اپنی قدرت کے بڑے بڑے نشان دکھا دیں۔

اس آیت میں مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ تیرا کام یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملا دے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم تیرے اس ہاتھ کو چمکنے والا بنا دیں گے یہ موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ تھا لیکن فعل اللہ تعالیٰ کا ہے اسی طرح اگلے جملہ میں ہے کہ اے میرے پیارے موسیٰ ہم نے تجھے یہ دو نشان اس لیے دئے ہیں تاکہ ہم تجھے اپنی قدرت کے بڑے نشان دکھائیں اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے معجزات جیسے امتوں کے لیے پیغمبروں کی صداقت کے نشان ہوتے ہیں اسی طرح خود انہی انبیاء کے لیے بھی وہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شاہکار اور صداقت توحید کے علامات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ دو معجزہ دئے تو اب اسے حکم دیا کہ جاؤ فرعون کو تبلیغ کرو۔

تبلیغ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی دعاء!

اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي	جا فرعون کی طرف کیونکہ وہ سرکش ہو چکا ہے عرض کیا اے میرے رب میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ	کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری باتیں سمجھ
وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ	سکیں اور میرے اہل سے میرا وزیر بنا
اَخِي اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ	دے یعنی میرے بھائی ہارون کو جس
فِيْۤ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا	کے ذریعہ تو میری کمر کو مضبوط کر دے
وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا اِنَّكَ كُنْتَ	اس کو میرے کام میں میرا شریک بنا
بِنَا بَصِيْرًا۔	دے تاکہ ہم دونوں تیری تسبیح بیان
(آیت ۲۸ تا ۳۵): طٰہٰ	کریں گے اور تجھے بہت یاد کریں
	گے بے شک تو ہمیں دیکھنے والا ہے

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی چند دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

۱: میرے سینہ کو کھول دے یہ حقیقت ہے جب تک مبلغ کا سینہ مضامین سے پر نہیں ہوگا اتنے تک وہ بیان بھی نہیں کر سکے گا یعنی مبلغ کے لیے سب سے پہلے شرح صدر کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ میرے کام کو یعنی تبلیغ توحید کو میرے لیے آسان کر دے یعنی تبلیغ کے راستہ میں رکاوٹیں دور فرما دے۔

۳۔ میری زبان کی گرہ کھول دے یعنی دوران تبلیغ زبان میں اٹکاؤ پیدا نہ ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام بچے تھے تو کبھی فرعون کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچتے تھے جس سے فرعون کو غصہ آیا اور کہنے لگا یہ بچہ ہمیشہ میری توہین کرتا ہے بیوی نے کہا ہے بچہ ہے بچوں کی عادت ہوتی ہے تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش کے لیے اس کے سامنے جواہرات کا تھال رکھ دیا اور انگاروں کا تھال تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے فرعون کو تسلی ہوگئی اسی انگارہ کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان

میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کا کوئی پختہ ثبوت نہیں موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت قدرتی تھی۔

سورہ زخرف آیت ۵۱ تا ۵۲ پ۲۵ میں ہے کہ ایک مرتبہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب و تردید کے لیے قوم سے خطاب کیا اور کہا:۔

فرعون کے اعتراضات موسیٰ علیہ السلام پر:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ	اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان
قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ	کیا اور کہا اے میری قوم کیا مصر کی حکومت
مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ	میری نہیں اور یہ نہریں میرے نیچے
مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ	نہیں چلتی کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے
اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ	کیا میں بہتر ہوں یا یہ ذلیل جو بیان
هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ	ہی نہیں کر سکتا یہ اگر سچا ہوتا تو اسے
فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ	سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے
مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ	گئے یا اس کے ساتھ فرشتوں کی جماعتیں
الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ فَاسْتَخَفَّ	کیوں نہیں آئیں ان دلائل سے اس
قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا	نے اپنی قوم کو پاگل بنا لیا تو وہ اسی
قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۔ زخرف: ۵۱ تا ۵۵	کے پیچھے لگ گئے۔

ان آیات میں بھی موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی گرہ کی طرف اشارہ ہے اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے دعا ۳ میں اسی گرہ زبانی کی اصلاح کی دعا کی تاکہ لوگ میری تبلیغ کو اچھی طرح سمجھ سکیں دعا ۴ اے اللہ میرے اہل میں سے میرا وزیر بنا دے یعنی میرے بھائی ہارون کو نبی بنا دے اس کے ساتھ میری کمر مضبوط کر دے اس کو میرے

کام میں شریک بنا دے الخ لفظ اہل میں گھر کے افراد مراد ہوتے ہیں۔ خواہ مذکر ہوں خواہ مؤنث جیساکہ قرآن مجید کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے نوح علیہ السلام نے فرمایا،

لفظ اہل بیت کی تشریح ،

فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ الخ

دوسرے مقام پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا اِذْ قَالَ لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ لیکن اہل بیت کا لفظ صرف بیوی کے لیے ہوتا ہے خواہ بیوی ایک ہو یا زائد جیسے ابراہیم کی بیوی کے لیے فرمایا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے لیے فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویوں کے لیئے فرمایا،

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔

—— اور یہاں سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لفظ اَہل سے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس کی تفسیر بھائی سے کردی ہے بعض علماء نے لکھا ہے دنیا میں اپنے کو بھائی کیلئے اتنی خیرخواہی نہیں کی جتنی موسیٰ نے اپنے بھائی کیلئے کی اللہ تعالیٰ سے نبوت جیسا منصب یہ بھائی کو دلوا دیا

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف تبلیغ توحید کے لیے بھیجا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یہ چار دعائیں مانگیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا فرمایا:

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ — اے موسیٰ تیرے سوالوں کو پورا کردیا

يَا مُوسٰى ۔ (آیت ۳۶) طٰہٰ گیا ہے۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی جو بعد میں زائل ہو گئی چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے سوالوں کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر پہلے کئے ہوئے احسانوں کا تذکرہ اگلی آیت میں یوں فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام پر انعامات:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلٰى أُمِّكَ مَا يُوحٰى أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِي إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ إِلٰى أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا

اور البتہ تحقیق ہم نے تجھ پر دوسری بار وہ احسان کیا کہ جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو صندوق میں بند کرنے کے بعد اس کو دریا میں پھینک دے دریا اس کو ساحل پر پھینک دے گا اس کو وہ شخص پکڑے گا جو میرا اور اس کا بھی دشمن ہے اور ہم نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تھی تاکہ تیری تربیت میری نگرانی میں ہو جب تیری بہن چل کر گئی اور اس نے کہا کیا میں تمہیں وہ آدمی بتاؤں جو اس کی تربیت کرے تو پھر ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہو اور تو نے ایک

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۔	آدمی کو قتل کیا پھر ہم نے تجھے غم سے بچا دیا اور ہم نے تیرے کئی امتحان لیے تو کئی سال مدین والوں میں رہا پھر تو ایک مقررہ مدت پر واپس آیا۔
طٰہٰ : ۳۷ تا ۴۰	

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر کیا جو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر کئے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو کہا کہ اس کو صندوق میں بند کر کے دریا میں پھینک دے! الخ

اس واقعہ میں کئی انعامات ہیں۔

(۱) : دریا میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔

(۲) ، فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے محفوظ کیا۔

(۳) : فرعون کے گھر سے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کروائی۔

(۴) : موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ماں کی گود واپس کر دیا،

(۵) : موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعونی کے قتل کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بچایا؛

(۶) ، مدین میں بھی موسیٰ علیہ السلام کو کئی آزمائشوں میں محفوظ رکھ کر مصر کی طرف واپس کر دیا۔

(۷) : مدین سے واپسی پر نبوت سے سرفراز فرمایا؛

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ	اے موسیٰ میں نے تجھ کو اپنے لیے چن لیا ہے تو اور تیرا بھائی دونوں میری آیات کی تبلیغ کرو اور میرے

اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰی۔ طٰهٰ (آیت ۴۳ تا ۴۴)	ذکر میں سستی نہ کرو فرعون کی طرف جاؤ وہ بڑا سرکش ہے اس کو نرمی سے سمجھاؤ تاکہ وہ سمجھ جائے یا ڈر جائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ھارون السلام کو منصب نبوت دے کر فرعون کی طرف تبلیغ کے لیے روانہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور ان کو فرعون کے سمجھانے کے لیے دو باتوں کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔

(۱) تبلیغ توحید میں سستی نہ کرنا رات دن مسلسل اسی کام میں مصروف رہنا ہے
(۲) فرعون کو سمجھانے کے لیے نرم الفاظ استعمال کرنا تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے مبلغ توحید کے لیے آج تک یہ دونوں سنہری اصول ہیں ان پر عمل کرنے سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔

موسیٰ اور ھارون علیہما السلام نے فرعون کو تبلیغ کرنے میں ممکنہ خطرات کے بارے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور ھارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی تسلی:

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰی۔ (آیت ۴۵) طٰهٰ	دونوں نے کہا اے میرے رب ہمیں خوف ہے کہ ہم پر وہ زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ عالم الغیب ہوتے ہیں اور نہ مختار کل اور نہ حاجت روا مشکل ہوتے ہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ صفات عطا کیے ہوتے تو انہیں فرعون سے ڈرنے کی ضرورت ہی نہ

ہوتی یعنی اگر عالم الغیب ہوتے تو انہیں یقینی طور پر علم ہوتا کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا اگر پتہ ہوتا کہ وہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا تو ڈرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ وہ ہمیں ستائے گا تو اپنے کل اختیار سے یا حاجت روائی مشکل کشائی سے اپنے آپ کو بچا لیتے تو پھر بھی ڈرنے کی کیا ضرورت تھی دونوں پیغمبروں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی۔ طٰہٰ : ۴۶	نہ خوف کرو بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

یعنی تم دونوں فرعون سے نہ ڈرو کیونکہ میری مدد تمہارے ساتھ ہے میں تمہاری باتوں کو سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں میں تمہاری حاجت روائی مشکل کشائی کروں گا۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کو تبلیغ کرتے ہیں!

فَاْتِیَاہُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔	تم اس کے پاس جاؤ اور کہو ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں تو ہماری قوم بنی اسرائیل کو آزاد کر کے ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو ستانا چھوڑ دے ہم تیرے رب کی طرف سے اپنی صداقت کے نشان بھی لائے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جو ہدایت کی اتباع کرے گا وہی عذاب سے بچے

(آیت ۴۷، ۴۸): طٰهٰ — گا بے شک ہماری طرف وحی کی گئی کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ اول تو ہماری قوم کو آزاد کر اور ان کو اذیتیں دینا چھوڑ دے اور دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ جو ہدایت ہم لائے ہیں اس کی اتباع کرے اسی کی اتباع میں نجات ہے اور اس کی مخالفت پر قہر و غضب کا خوف ہے جو ہدایت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام لائے تھے اس کی تفصیل آیت ۴۹، ۵۰ میں یوں ہے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۔ طٰهٰ : ۴۹-۵۰	کہا فرعون نے تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ فرمایا ہمارا پالنے والا وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ان کی راہنمائی کی۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھانے کے لیے رب کا تعارف کرایا اس نے ازراہ تکبر و انکار کہا کہ تم دونوں کا پالنے والا کون ہے فرمایا ہمارا پالنے والا ہے وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کر کے زندگی بسر کرنے کے راستوں کی راہنمائی کی یہ دلیل ایسی جامع ہے کہ زمین و آسمان اور ان میں آباد مخلوق کی کل انواع و اقسام اس میں داخل ہیں مثلاً انسانی بچہ کو پیدا کر کے اس کو ماں کے سینے سے دودھ پینے کے طریقے کی راہنمائی کی بچہ اس طرح دودھ پیتا ہے کہ عاقل بالغ بھی اس طرح نہیں پی سکتا گائے بھینس بھیڑ بکری کے بچوں کو دیکھو پیدا ہوتے ہی

تھوڑی دیر کے بعد رزق کے راستے کی تلاش شروع کرتے ہیں بالآخر ماں کے تھنوں کو معلوم کر کے ایسے دودھ پیتے ہیں کہ جیسے انہوں نے دودھ پینے کا طریقہ کسی یونیورسٹی میں پڑھ کر سیکھا ہو۔

اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ۔ میں اس کی تصویر کشی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس بچے کو دیکھو کہ اس کو کیسی آنکھیں دیں اور کیسے منہ سر اور ٹانگیں دیں پھر ثُمَّ هَدٰی میں خوراک کے حصول کے ذرائع اور طریق کی طرف اشارہ فرمایا۔

ان دونوں جملہ کی تفسیر و تشریح میں کامل توحید کا بیان ہے اسی لیے فرعون نے اس دلیل کو سن کر کہا،

موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کا اعتراض اور اس کا جواب

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ۔

کہا فرعون نے پھر قرون اولیٰ کا حال کیا ہو گا موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کا علم میرے رب کے پاس اس کتاب میں ہے جس میں نہ میرا رب چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا ہے اور اس میں تمہارے لیے کئی راستے چلائے اور آسمان سے پانی نازل کر کے اس کے ذریعہ مختلف نباتات پیدا کر کے تمہیں کہتا ہے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ ان

طٰہٰ : ۵۱ تا ۵۲

دلائل ہیں عقل والوں کے لیے بہت
نشانات ہیں۔

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تمہارا پالنے والا کون ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا تعارف کرایا تو فرعون نے کہا کہ اگر تمہارا رب ہی سب کچھ کرنے والا ہے تو پھر قرون اولیٰ کے وہ لوگ جو یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے ان پر تمہارا کیا فتویٰ ہے فرعون کا مقصد تھا یہ ان پر مشرک کافر گمراہ ہونے کا فتویٰ لگائیں گے تو میں عوام کو ان کے خلاف بھڑکاؤں گا جب عوام ان کے خلاف ہو جائیں گے تو ان کا تبلیغی پروگرام ختم ہو جائے گا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے ایسے عمدہ طریقے سے جواب دیا کہ ان کا معاملہ میرے رب کے علم میں ہے یعنی ہم ان کے بارے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں ان کے عقائد کا کوئی علم نہیں جب ہم ان کو جانتے ہی نہیں تو ہم ان پر کیا فتویٰ لگائیں موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب سے فرعون کا پروگرام ناکام ہو گیا اب موسیٰ علیہ السلام نے موقعہ پا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کو مزید اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تعریف شروع کر دی کہ میرا رب وہ ہے جو کبھی نہ بھولتا ہے اور نہ چوکتا ہے رات دن وہی مخلوق پوری کو روزی دے رہا ہے اور ان کی نگرانی کر رہا ہے اس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا ہے جس میں تم رات دن زندگی بسر کر رہے ہو اور اس میں تمہارے لیے اس نے راستے بنائے ہیں جس سے تمہاری آمد ورفت کا نظام قائم ہے بالخصوص تمہاری زندگی کے لیے تمہاری خوراک کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے اسی زمین میں کیا ہے آسمان سے پانی برسا کر اس زمین میں مختلف قسم کے اناج اور فروٹ اور چارے پیدا کیے جن سے تمہاری اور تمہارے جانوروں کی زندگی کے بقا کا سامان موجود ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (آیت ۵۵) طٰهٰ

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

یعنی ہم نے صرف تمہاری دنیوی حیات کا انتظام زمین میں نہیں کیا بلکہ تمہاری موت کا نظام بھی اسی زمین سے وابستہ ہے یعنی ہم نے تمہیں اسی مٹی سے پیدا کر کے انسان بنا کر اسی میں آباد کیا پھر تمہیں موت دے کر اسی مٹی میں ملا دیں گے پھر قیامت کے دن تمہیں اسی مٹی سے پیدا کر کے میدان محشر میں اکٹھا کریں گے اللہ تعالیٰ نے یہاں سورہ طٰہٰ میں موسیٰ علیہ السلام کی اس تبلیغ کا ذکر اس انداز سے کیا ہے جو مذکور ہو چکا ہے لیکن سورۃ شعراء پ۱۹ میں اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں رب العالمین کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے تو اس وقت فرعون نے کہا۔

فرعون کا دوسرا اعتراض اور اس کا جواب:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

شعراء (آیت ۱۸، ع ۱۹)

کہا کیا ہم نے تجھے بیٹا بنا کر نہیں پالا تھا اور تو نے ہمارے گھر میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے اور تو نے وہ کام کیا جو تو نے کیا اور تو ناشکر گزاروں میں سے تھا یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات یاد دلائے کہ ہم نے تجھے اپنا بیٹا بنا کر پالا اور تو نے ہمارے گھر میں زندگی

کے کئی سال گزارے لیکن تو نے

ہمارے ایک

آدمی کو قتل کیا۔

اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ فَعَلْتُهَآ إِذًا وَّأَنَا	کہا میں نے وہ کام اس وقت کیا
مِنَ الضَّآلِّيْنَ فَفَرَرْتُ	جب میں گمراہوں میں تھا پھر میں تم
مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ	سے بھاگ گیا جب مجھے خطرہ لاحق ہو
لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ	گیا تو پھر میرے رب نے مجھے حکم دیا
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ وَتِلْكَ	اور مجھے رسول بنایا اور یہ احسان جو
نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ	تو مجھے جتاتا ہے (یہ کوئی احسان
عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ۔	ہے) جب کہ تو نے میری ساری قوم
شعراء: (آیت ۲۰ تا ۲۲)	کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا کہ قتل مجھ سے غلطی کی وجہ سے ہو گیا تھا لیکن جب میں تم سے بھاگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت سے نوازا یعنی تم اتنے منحوس تھے کہ تمہارے پاس ہوتے ہوئے مجھے نبوت رسالت نہیں ملی جب میں تم سے الگ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا پھر تو نے مجھے تربیت کا احسان جتلایا یہ کوئی احسان ہے کہ ایک آدمی پر احسان کر کے ان کی پوری قوم کو غلام بنا لیا۔

ان تمہیدی باتوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے مشن توحید کو ٹھکرانے کے لیے حقارت کے انداز سے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔

فرعون کا تیسرا اعتراض اور اس کا جواب!

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ٥ (آیت ۲۳، ۲۴) شعراء	کہا فرعون نے رب العالمین کیا چیز ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کو پالنے والا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

یعنی فرعون نے بڑی حقارت سے سوال کیا کہ رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے حالانکہ چاہیئے تھا کہ وہ یوں سوال کرتا وَمَن رب العالمین کہ رب العالمین کون ہے ماغیر ذوی العقول کے لیئے ہوتی ہے من ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے کے لیے سوال ما سے کیا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے بہت اچھے انداز سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھانے کے لیئے فرمایا کہ رب العالمین وہ ذات ہے جو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان آباد مخلوق کو پالنے والا ہے پھر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بیان کو ٹالنے کے لیے حقارت سے کہا!

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ (آیت ۲۵، ۲۶) شعراء	کہا فرعون نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں کو کیا تم سن رہے ہو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پالنے والا ہے۔

فرعون نے اس مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے کے لیے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں سے کہا سن رہے ہو یہ کیا کہتا ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ مجنوں ثابت کرنے

کے لیے اشارہ کیا کہ یہ شخص عقل مند نہیں پہلے اللہ تعالیٰ کی توہین کی پھر موسیٰ علیہ السلام کی توہین کی صرف اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھا رہے تھے موسیٰ علیہ السلام نے جیسے پہلے سوال کے جواب میں حکمت عملی کے طور پر احسن انداز سے اللہ تعالیٰ شان سمجھائی اب اس مرتبہ بھی اس کے استحقار کو ٹھکرا کر اچھے انداز سے اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی فرمایا جو تمہارا بھی اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پالنے والا ہے وہی رب العالمین ہے۔

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ـ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ـ

(آیت ۲۷ ، ۲۸) شعراء

کہا فرعون نے بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے وہ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان آباد مخلوق کا پالنے والا ہے اگر تم عقل رکھتے ہو۔

فرعون نے یہ تیسری مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے کے لیے واضح الفاظ سے کہا کہ یہ شخص جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے یہ دیوانہ ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی بڑے اچھے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس ذات کی شان بیان کرنے کی وجہ سے تم مجھے دیوانہ کہتے ہو وہ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان میں آباد مخلوق کو پالنے والی ذات ہے یعنی اصل دیوانے تو تم ہو کیونکہ تم نے آج تک اپنے پالنے والے کو بھی نہیں پہنچانا۔

ان آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ مشرک کافر تشدد کرتے تھے لیکن انبیاء و رسل نہایت ہی شفقت سے مسئلہ توحید انہیں سمجھاتے تھے جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ دے سکا تو تشدد پر اتر آیا

اور کہا:

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون دھمکی دیتا ہے

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱ شعرآء)

اگر تو نے میرے سوا کسی دوسرے کو اپنا الٰہ مانا تو میں تجھے عمر قید کر دوں گا فرمایا اگرچہ میں اپنی صداقت کے لیے واضح دلیل پیش کر دوں اس نے کہا وہ نشان پیش کر اگر تو سچا ہے۔

جب فرعون نے عمر قید کی دھمکی سے موسیٰ علیہ السلام کو مرعوب کرنا چاہا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی نبوت و رسالت کی صداقت کے لیے تجھے واضح نشان دکھاتا ہوں تو اس نے کہا وہ نشان پیش کر اگر تو سچا ہے۔

معجزہ موسیٰ علیہ السلام:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ شعرآء: (آیت ۳۲، ۳۳)

پھر پھینکا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا تو وہ واضح اژدہا بن گیا اور کھینچا اپنا ہاتھ تو وہ دیکھنے والوں کے لیے روشن ہو گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی صداقت کے یہ دو نشان دکھائے تو اس نے بجائے ماننے کے موسیٰ علیہ السلام پر ساحر ہونے کا الزام لگا دیا کہ یہ جادوگر ہے اپنے جادو کے کرتب سے اس نے لاٹھی کو سانپ بنا لیا ہے اور ہاتھ کو گریبان میں داخل کر کے روشن جادو کے زور سے کر دیا کیونکہ جادوگر اپنے کرتب

اور شعبدہ بازی کی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں تو اس نے اس الزام سے موسیٰؑ کی دعوت پر کاری ضرب لگا دی آئندہ آیات میں اسی بات کا تذکرہ یوں ہے۔

فرعون اپنے مشیروں سے مشورہ طلب کر رہا ہے:

قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ۔ (آیت ۳۴، ۳۵) شعراء

اس نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والوں سے کہا کہ یہ شخص بڑے علم والا جادوگر ہے یہ شخص تمہیں اپنے جادو کے ذریعے تمہارے وطن سے نکال دے گا پھر تمہاری اس کے بارے کیا رائے ہے۔

یعنی فرعون نے اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام سے بہت ڈرایا کہ یہ بڑے علم والا جادوگر ہے یہ جادو کے زور سے تمہاری سیاست اور حکومت پر قبضہ کر کے تمہیں اس سرزمین سے نکال باہر کرے گا اب اس کا کیا حل ہے تو فرعون کی پارلیمنٹ نے فرعون کو یہ مشورہ دیا کہ اس کا حل یہ ہے کہ ملک اور بیرون ملک کے بڑے ماہر جادوگر بلا کر موسیٰ کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فیصلہ کو اگلی آیات میں بیان فرمایا:

فرعونیوں کا آخری فیصلہ،

قَالُوٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حَاشِرِينَ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ

انہوں نے کہا اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے اور شہروں میں آدمی بھیج دے جو تیرے پاس بڑے

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ (آیت ۳۸ تا ۴۰) شعراء

علم والے جادوگروں کو لے آئیں پھر مقررہ دن میں جادوگروں کو اکٹھا کر کے لوگوں کو بلایا جائے اور کہا جائے آؤ اکٹھے ہو کر جادوگروں کے پیچھے لگیں اگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آجائیں۔

فرعون اور اس پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کیا موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کے لئے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر ہو چکا تھا کہ فرعونیوں کی اسی تجویز کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی دعوت توحید کی صداقت وغلبہ کا نشان ظاہر کر کے فرعونیوں کو شکست دی جائے چنانچہ فرعون اور اس کی قوم نے اسی فیصلہ کے مطابق ملک اور بیرون ملک سے بڑے ماہر جادوگر بلائے گئے۔

جادوگر فرعون سے انعام کا مطالبہ کرتے ہیں

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔ (آیت ۴۱، ۴۲) شعراء

پھر جب جادوگر آگئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کیا ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب ہو جائیں تو اس نے کہا ہاں اور بے شک تم میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

یعنی جادوگر جب فرعون کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے غلبہ کی صورت میں انعام کا مطالبہ کیا تو فرعون نے کہا صرف انعام نہیں ملے گا بلکہ میں تمہیں حکومت میں شامل کر کے تمہیں وزارتیں دے کر اپنے مقربین میں شامل کر لوں گا کیونکہ مشرک کو جتنی تکلیف توحید سے ہوتی ہے اتنی کسی دوسری چیز سے ہرگز نہیں

ہوتی اس نے کہا داعیٔ توحید موسیٰ علیہ السلام کو شکست دو میری حکومت کی ہر چیز تمہارے سپرد ہو جائے گی چنانچہ جب وہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا،

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مکالمہ،

قَالَ لَهُمْ مُوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ ۔ (آیت ۴۳، ۴۴) شعراء	موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنا چاہتے ہو تو انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈال کر کہا ہم فرعون کی عزت کے طفیل غالب ہو جائیں گے ۔

ان جادوگروں نے پہلے فرعون کی زبانی سن رکھا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام لاٹھی پھینک کر سانپ بناتا ہے تو انہوں نے اسی قسم کی شعبدہ بازی سے موسیٰ علیہ السلام کو اور مجمع کو مرعوب کرنے کے لیے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنا دیا اور واقعی انہوں نے اپنے فن کا سب سے بڑا مظاہرہ کیا ۔

اسی لیئے سورہ اعراف آیت ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۔ الاعراف: ۱۱۶	جب انہوں نے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکی تو انہوں نے آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو لائے ۔

جب جادوگروں نے اپنا کرتب دکھایا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کا مطالعہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو خوف زدہ پایا جس طرح سورہ طٰہٰ آیت ۶۷

میں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ان کے جادو سے خوف زدہ ہونا!

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۔ طٰهٰ : ۶۶-۶۷

ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کو دیکھ کر خود موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سحر کی وجہ سے یوں لگتا تھا کہ وہ دوڑ رہی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام ان سے اپنے دل میں خوف زدہ ہو گئے۔

تو اس وقت جادوگروں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا خوف زدہ چہرہ بتا رہا ہے کہ اس کے پاس ہمارے جادو کا کوئی توڑ نہیں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم ہوتا کہ ابھی تھوڑی دیر بعد میری لاٹھی کو اللہ تعالیٰ ایسا اژدہا بنائیں گے کہ وہ ان رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپوں کو نگل جائیگی تو ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی نیز اگر موسیٰ علیہ السلام مختار کل ہوتے جیسا کہ بعض بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اولیاء مختار کل ہوتے ہیں تو پھر بھی ڈرنے کی کیا ضرورت تھی اپنے کلی اختیار سے جو چاہتے کر گزرتے نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کا پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا ورنہ ڈرنے کی کیا وجہ نیز معجزہ پیغمبر کا فعل نہیں ہوتا بلکہ نبی کا معجزہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو سچا ثابت کرنے کے لیے ان کے ہاتھ سے ایسا کام کراتے ہیں کہ پوری دنیا اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے بہرکیف جب جادوگروں نے دیکھا کہ اس کے پاس ہمارے جادو کا توڑ نہیں تو وہ خوش ہوئے کہ ہم غالب آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی

سورۃ طٰہٰ آیت ۶۸ و ۶۹۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى۔ طٰہٰ: ۶۸-۶۹

ہم نے کہا تو خوف نہ کر بے شک تو ہی غالب ہوگا اور پھینک دے جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے نگل جائے گا اس چیز کو جو انہوں نے بنا رکھا ہے کیونکہ ان کا مکر جادو ہے اور جادوگر جہاں سے آئے کامیاب نہیں ہوگا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سانپ بنایا جو ان کی ساری رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا تو اس سے جادوگروں کو مسئلہ سمجھ آگیا کہ یہ شخص جادوگر نہیں اور نہ اس نے لاٹھی کو سانپ بنایا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نبی کو سچا ثابت کرنے کے لیے اپنی قدرت کا نظارہ کرایا۔

جادوگر ایمان لاتے ہیں:

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى۔ (طٰہٰ: ۷۰)

پھر جادوگر سجدہ میں ڈال دئے گئے اور انہوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب کو مان گئے۔

اس آیت میں غور کریں کہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے دیکھا لیکن ایمان موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر لاتے ہیں اس لیئے انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کام موسیٰ علیہ السلام اور ھارون علیہما السلام نے نہیں کیا بلکہ یہ کام ان کے رب کا ہے اسی لیئے رب پر ایمان لانے کا ذکر کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ اور ھارون علیہما السلام اللہ تعالیٰ کی ذات کو منوانا چاہتے تھے اسی لیے دونوں کے مقصد پر ایمان لانے کا ذکر ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پیغمبر کی بات ماننے سے پیغمبر کی ذات بھی مانی جاتی ہے یعنی جو شخص پیغمبر کی بات نہیں مانتا وہ پیغمبر کی ذات کو نہیں مانتا اور جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی ذات کو مانتا ہے لیکن پیغمبر کی بات نہیں مانتا وہ پیغمبر کا ماننے والا نہیں جادوگروں کو جب مسئلہ توحید سمجھ نہیں آیا تھا تو فرعون کی مجلس میں شرکیہ کلمات بولتے تھے مثلاً انہوں نے لاٹھی رسیاں ڈال کر کہا تھا کہ فرعون کی عزت کے طفیل اور فرعون کی عزت کے وسیلے سے کامیاب ہو جائیں گے لیکن جب انہیں مسئلہ توحید سمجھ آیا تو اب انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے وسیلے سے کامیاب ہو جائیں گے بلکہ سیدھا اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے غیر اللہ کا خوف دل سے نکال دیا جب فرعون نے انہیں مرعوب کرنے کے لیے اور ان کو توحید سے روکنے کے لیے دباؤ ڈالا اور کہا۔

فرعون جادوگروں پر رعب ڈال کر ایمان سے روکنا چاہتا ہے

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى. (طٰهٰ : ۷۱)

تم اس پر میرے بلانے سے پہلے ایمان لا چکے تھے یہ تمہارا بڑا ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور پر لٹکا کر پھانسی دوں گا اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کس کا عذاب سخت اور پائدار ہے۔

فرعون کی اس دھمکی پر انہوں نے ایمان پر استقامت دکھاتے ہوئے وہ الفاظ کہے جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انہوں نے کہا،

جادوگروں کا ایمان پر پختہ ہونا:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ

ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے ان واضح دلائل پر جو ہمارے پاس پہنچے ہیں اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا پس تو کر جو کچھ کر سکتا ہے بے شک تو اسی دنیا کی زندگی میں جو

لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔
طٰهٰ: (آیت ۷۲، ۷۳)

کچھ کرے گا سو کرے گا ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا بالخصوص اس گناہ کو جو تو نے ہمیں سحر کرنے پر مجبور کیا ہے اللہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی ذات ہے۔

جب جادوگر مسلمان ہو گئے تو ان کا اثر کافی لوگوں پر ہوا اس لیے فرعون کی دشمنی اور عناد بھی بڑھ گیا وہ موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے قتل کے درپے ہو گیا۔

جیسا کہ حٰمٓ مؤمن پ۲۴ آیت ۲۵ و ۲۶ میں ہے۔

فرعون دعوت توحید کا راستہ روکنے کے لیے اپنے پروگرام کا اعلان کرتا ہے؛

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ

پھر جب ان کے پاس حق آیا ہماری طرف سے تو انہوں نے کہا قتل کرو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور زندہ رکھو ان کی لڑکیوں کو لیکن ان کا یہ مکر بے فائدہ ثابت ہوا اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کرتا ہوں وہ

دِیْنَکُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۔ مومن: ۲۵-۲۶	پکارے اپنے رب کو مجھے خوف ہے کہ بدل دے گا تمہارے دین کو یا ظاہر کرے گا زمین میں فساد ،

ان آیات سے واضح ہے کہ اس نے مسئلہ توحید کا راستہ روکنے کے لیے تشدد کا راستہ اپنایا کہ موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہوں یہ اپنے رب کو پکارے پھر دیکھیں اس کا رب اس کو کیسے بچاتا ہے اسی طرح سورۃ اعراف آیت ۱۲۷ سے ۱۲۹ تک پ۹ میں یوں ہے ،

فرعون اور فرعونیوں کے ڈراووں کا جواب !

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ	فرعون کی قوم کے امیر لوگوں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دے گا تا کہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں سے بیزار ہو جائیں فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر جبر کریں گے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو کیونکہ زمین اللہ کی ہے اس کا وارث بناتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور اچھی عاقبت پرہیزگاروں کے لیے

تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

الاعراف : ۱۲۷ تا ۱۲۹

ہے انہوں نے کہا ہم تیرے آنے سے پہلے بھی بہت ستائے گئے اور تیرے آنے کے بعد بھی کہا موسیٰ نے امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں اس زمین کی خلافت دے گا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون اور اس کی جماعت نے مسلمانوں کو بہت ستانا شروع کر دیا اور دھمکیاں دے کر مرعوب کرنا شروع کر دیا کہ ہم تمہارے بیٹوں کو ذبح کریں گے اور تمہاری بیٹیوں کی بے عزتی کریں گے تاکہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی دعوت کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائیں لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو تسلی دی اور کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو کیونکہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہی جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنے ساتھیوں کو عقیدہ توحید پر استقامت کی تلقین کرتے تھے اور ان کو کہتے تھے کہ تم مشکلوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو مشکل کشا اور حاجتوں میں صرف اسی کو حاجت روا سمجھ کر پکارا کرو اور اسی سے ہی مدد مانگا کرو کیونکہ زمین و آسمان کے کلی اختیارات اسی کے پاس ہیں جس کو چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے شاہت چھین لیتا ہے انجام فتح کا متقین کے لیے ہوتا ہے قوم نے پھر بھی بے صبری کا اظہار کیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ گھبراؤ مت تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر کے مصر کی حکومت تمہیں دے گا اور تمہیں آزمائے گا جب موسیٰ علیہ السلام کے

ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی شروع کی تو اسی وقت سے فرعون اور فرعونیوں
کو اللہ تعالیٰ نے سزا دینی شروع کر دی۔
چنانچہ اگلی آیات انہیں عذابوں کا ذکر ہے۔

فرعون اور فرعونیوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب!

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ
بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا
لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ
يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ
اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَالُوْا
مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ
لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ
لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَ
الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا
مُّجْرِمِيْنَ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ

پختہ بات ہے کہ ہم نے فرعونیوں
کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی سے پکڑا
تاکہ وہ سمجھ جائیں پھر جب انہیں بھلائی
مل جاتی تو کہتے یہ ہمارے لیے ہے
اور اگر انہیں تکلیف پہنچتی تو اس کو
موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں
کی نحوست سمجھتے تھے خبردار ان کی
نحوست اللہ کے پاس ہے لیکن ان
میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور کہتے
تھے کہ جب ہی تو کوئی نشانی لاتا ہے
ہم پر جادو کرنے کے لیے ہم تجھے
ہرگز نہیں مانیں گے تو پھر ہم نے ان
پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈی دل اور
جوئیں اور مینڈکیں اور خون جیسی
واضح نشانیاں پھر بھی اکڑ گئے اور
وہ قوم مجرم تھی اور جب ان پر کوئی

الرِّجْزُ قَالُوْا يَا مُوْسَى ادْعُ	عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے اے
لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ	موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے
لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ	دعا کر اپنے منصب قرب کی وجہ
لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ	سے اگر تو نے ہم سے عذاب دور
مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَلَمَّا	کر دیا تو ہم تجھ پر بھی ایمان لائیں گے
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى	اور تیرے ساتھ تیری قوم کو چھوڑ
اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ	دیں گے پھر جب ہم نے ان سے
يَنْكُثُوْنَ ـ	عذاب ہٹا دیا کچھ مدت تک تو
الاعراف: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۵	انہوں نے وعدہ توڑ دیا ۔

یعنی جب فرعون اور اس کے ماننے والے توحید کے انکار پر ڈٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو راہ راست پر لانے کے لیے کئی قسم کے عذاب مسلط کر دیئے مثلاً قحط سالی اور پیداوار کی کمی کا عذاب بھیج دیا لیکن اس سے بھی انہیں کوئی سبق حاصل نہ ہوا بلکہ جب انہیں کوئی خوشی مل جاتی مثلاً صحت یا پیداوار میں کثرت تو اسے اپنا استحقاق سمجھتے یعنی شرکیہ عملوں کی برکت اور جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو کہتے یہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بیان توحید کی نحوست سمجھتے تھے۔ بالآخر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ تو جتنے نشان صداقت دکھا دے گا ہم تیری یہ بات قطعاً نہیں مانیں گے تو مسلسل کئی عذاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے مثلاً پانی کا طوفان جس سے ان کے سب باغ کھیت اجڑ گئے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کی منت سماجت کرنے لگ گئے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے یہ عذاب ہٹا دے تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد

کر دیں گے جب اللہ تعالیٰ نے عذاب ہٹایا تو فوراً انہوں نے انکار کر دیا اسی طرح
اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی دل بھیج دئے جو ان کے باغوں کھیتوں کو کھا گئے پھر
ان پر جوئیں مسلط کر دیں جو نہ ان کو آرام کرنے دیتے اور نہ ان کے جانوروں کو
بلکہ ان کے غلہ جات کو بھی کھا گئیں پھر اسی طرح مینڈکیں مسلط کر دیں جو ان کے
کھانوں میں اور برتنوں میں اور کپڑوں میں ہر وقت موجود ہوتیں جب منہ کھولتے
منہ میں مینڈک کود جاتی پھر اسی طرح ہر چیز میں خون ہی خون ہوتا ہر مشروب اور
ہر کھانے میں خون ہوتا ان سب نشانیوں میں وہ موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرا
کر منکر بن جاتے تھے۔

ان عذابوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے لیے فرعون کے رشتہ داروں
سے ایک مرد کو مومن بنا دیا جس نے مسئلہ توحید کو ایسے واضح دلائل کے ساتھ
سمجھایا کہ جس کے بعد ان کی کوئی حجت باقی نہ رہی سورہ حم مومن پ۲۴ میں آتا
ہے جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پروگرام بنایا تو اس نے کہا۔

مرد مومن کی تقریریں!

تقریر نمبر ۱!

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ	اور مرد مومن نے کہا جو قوم فرعون سے تھا اور اس نے ایمان چھپا رکھا تھا کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا صرف اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلائل لایا ہے

صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ (آیت ۲۸، ۲۹) مومن	اگر جھوٹا ہے تو اس پر جھوٹ کا وبال پڑے گا اور اگر سچا ہے تو تمہیں اس عذاب کا کچھ حصہ ضرور پہنچے گا جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس شخص کو جو زیادتی کرنے والا جھوٹا ہے اے میری قوم تمہارے پاس بادشاہی ہے تم زمین میں غالب ہو پھر کون ہماری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اگر وہ آگیا تو فرعون نے کہا میں تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جس کو میں پسند کرتا ہوں اور میں تمہیں سیدھی راہ ہی دکھاتا ہوں۔

اس مرد مومن نے فرعون کی پارلیمنٹ میں جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پروگرام بنا رہے تھے انتہائی مؤثر انداز میں سمجھایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا پالنے والا صرف اللہ ہے اس قصور کی بنا پر تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو یہ کتنی نامعقول حرکت ہے یعنی اللہ کی توحید کو ماننا یہ کوئی جرم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر وہ دلائل بھی پیش کرتا ہے اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کر لیا جائے اور اگر اس کو تم قبول نہیں کرتے تو کم از کم اس کے قتل کرنے کا پروگرام کیوں بناتے ہو بالغرض اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کی ہلاکت کے لیے اس کے جھوٹ کا وبال ہی کافی ہے لیکن وہ اگر سچا

ہے تو پھر تمہیں اس کی دعوت کے انکار پر ضرور عذاب پہنچے گا جو تمہاری بربادی کے لیے کافی ہوگا آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مرد مؤمن کا تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۔ یہ اس کی ایک تقریر تھی اسی تقریر میں اس نے کہا اے میری قوم آج تمہارے پاس حکومت ہے تم زمین میں سب لوگوں پر غالب ہو اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے تم پر نازل ہو گیا تو تم سے یہ اقتدار اور اس کی عزت چھن جائے گی تو پھر کون تمہارا حاجت روا مشکل کشا ہوگا جو تمہیں بچائے گا اس کے جواب میں فرعون نے کہا کہ میں تمہیں اس مذہب کی تلقین کرتا ہوں جس کو میں اپنے لئے بھی پسند کرتا ہوں اور وہی سبیل الرشاد ہے حالانکہ وہ سبیل الضلال تھا۔

اب اس مردِ مومن نے دوسری تقریر فرمائی۔

مردِ مؤمن کی دوسری تقریر:

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ وَيٰقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُم مِّنَ اللّٰهِ	اور کہا اس شخص نے جو ایمان لا چکا تھا مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر یوم الاحزاب جیسا عذاب نہ نازل ہو جائے یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد آنے والوں جیسا عذاب اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا اے میری قوم مجھے تم پر قیامت کے دن عذاب کا خوف ہے

مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۔
مومن : (آیت ۳۰ تا ۳۳)

جب تم موقف حساب سے پیٹھ پھیر کر مڑو گے تو تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

دوسری تقریر میں بھی اس مردِ مومن نے معذب قوموں کے عذابوں سے ڈرایا اس کے بعد قیامت کے دن کے عذاب سے بھی ڈرایا اور یہ سمجھایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہوگا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے گا آج ہی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر توحید کو قبول کر لو لیکن جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرے اس کو کوئی بھی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

ان عذابوں سے ڈرانے کے بعد اس نے یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے سمجھانے کی کوشش کی۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دلائل نقلیہ سے سمجھاتے ہیں:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

پختہ بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ واضح دلائل لے کر آئے تھے تو تم ہمیشہ شک میں رہے اس مسئلہ سے جس کو وہ لائے تھے حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کوئی رسول نہیں بھیجیگا اسی طرح گمراہ

بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔

(آیت ۳۴، ۳۵) مومن

کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو شرک کرنے والا شک کرنے والا جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جھگڑتا ہے یہ چیز اللہ اور مومنین کے نزدیک بڑی ناراضگی والی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے ہر متکبر سرکش کے دل پر۔

مرد مومن نے کہا کہ جیسے تم اب موسیٰ علیہ السلام کے بیان توحید میں شک کر کے نہیں مانتے اسی طرح تمہارے آباؤ اجداد یوسف علیہ السلام کے واضح دلائل توحیدیہ کو نہیں مانتے تھے مزید برآں منکرین توحید بغیر دلیل کے محض اپنی اٹکل پچو اور جھوٹی کہانیوں اور خوابوں کے ذریعہ مسائل توحید کا انکار کرتے ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اسی لیے وہ ماننے کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ آگے مرد مومن کی مؤثر تقریروں پر پانی پھیرنے کے لیئے فرعون نے ایک چال یہ چلی کہ ہامان کو کہا کہ محل بنا جس کے ذریعہ میں موسیٰ کے رب کو دیکھوں۔

فرعون لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے تدبیر کرتا ہے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے بلند محل تعمیر کرتا کہ میں آسمانوں کے راستوں سے موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو دیکھوں اور میں اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس

سُوْٓءُ عَمَلِہٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ وَ مَا کَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ۔
مومن: ۳۶-۳۷

کے بُرے عمل مزین کئے گئے اور روکا گیا صحیح راستہ سے اور نہیں داؤ فرعون کا مگر ہلاکت ہیں۔

اس تجویز سے فرعون قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے روکنا چاہتا تھا ورنہ نہ کوئی ایسی عمارت بنا سکتا ہے جو آسمانوں تک پہنچ جائے اور نہ اتنی بلند عمارت کبھی قائم رہ سکتی ہے ایسی عمارت تو بنتے بنتے ہی زمین بوس ہو جاتی ہے چنانچہ اگر اس نے ایسی کوئی عمارت بنائی ہوگی تو بننے سے پہلے گر کر تباہ و برباد ہو گئی ہوگی آگے مردِ مومن کی تیسری تقریر نہایت مؤثر انداز سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اسی لیے اس تقریر کے بعد انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے تمام مکروں سے محفوظ رکھا۔

مردِ مومن کی تیسری تقریر:

وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ یٰقَوْمِ اِنَّمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَۃَ ھِیَ دَارُ الْقَرَارِ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَۃً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا

اور مردِ مومن نے کہا اے میری قوم میری اتباع کرو میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا اے میری قوم یہ دنیاوی زندگی حقیر زندگی ہے اور بے شک آخرۃ اصل رہنے کی جگہ ہے جس نے برائی کی تو اس کو اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا اور جس نے اچھے عمل کئے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہے تو ایسے لوگ

بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔	جنت میں داخل ہوں گے اس میں
(آیت ۳۸ تا ۴۰) مومن	انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

اس آخری تقریر میں پہلے اس نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کی بات کی پھر نیکی برائی کے اخروی قانون کو بیان کیا کہ وہاں برائی کا بدلہ برائی ہوگا اور نیکی بشرط ایمان کا بدلہ بے حساب انعام سے دیا جائے گا اس کے بعد اس نے مسئلہ توحید سمجھاتے ہوئے کہا کہ دارومدار نجات صرف مسئلہ توحید ہے اور شرک کی دعوت جہنم کی دعوت ہے ۔

مرد مومن اور دعوت توحید؛

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ	اور اے میری قوم مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا کفر کروں اور اس کے ساتھ ان کو شریک بناؤں جن کا مجھے علم نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں بے شک تم مجھے اس کی طرف بلاتے ہو جن کے پکارنے کا حق نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرۃ میں اور بے شک ہم نے لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے اور

اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ
فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا
مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ
سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔

(آیت ۴۱ تا ۴۵) مومن

بے شک مشرک وہی جہنمی ہیں پس عنقریب تم یاد کروگے ان نصیحتوں کو جو میں تمہیں کہتا ہوں اور میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بچا دیا ان تکلیفوں سے جو انہوں نے اس کو پہنچانا چاہیں اور فرعونیوں پر عذاب نازل ہو گیا۔

ان آیات میں مرد مؤمن نے وضاحت کے ساتھ سمجھایا کہ میری دعوت توحید دعوت نجات ہے اور تمہاری دعوت شرک دعوت ہلاکت ہے پھر مزید وضاحت کردی کہ تمہاری دعوت میں اللہ تعالیٰ کا کفر ہے اور اس کے ساتھ ایسے لوگوں کو شریک بنانا ہے جن کو تم بھی اچھی طرح نہیں جانتے اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست طاقتوں والا اور بہت بڑا بخشنے والا ہے تیسری آیت میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان کو پکارتے ہو جن کو پکارنے کا حق نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں کیونکہ دنیا و آخرت میں سب لوگوں کا حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنی حاجتوں کے حاجت روا اور اپنی مشکلوں کے مشکل کشا نہیں بالآخر ہم سب نے مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور یہ حتمی بات ہے کہ مشرک جہنمی ہوں گے اور سب سے آخر میں مرد مؤمن نے کہا کہ اب تو تم میری دعوت توحید کو نہیں مانتے کل قیامت کو پچھتاؤ گے جب اس نے یہ تقریر کی تو انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو بعد

ہیں قتل کریں گے پہلے اسی سے نبٹ لیں تو انہوں نے اس کو قتل کرنے کے جتنے پروگرام بنائے اللہ تعالیٰ نے ان سب مکروں سے اسے محفوظ رکھا اور فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے پکڑ لیا۔

فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کا منظر :

سورۃ شعراء پ ۱۹ میں اس طرح ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ۔

(آیت ۵۲ تا ۶۰ : الشعراء)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات میں لے جا بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا پھر فرعون نے شہروں میں آدمی جمع کرنے والے نوکر بھیج دئے بیشک یہ جماعت تھوڑی سی ہے اور یہ لوگ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں اور ہم رعب والی جماعت ہیں پھر ہم نے نکالا ان کو باغوں اور چشموں سے اور خزانوں اور کوٹھیوں سے اسی طرح ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا پھر وہ ان کے تعاقب میں دن چڑھے نکلے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو اور اس کے درباریوں کو ہلاک کرنا چاہا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو راتوں رات لے کر

یہاں سے نکل جاؤ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر رات کو چلے گئے تو فرعون کو ان کے بھاگ جانے سے سخت غصہ آیا تو اس نے اپنے ملک سے کافی لوگ اکٹھے کر کے بنی اسرائیل کے تعاقب میں بڑبڑاتا ہوا نکل پڑا اور کہنے لگا یہ مٹھی بھر لوگ ہمیں ہر وقت غصہ دلاتے رہتے ہیں آج ہم ان کو ختم کر کے دم لیں گے فرعون اپنے غصہ میں بنی اسرائیل کو مارنے کے لیے نکلا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کو ہلاک کرنے کے لیے ان کے باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور کوٹھیوں سے نکال دیا یہ لوگ آج کے بعد مڑ کر کبھی ان نعمتوں کی طرف نہیں آئیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید پر ثابت قدم رکھنے کے لیے تسلی دیتے ہیں

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا پختہ بات ہے کہ ہم پکڑے گئے کہا موسیٰ علیہ السلام نے ہرگز نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے عنقریب بچاؤ کے لیے راستے کی راہنمائی کرے گا پھر ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی دریا پہ مار پھر وہ پھٹ گیا اور ہو گیا ہر

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔

(آیت ۶۱ تا ۶۸)

ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح اور قریب کر دیا وہاں پر دوسروں کو اور بچا دیا ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو پھر غرق کر دیا دوسروں کو بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان والے نہیں تھے اور بیشک تیرا رب ہی وہی غالب مہربان ہے۔

یعنی جب بنی اسرائیلیوں کو موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم کے کنارے لے گئے تو پیچھے سے فرعون اپنی بھاری جمعیت لے کر پہنچ گیا جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اگر آگے جاتے ہیں تو دریا کی موجیں ہمیں غرق کر دیں گی اور اگر پیچھے کو ہٹتے ہیں تو فرعون کی فوجیں ہمیں پکڑتی ہیں اب جائیں تو کدھر اور ٹھہریں تو کہاں جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ساتھیوں کی بے قراری دیکھی تو فرمایا نہ ہمیں دریا کی موجیں غرق کر سکتی ہیں اور نہ فرعون کی فوجیں پکڑ سکتی ہیں کیونکہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ میرے ساتھ میرا رب ہے عنقریب دیکھ لو گے کہ میرا رب کیسے ہمیں بچاتا ہے اس واقعہ سے یہ مسئلہ سمجھ آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی حاجتوں کے بھی حاجت روا نہیں ہوتے اور اسی طرح اپنی مشکلوں کے بھی مشکل کشا نہیں ہوتے بلکہ اپنی حاجتوں اور مشکلوں میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھتے تھے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر توکل کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اور کہا کہ اے موسیٰ اپنی لاٹھی دریا پر مار جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس دریا کو پھاڑ کر درمیان میں خشک راستہ بنا دیا جس پر چل کر موسیٰ ؑ

اور ان کے ساتھی عافیت کے ساتھ دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اب فرعون اپنے لشکر کو لے کر دریا میں داخل ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ فرعون اور اس لشکروں کو پکڑ لے سورہ طٰہٰ میں فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ پھر پانی نے ان سے وہ سلوک کیا جو حد بیان سے باہر ہے۔

موت کے وقت فرعون کا ایمان :

اور سورۃ یونس میں ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ۔

(آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲) یونس

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر تکبر اور دشمنی میں ان کے پیچھے دریا میں گھس گئے حتیٰ کہ جب فرعون کو غرق نے پکڑا تو اس نے کہا میں مان چکا ہوں کہ نہیں کوئی حاجت روا مشکل کشا سوا اسی ذات کے جس کو بنی اسرائیل نے مانا ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اسے کہا گیا کہ اب حالانکہ تو نے پہلے بے فرمانی کی اور تو فسادیوں میں سے تھا آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت بن جائے اور بہت لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے مرتے وقت کلمہ توحید پڑھا شرک سے توبہ کی لیکن مرتے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ (شبہ) حدیث سے معلوم ہوتا ہے مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ یعنی جس شخص نے آخری وقت یہ کلمہ پڑھ لیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا لیکن قرآن کے اس واقعہ سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے یعنی مرتے وقت کا کلمہ معتبر نہیں

(جواب) قرآن و حدیث کی مطابقت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص زندگی کے آخری ایام میں لَآ اِلٰهَ یعنی توحید خالص پر ایمان لا کر مرتے وقت کلمہ توحید پڑھے گا تو وہ جنتی ہوگا یا اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ زندگی کے آخری ایام میں توحید پر قائم رہے حتی کہ موت اسی عقیدہ پر آئے تو وہ جنتی ہوگا اور قرآنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ساری زندگی شرکیہ عقیدہ پر گزار کر مرتے وقت توحید پر ایمان لائے تو اس کا یہ ایمان معتبر نہیں ہوگا۔

نیز قرآن کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید ہی سچا عقیدہ ہے مرتے وقت یقین ہو جاتا ہے کہ عقیدہ توحید کے بغیر نجات نہیں تو اس وقت ہر مشرک کلمہ توحید پڑھتے اور اس پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے

ہر مشرک موت کے وقت موحد بن جاتا ہے۔

اس لیے حم مؤمن کے آخر میں ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا	پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا	دیکھا تو کہنے لگے ہم اکیلے اللہ پر ایمان
بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ	لائے ہیں اور ہم نے ان سب شریکوں
فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ	کا انکار کیا جن کو ہم اللہ تعالیٰ کا شریک

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ۔
مومن: ۸۲-۸۵

بتانے تھے تو پھر نہ نفع دیا ان کو ان کے اس ایمان نے جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارے عذاب کو یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا ہے اور اس وقت کافر خسارے میں رہتے ہیں۔

ان آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے مشرک مرتے وقت صحیح معنی میں توحید کو مانتے ہیں لیکن اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہوتا۔

سوال:۔ مرتے وقت ہر مشرک موحد کیوں بن جاتا ہے۔

جواب:۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان نکالنے کیلئے آتے ہیں تو سب سے پہلے ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کہاں ہیں تمہارے مشکل کشا اور حاجت روا ان کو پکارو تمہیں آج اس بڑی مشکل سے بچائیں۔

جیسا کہ سورۃ اعراف پ ۸ آیت ۳۷:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۔
اعراف: ۳۷

حتیٰ کہ جب آتے ہیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان نکالنے کے لیے تو کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں گے غائب ہو گئے ہیں ہم سے اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر واقعی ہم کافر تھے۔

دریا عبور کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے واقعات

بنی اسرائیل میں بت پرستی کا شوق:

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ	اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے
الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ	پار کر دیا پھر گزرے ویسی قوم پر جو اپنے
يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ	بتوں پر بیٹھتے تھے تو انہوں نے کہا
قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ	اے موسیٰ ہمیں بھی ایسے معبود بنا دے
اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ	جیسے ان کے معبود ہیں فرمایا بے شک
اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ	تم جاہل قوم ہو تحقیق یہ لوگ ہلاک ہونے
هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ	والے ہیں اس چیز کی وجہ سے جس میں یہ
وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لگے ہوئے ہیں اور مٹنے والے ہیں ان
قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا	کے یہ عمل جو کر رہے ہیں فرمایا کیا میں
وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ	اللہ کے سوا تمہارے لیے معبود تلاش
وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ	کروں حالانکہ اسی نے تم کو جہان والوں
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ	پر فضیلت بخشی ہے اور جب ہم نے
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ	تم کو بچایا فرعون کی آل سے تمہیں چکھاتے
نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ	تھے برا عذاب تمہارے بیٹوں کو قتل

رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۔ کرتے تھے اور زندہ رکھتے تھے تمہاری
(الاعراف : ۱۳۸ تا ۱۴۱) بیٹیوں کو اور اس میں تمہارے بڑے
بڑا امتحان ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل بت پرست قوم کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بت پرستی کی طرف مائل تھے اسی لیے جب انہوں نے دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کے سامنے اعتکاف بیٹھی ہوئی ہے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی مطالبہ کر دیا جو مذکورہ بالا آیات میں ہے اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ تمہارا یہ مطالبہ دین سے جہالت کی وجہ سے ہے یہ شرک تو تباہی کے گھاٹ میں اتارنے والی چیز ہے کیا اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی ایسی ہستی ہے جس کو معبود اور حاجت روا مشکل کشا مان کر اس کا اعتکاف ادا کیا جائے کیونکہ اعتکاف تو عبادت ہے عبادت معبود کا حق ہے اعتکاف عربی لفظ ہے رمضان کی آخری نوراتوں میں اللہ کی مسجد کے اندر بیٹھنا ہی اعتکاف ہے بت پرست اور قبر پرست بتوں اور قبروں کے درباروں پر یہی اعتکاف بیٹھتے ہیں اسی کو پنجابی میں نوراتا کہا جاتا ہے یہی نوراتا بتوں اور قبروں کی پوجا ہے بت پرست اپنے بتوں کو اور قبر پرست صاحب قبر کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر ان کو پکارتے ہیں ان کے درباروں پر اعتکاف بیٹھتے ہیں تاکہ وہ راضی ہو کر ان کی حاجت روائی مشکل کشائی کریں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روائی مشکل کشائی کر سکتا ہے اسی نے تم کو جہان والوں پر فضیلت بخشی اور اسی نے تم کو آل فرعون سے بچایا جو تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کی بے عزتی کرتے تھے بیٹوں کا ذبح ہونا تمہارے لیے بڑی مشکل تھی اسی مشکل کو کس نے دور کیا۔

میدان تیہ میں پانی کا انتظام!

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ (بقرہ : ۶۰)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر مار تو اس سے بارہ چشمے پیدا ہو گئے ہر ایک گروہ نے اپنے چشمے کو معلوم کر لیا کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فسادی بن کر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دریا عبور کرنے کے بعد جب انہوں نے ایک جگہ پر قیام کیا تو وہاں پانی کا انتظام نہیں تھا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پانی کے انتظام کا مطالبہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پانی مانگا اس سے مسئلہ توحید سمجھ آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے محتاج ہوتے ہیں مختار کل نہیں ہوتے ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو پانی مانگنے کی کیا ضرورت تھی جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی لاٹھی پتھر پر مار جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بارہ ٹکڑوں کی شکل میں توڑ کر ہر ایک سے ایک چشمہ جاری کر دیا پھر بارہ چشمے کچھ چھوٹے اور کچھ بڑے تھے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بارہ قبیلوں پر مشتمل تھی ان کے چھوٹے بڑے ہونے کے حساب سے چشمے چھوٹے بڑے بن گئے جس کے بعد انہیں تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ ہر ایک فرقے نے خود بخود معلوم کر لیا کہ یہ چشمہ فلاں قبیلے کا ہے اور وہ فلاں کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پانی دے دیا اور اس سے پہلے یا پیچھے انہیں

من سلویٰ بھی دے دیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کھاؤ اور پیئو اللہ تعالیٰ کے رزق سے اور زمین میں مفسد بن کر نہ پھرو اس جملہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ کہیں یہ لوگ یہ سب میرا کمال نہ سمجھ لیں بلکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پتھروں سے پانی اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے اور من سلویٰ بھی اللہ تعالیٰ ہی دے رہے ہیں۔

میدان تیہ میں مَن سلویٰ کا انتظام:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ	اور جب ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ
وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ	کیا اور ہم نے تم پر مَن سلویٰ اتارا کھاؤ
كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ	اور پیئو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ رزق سے
وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ	اور انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا تھا
يَظْلِمُونَ (بقرہ، ۵۷)	لیکن انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا تھا

اس آیت میں اشارہ ہے کہ وہ لوگ جب اس میدان میں گئے جہاں نہ سایہ کا انتظام تھا اور نہ کھانے کا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا یعنی دھوپ اور گرمی سے بادلوں کے سایہ کی وجہ سے محفوظ رہے اور کھانے کا انتظام یوں کیا کہ رات کے وقت شبنم کے قطروں کی طرح میٹھی اور ٹھنڈی بوندیں برس جاتی تھی ان کو صبح کے وقت بطور ناشتہ کے کھا لیتے تھے اس کو قرآن مجید میں مَن کہا گیا ہے پھر بھونے ہوئے بٹیروں کا گوشت پہنچ جاتا یا بٹیرے ان کے قریب آکر بیٹھ جاتے تھے جن کو وہ پکڑ کر بھون کر کھا لیتے تھے اسی کو قرآن مجید میں سلویٰ کہا گیا ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے بچے جب پیدا ہوتے تھے تو ان کی حجامت بنی ہوئی ہوتی تھی ان کے بڑھنے کی صورت میں ان کی حجامت نہیں بڑھتی تھی اسی طرح رات کی تاریکی میں ان کے درمیان روشنی

کا مینار لگایا گیا تھا واللہ اعلم بالآخر ایک کھانے سے تنگ آ گئے تو ان کو کسی بستی میں اترنے کو کہا گیا۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انعام:

جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (آیت ۵۸)	اور جب ہم نے ان کو کہا اس بستی میں داخل ہو جاؤ پھر کھاؤ وہاں سے جہاں چاہو تمہیں کھلی اجازت ہے اور دروازہ میں سجدہ کرکے داخل ہو جاؤ اور زبان سے کہو اے اللہ ہمارے گناہ معاف کر تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔

میدان تیہ سے نکل کر دوسری بستی میں داخل ہونے کا حکم اس وقت ہوا جب انہوں نے کہا کہ ہم ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری:

جیسا کہ سورۃ بقرہ رکوع ۷ آیت ۶۱ میں ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ	اور جب تم نے کہا ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے تو دعا کر اپنے رب سے نکالے ہمارے لئے

مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا	وہ چیزیں جن کو زمین اگاتی ہے یعنی ترکاریاں
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ	اور خربوزے اور گندم اور مسور اور پیاز
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی	کہا تم بنا دیے ہیں لینا چاہتے ہو وہ
بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اِهْبِطُوْا	چیزیں جو گھٹیا ہیں مقابلے اس کے
مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ	جو اس سے بہتر ہیں اتر جاؤ شہر میں
وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ	بے شک تمہارے لیے وہاں وہ چیز
وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ	ہے جو تم نے مانگی ہیں اور ان پر ذلت
مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا	اور فقیری ماری گئی اور اللہ کا غضب
یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ	لے کر لوٹے یہ اس لیئے کہ وہ اللہ کی
یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ	آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا	کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس لیے
یَعْتَدُوْنَ ۔ بقرہ: ۶۱	کہ انہوں نے بے فرمانی کی اور حدیں
	توڑتے تھے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر کے ان کے لیے بہترین کھانے اور پانی وافر کا انتظام کیا لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بہترین پکے ہوئے کھانے اور برفیاں پسند نہ آئیں تو انہوں نے زمین سے اُگنے والی ترکاریاں اور خربوزے گندم مسور کی دال اور پیاز وغیرہ کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی شہر یا ایک مخصوص شہر میں اترنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ شرط لگائی کہ اس شہر کے دروازے سے سجدہ کر کے گزرنا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیئے زبان سے حِطَّةٌ کہنا ہے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۔
(آیت ۵۹)

پھر بدل دیا ان لوگوں نے بات کو سوا اس کے جو ان کو کہی گئی تھی پھر اتارا ہم نے ظالموں پر عذاب آسمان سے اس بیٹے کہ وہ بے فرمانی کرتے تھے ۔

اس آیت میں ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس بات کو بدل دیا جو ان کے لیے لازم کی گئی تھی بعض کہتے ہیں کہ اس بستی کو جہاد کے ذریعے حاصل کرنا لازم کر دیا گیا تھا لیکن وہ جرأت نہ کر سکے اسی لیے کافی عرصہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں حیران سرگرداں رہے ۔

بنی اسرائیل کا ارض مقدسہ میں اترنا:

پ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۴،

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تم پر کی ہیں اس نے تم میں سے انبیاء منتخب کیے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ چیزیں دیں جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں اے میری قوم اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جس کو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا
جَبَّارِيْنَ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا
حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ
قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ
يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا
ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا
دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ
وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَالُوْا
يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ
اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ
اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ قَالَ رَبِّ
اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ
اَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ قَالَ
فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ
سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ
فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ۔

پیٹھوں پر نہ پھرو ورنہ تم نقصان اٹھانے
والوں میں سے ہو جاؤ گے انہوں نے
کہا اے موسیٰ اس بستی میں بڑی زور
والی قوم ہے اور ہم اس بستی میں ہرگز
نہیں داخل ہوں گے ہاں اگر وہ اس
سے نکل جائیں تو پھر ہم داخل ہو جائیں
گے ان دو آدمیوں نے کہا جو اللہ سے
ڈرتے تھے اور اللہ نے ان پر انعام
کیا تھا اس بستی کے دروازے سے
داخل ہو جاؤ تم داخل ہوتے ہی غالب
ہو جاؤ گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر
تم مؤمن ہو انہوں نے کہا اے موسیٰ
ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے
جب تک وہ لوگ اس میں موجود
ہیں جاتو اور تیرا رب تم دونوں وہاں
جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں موسیٰؑ
نے کہا اے میرے رب میرے
اختیار میں میری جان ہے اور میرا
بھائی ہم تیرے کہنے پر قربانی دے
سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پاک زمین
ان پر چالیس سال حرام رہے گی یہ لوگ

حسرت افسوس سے حیران رہیں گے
لہذا ان فاسقوں کی پرواہ نہ کیجئے۔

اس پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بزدلی اور جہاد سے انحراف کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تسلی دینے سے کہ تمہارے اس بستی میں قدم رکھنے سے ہی تم غالب ہو جاؤ گے لیکن وہ قوم اتنی پست ہمت تھی اور ان میں ایمان کی اتنی کمزوری تھی کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ جب تک اس بستی میں رہنے والے لوگ پہلے اس سے چلے نہیں جائیں گے ہم اس میں داخل نہیں ہوں گے اور اگر ان کے اس بستی میں ہوتے ہوئے ان سے لڑائی کرنی ہے تو یہ کام ہم سے نہیں ہو سکے گا اس کام کو تو اور تیرا رب کرو ہم ہرگز ان سے نہیں لڑیں گے جہاد سے روگردانی کی وجہ سے وہ قوم چالیس سال تک دربدر ٹھوکریں کھا کر ذلیل ہوتی رہی انہیں کہیں بھی عزت نہ ملی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کا عروج اور زوال اور عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر جہاد کرنے میں یا اس سے انحراف کرنے میں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور سوال دیدار!

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ	اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے
لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ	تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مکمل کیا
فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ	مزید دس راتوں سے پھر رب کا
لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ	وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہو گیا اور
هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ	موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ھارونؑ سے
وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ	کہا تو قوم میں میرا خلیفہ بن اور اصلاح

الْمُفْسِدِيْنَ وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى	کر اور فساد کرنے والوں کے پیچھے
لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ	مت چلنا اور جب موسٰی علیہ السلام ہمارے
رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ	وعدہ کی جگہ پر آیا اور رب نے اس سے
لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى	کلام کی تو کہنے لگا اے میرے پالنے
الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ	والے مجھے دیدار کرا میں تیری طرف
فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى	دیکھ لوں فرمایا تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ
رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا	سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر
وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا فَلَمَّا	پہاڑ ٹھہر گیا اپنی جگہ پر تو پھر تو بھی
اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ	مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے
اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ	رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ
قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ	کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسٰی بے ہوش
عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ	ہو کر گر پڑے پھر جب اسے ہوش
وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ	آیا تو اس نے کہا تیری ذات پاک
وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ	ہے میں نے تیری طرف توبہ کی اور
	میں سب سے پہلے ماننے والوں
(اعراف رکوع ۱۷)	میں سے ہوں فرمایا اے موسٰی بیشک
۱۴۲ تا ۱۴۴	میں نے تجھے چن لیا تمام لوگوں پر
	اپنی رسالت اور کلام کے لیے پس
	تو لے لے جو میں تجھے دے رہا
	ہوں اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

ان آیات میں ہے کہ جب موسٰی علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے لیے

گئے اور وہاں چالیس راتوں کا قیام کیا تو اللہ تعالیٰ نے تورات دینے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو شرف تکلم سے نواز جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے میں لطف محسوس کیا تو کہنے لگے جس ذات سے کلام کرنے میں اتنا مزہ ہے تو اس ذات کے دیدار میں کتنا لطف ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کا مطالبہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تو میرا دیدار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دنیا میں فانی آنکھ باقی ذات کو نہیں دیکھ سکتی جب موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہاڑ کی طرف دیکھ میں اپنے حسن کا پرتو اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں اگر پہاڑ برداشت کر گیا تو تو بھی دیدار کرے گا اور اگر پہاڑ بھی اس کو برداشت نہ کر سکا تو تو کیسے دیکھ سکے گا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن کا عکس پہاڑ پر ڈالا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو کہا اے اللہ میں نے دیدار کے مطالبہ سے رجوع کیا اور میں سب سے پہلے اس بات کا ماننے والا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی تیرا دیدار نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے اپنی رسالت اور اپنی کلام کے لیے منتخب کیا ہے تو جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اس کو خوشی سے لے لے اور شکر گزار بن جا۔

بنی اسرائیل اور گوسالہ پرستی!

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ	اور بنا لیا موسیٰؑ کی قوم نے اس کے
بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا	بعد اپنے زیوروں سے بچھڑے کا
لَّهٗ خُوَارٌ ۚ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا	بت جس کے لیے آواز تھی کیا انہوں
يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا	نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے کلام کرتا

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظَالِمِيْنَ
وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ
وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا
لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ
يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الْخَاسِرِيْنَ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى
اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ
بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ
بَعْدِيْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ
وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ
بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ
قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ
اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ
بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ قَالَ
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَ
اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَ
اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔

(اعراف رکوع ١٨)

١٤٨ تا ١٥١

ہے اور نہ ان کو راستہ کی راہنمائی کرتا
ہے تو انہوں نے اس کو معبود بنا لیا
اور وہ ظالم تھے اور جب وہ ان کے
ہاتھوں میں گرا دیا گیا اور انہوں نے
دیکھ لیا کہ ہم گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے
لگے اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم
نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان
والوں میں سے ہو جائیں گے اور جب
موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف غمگین اور
ناراض ہو کر واپس آئے تو کہا تم نے
میرے بعد بہت برا کام کیا ہے
کیا تم نے اپنے رب کے حکم کی
انتظار سے جلدی کی ہے اور تختیاں
پھینک دیں اور اپنے بھائی کا سر
پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے بھائی
نے کہا اے میری ماں کے بیٹے
بے شک قوم نے مجھے کمزور سمجھا
اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالیں
پس میرے ذریعے دشمنوں کو خوش
نہ کر اور مجھے ظالموں سے نہ بنا کہا
موسیٰ نے اے میرے رب مجھے اور

میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں
اپنی رحمت میں داخل کر اور تو سب
مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں سامری نے فرعونیوں کے زیوروں سے بچھڑے کا بت بنا کر بنی اسرائیلیوں میں معبود مشہور کر دیا کہ ہمارا معبود یعنی نفع و نقصان کا مالک یہی بچھڑا ہے حالانکہ وہ بچھڑا نہ ان سے کلام کر سکتا تھا اور نہ ان کی کسی قسم کی راہنمائی کرتا صرف اس کے منہ سے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی اسی آواز سے موسیٰ علیہ السلام کی چالیس سالہ محنت تبلیغ پہ پانی پھر گیا لوگ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتوں کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے قائل نہیں ہوئے لیکن غیر اللہ کی یاں یعنی بچھڑے کی آواز پر اس کے گرویدہ ہو گئے پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے سے انہیں سمجھ آئی کہ سامری کی سازش سے یہ بچھڑا ہمارے ہاتھوں میں گرا دیا گیا ہے اس پر پچھتائے اور سمجھا کہ ہم گمراہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی واپس آکر غم و غصہ سے لبریز ان کو سمجھانے لگے کہ ظالمو تم نے اپنے رب کے حکم کا بھی انتظار نہیں کیا جب کہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم لینے کے لیے گیا ہوا تھا پھر اپنے بھائی سے دست بگریبان ہو گئے بھائی نے محبت بھرے انداز میں بغیر غصہ کے کہا اے میری ماں کے بیٹے تو مجھ پر غصہ کیوں کرتا ہے میں نے تو ان کو بہت سمجھایا لیکن یہ لوگ بجائے ماننے کے میرے قتل کے درپئے ہو گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے اگر موسیٰ علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو بھائی پر غصہ کرنے کے بجائے صرف قوم پر غصے کا اظہار کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام

طورہ پر گئے تو میں نے کہا

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ۔

(طٰهٰ : ۸۳ تا ۸۵)

کونسی چیز تجھے اپنی قوم سے پہلے لائی ہے اے موسیٰ عرض کیا وہ میرے پیچھے آرہے ہیں میں نے اس لیے جلدی کی ہے تاکہ تو راضی ہوجائے فرمایا ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد فتنہ میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو گمراہ کیا ہے ۔

یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام عالم الغیب ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے پہلے انہیں پتہ چل جاتا کہ میری قوم مشرک ہو گئی ہے تو جلدی فوراً واپس آکر قوم کو سمجھاتے الغرض واپس آکر موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو بھی سمجھایا اور مشرک سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ شیطانی کیوں کی ہے پھر سامری کو دنیا میں شرک پھیلانے کی یہ سزا ملی کہ لوگوں کے پاس نہیں آسکتا تھا اور بچھڑے کو موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں جلاکر اس کی راکھ کو سمندر میں پھینک دیا اور قوم کو اللہ تعالیٰ کی عزت عظمت سمجھائی ۔ جس طرح کہ سورۃ طٰہٰ میں یہ ساری داستان مذکور ہے ۔

بنی اسرائیل اور گائے کا واقعہ

پ۱ سورۃ بقرہ رکوع ۸ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ گائے کو ذبح کرو تاکہ تمہارے دلوں سے گائے پرستی نکل جائے کیونکہ جب تم اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود کو ذبح کروگے تو تمہارے دلوں سے اس کی تقدیس کا جذبہ خود بخود

ختم ہو جائے گا گائے ذبح کرنے کو ان کا جی نہیں چاہتا تھا اسی لیے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بے تکے سوال کیئے کہ اس گائے کی عمر کتنی ہو اس کا رنگ کیسا ہو اس کے کام کیسے ہوں ان کے سوالوں کے جواب مذکورہ مقام پر مذکور ہیں تفصیل سے دیکھ لیں پھر آخر میں انہوں نے انشاء اللہ کہی جس سے ان کو گائے ذبح کرنے کی توفیق ہو گئی لیکن اس سے اکثر مفسرین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول کے قاتل کو معلوم کرنے کے لیے گائے ذبح کرائی گئی اگر گائے کے ٹکڑے سے مردہ زندہ ہو گیا تو اس سے تو بنی اسرائیل کے ایمان میں گائے کی تقدیس مزید بڑھ گئی ہو گی اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ گائے کے ذبح کرنے کے حکم کے بعد چالیس سال تک گائے تلاش کرتے رہے کیا اتنا عرصہ ان کا مردہ بے گور کفن پڑا رہا۔

بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مردے کو اس کے بعض حصے کے مارنے سے مردہ زندہ ہو گیا تھا جیسا کہ پ۱ سورۃ بقرہ رکوع ۹ میں ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

(آیت ۷۲، ۷۳)

اور جب تم نے قتل کیا ایک آدمی کو پھر تم نے اس میں جھگڑا کیا اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپانے والے ہو پھر ہم نے کہا مارو اس کو اسی کے بعض سے اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں تاکہ تم سمجھ لو

لہ گائے کے واقعہ کو قتل سے جوڑنے کے بارے کوئی صحیح حدیث یا اثر صحابی صحیح منقول نہیں۔

یہ واقعہ قتل الگ واقعہ ہے جو گائے کے واقعے کے بعد مذکور ہے اس کا ماقبل سے کچھ ربط نہیں جہاں سے مفسرین کو شبہ ہوا کہ دونوں واقعات کا پس منظر ایک ہے، وہ یہ ہے کہ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ میں ضمیر مذکر ہے جو میت کی طرف راجع ہے اور بِبَعْضِهَا میں ضمیر مؤنث ہے وہ شاید گائے کے واقعہ میں مذکور گائے کی طرف لوٹتی ہے اسی لیے انہوں نے دونوں واقعات کو آپس میں جوڑ دیا ہے حالانکہ ببعضها کی ضمیر مؤنث لفظ نفس کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ لفظ نفس بھی مونث ہے مطلب یہ ہے کہ میت کو اس کا بعض حصہ مار دو تو اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کر دے گا۔

گائے کا واقعہ پ۱ سورۃ بقرہ رکوع ۸ آیت ۶۷ سے آیت ۷۱ تک ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ	اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا	اپنی قوم سے بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں
بَقَرَةً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا	حکم دیتا ہے کہ تم کوئی گائے ذبح کرو
قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ	انہوں نے کہا کیا تو ہمارے ساتھ
مِنَ الْجٰهِلِيْنَ قَالُوا ادْعُ	مذاق کرتا ہے کہا میں اللہ کی پناہ
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ	میں آتا ہوں اس بات سے کہ میں
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ	جاہلوں سے ہو جاؤں انہوں نے
لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ	کہا تو اپنے رب سے دعا کر ہمیں
ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ	بتائے کہ وہ کتنی عمر کی ہو کہا وہ فرماتا
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ	ہے کہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچی ہو
لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ	دونوں کے درمیان ہو پس کرو جو تم
اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ	کو حکم ہوا ہے انہوں نے کہا اپنے

تَكُوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ
لَّنَا مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ
عَلَيْنَا وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
لَمُهْتَدُوْنَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ
تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي
الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ
فِيْهَا قَالُوا الْاٰنَ جِئْتَ
بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا
كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔
بقرہ : ۶۷ تا ۷۱

رب سے دعا کریں بتائے کہ اس کا
رنگ کیسا ہو کہا وہ فرماتا ہے گائے
پیلے رنگ کی ہو جو دیکھنے والوں کو
پسند آئے انہوں نے کہا اپنے رب
سے دعا کر ہمیں
بتائے کہ وہ کیسا کام کرنے والی ہو
کیونکہ گائے ہم پر رل مل گئی ہے
اور ہم انشاء اللہ وہ تلاش کریں
گے کہا وہ فرماتا ہے کہ گائے ذلیل
کی گئی نہ ہو جو زمین میں ہل چلائے
اور نہ کھیتی کو پانی پلانے والی ہو صحیح سالم
ہو اس میں کوئی عیب نہ ہو انہوں نے
کہا اب تو نے ٹھیک بات کہی ہے
پھر انہوں نے اس کو ذبح کیا لیکن وہ
کرنے کے قریب نہیں تھے ۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کثرت سوالات کی مذمت فرمائی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ کوئی گائے ذبح کرو حکم کی تعمیل ہو جائے گی انہوں نے کثرت سوالات کی وجہ سے اپنے اوپر تنگی کر لی عام گائے میں عمر کی تخصیص سے تنگی پیدا ہو گئی پھر رنگ کے سوال سے مزید تنگی پھر اس کے کاموں کے سوال سے بہت ہو گئی کیونکہ سوالات سے پہلے کوئی گائے ذبح کر دیتے تو کفایت کر جاتی لیکن انہوں نے عمر رنگ اور گائے کی صفات کے بارے سوالات کئے تو گائے مخصوص ہوتی گئی اسی

اسی لیے قرآن و حدیث میں کثرت سوالات سے منع کیا گیا ہے پ۷ سورۃ مائدہ رکوع ۱۴ میں فرمایا،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ الخ مائدہ: ۱۰۱	اے ایمان والو بہت چیزوں کے بارے سوال نہ کیا کرو کیونکہ اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی گئیں تو تمہیں بری لگیں گی۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوالات سے ناراض ہو کر کہنے لگے سَلُوْنِیْ مَا شِئْتُمْ جب بعض صحابہؓ نے محسوس کیا کہ آپؐ ناراضگی کی وجہ سے کہہ رہیں گے جو تمہاری مرضی آئے پوچھ لو تو کھڑے ہو کر کہنے لگے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم رَسُوْلًا وَّنَبِیًّا۔ آج کل بدعتی اور مشرک مولوی اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا استدلال کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ناراضگی کی وجہ سے تھے کہ جو چاہو سو پوچھو۔

موسیٰ علیہ السلام اور قارون

پ۲۰ سورۃ قصص رکوع ۸ میں ہے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ	بے شک قارون موسیٰؑ کی قوم سے تھا پھر اس نے اپنی قوم پر بغاوت کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے

لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ
اِذْ قَالَ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ
اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ وَ
ابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ
الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ
مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَآ
اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ
الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ
لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ قَالَ
اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ
اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ
اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ
اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا
وَلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ
الْمُجْرِمُوْنَ ۔
قصص: (آیت ۷۶ ، ۷۸)

جن کی چابیاں طاقت ور جماعت کے
اٹھانے سے وزنی تھیں جب اس کو
اس کی قوم نے کہا تو مست اکڑ کیونکہ
اللہ اکڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا
اور جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس
سے آخرت کا گھر بنا لے اور تو اپنے
دنیا کے حصے کو نہ بھول اور لوگوں پر
احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان
کیا ہے اور زمین میں فساد نہ پھیلا
اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا اس
نے کہا میں نے یہ خزانے اپنے ہنر سے
کمائے ہیں کیا اس نے یہ معلوم نہ کیا
کہ اس سے پہلوں کو اللہ نے ہلاک کیا
جو طاقت میں اس سے زیادہ تھے
اور مال جمع کرنے میں بھی زیادہ تھے
اور ان کے گناہوں کے بارے دوسرے
مجرموں سے نہیں پوچھا جائے گا۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا لیکن مذہب
و مسلک میں موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا کے اتنے خزانے
دیئے تھے کہ پوری طاقت ور جماعت ملکر اس کے خزانوں کی چابیاں نہیں اٹھا سکتی
تھی موسیٰ علیہ السلام نے اور ان کے علاوہ دوسرے مومن رشتہ داروں نے اسے

بہت سمجھایا کہ مال و دولت پر اکڑ کر اللہ تعالیٰ کا باغی نہ بن کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے باغی اچھے نہیں لگتے بلکہ مؤمن ہو جا اور دولت دنیا کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے آخرت بنا لے دنیا میں رہنے کا جو تیرا حصہ ہے اس کو مت بھول اپنی ضرورت کے لیے رکھ کر باقی خرچ کر ڈال اور یہ سمجھ لے تو نے یہاں چند روز رہنا ہے لہذا یہاں ہمیشہ رہنے کا پروگرام نہ بنا بلکہ اس مال سے لوگوں پر احسان کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔ اور زمین میں شرک اور بے دینی نہ پھیلا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے مفسد اچھے نہیں لگتے اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ دولت مجھے اللہ تعالیٰ نے نہیں دی بلکہ یہ دولت میں نے اپنے ہنر سے کمائی ہے اس بدبخت نے یہ بھی نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے اس سے بڑے بڑے طاقتوروں کو اور اس سے زیادہ دولت والوں کو رگڑ کر تباہ کر دیتا ہے اور ایسے مجرموں کو اللہ تعالیٰ جب تباہ کرتا ہے تو اس وقت ان سے ان کے گناہوں کے بارے پوچھ کچھ نہیں کرتا بلکہ وہ خود جانتا ہے پوچھنے کی اسے ضرورت نہیں پاداش میں پکڑ کر تباہ کر دیتا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا

پھر وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا تو ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے ہائے کاش کہ ہمارے لیے بھی ایسی دولت ہوتی جیسی قارون کے پاس ہے بے شک یہ تو بڑے نصیبے والا ہے اور ان لوگوں نے کہا جو اہل علم تھے تمہارے لیے افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا ثواب

الصَّابِرُوْنَ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ۔

قصص (آیت ۷۹ تا ۸۲)

ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور یہ خصلت صبر والوں کو ملتی ہے پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی مدد کرنے والی کوئی جماعت نہیں تھی اور نہ وہ خود بدلہ لینے والا تھا اور وہ لوگ جو کل اس کی دولت و زینت کو چاہتے تھے کہنے لگے ہائے افسوس اللہ تعالیٰ رزق کھلا کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور تنگی کر دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے افسوس کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قارون پر نازل ہونے والے عذاب کی پوری داستان کو نقل کیا ہے یعنی ایک مرتبہ اس نے اپنی قوم کو اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے قیمتی لباس پہن کر قیمتی سواری پر سوار ہو کر ان کے سامنے نکلا جب دنیا کے عاشقوں نے اس کی ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھا تو عش عش کرتے ہوئے کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی ایسی دولت ہوتی یہ شخص تو بڑے بخت والا ہے لیکن ان میں سے اہل علم لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ یہ دولت بخت کا نشان نہیں بلکہ یہ دولت تباہی بربادی کا سبب بھی بن جاتی ہے اصل دولت ایمان اور عمل صالح ہے ایمان اور عمل صالح سے انسان دنیا و آخرت میں سرخرو و کامیاب رہتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا یوں

ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے خزانوں اور مکانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ہم نے اسے پکڑا تو اس کی مدد کرنے والی کوئی جماعت نہیں تھی اور نہ وہ ہم سے بدلہ لے سکتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون مشرک تھا وہ اپنا حاجت روا مشکل کشا کئی لوگوں کو سمجھتا تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی مدد کرنے کے لیے کوئی جماعت کام نہ آئی جب قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا تو اس وقت ان دنیا چاہنے والوں کو معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کے خزانے جن سے اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ نہ کیا جائے کچھ کام نہیں آتے بلکہ وہی خزانے اس کی بربادی کا سبب بنتے ہیں اسی لیے وہ کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کام ہے جسے چاہے زیادہ دے اور جسے چاہے تھوڑا دے وہی اپنی حکمتوں کو جاننے والا ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا تھا کہ قارون کی دولت ہمیں نہیں دی تھی ورنہ آج ہم تباہ ہو جاتے جیسے قارون تباہ ہو چکا ہے۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کا واقعہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا۔

(سورۃ کہف آیت ۶۰)

اور جب موسیٰؑ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں ہمیشہ سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں وہاں پہنچ جاؤں گا جہاں دو دریا ملتے ہیں خواہ اس سفر پر میرا عرصہ دراز گزر جائے۔

اس واقعہ کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ بخاری اور دوسری کتب حدیث میں ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام نے وعظ فرمایا جو نہایت پر تاثیر تھا بنی اسرائیلیوں میں سے ایک شخص نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ سے بھی کوئی بڑا عالم ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب بھی گرچہ سچا تھا کیونکہ پیغمبر سے بڑھ کر کون عالم ہو سکتا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب شان نبوت کے لائق نہیں تھا شان نبوت کے لائق یہ تھا کہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے عالم ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کر دیا فرمایا اے موسیٰ تجھ سے بڑا عالم وہاں رہتا ہے جہاں دو دریا ملتے ہیں میں نے اس کو وہ علم دیا ہے جو تجھے نہیں اس سے جا کر وہ علم سیکھ لے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد یوشع بن نون کو ساتھ لیا اور کہا میں مجمع البحرین تک سفر کروں گا خواہ اس سفر پر عرصہ دراز کیوں نہ گزر جائے یہ کہہ کر دونوں اس سفر پر روانہ ہو گئے۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا۔ (کھف آیت ۶۱)

پھر جب دونوں وہاں پہنچے جہاں دو دریا ملتے تھے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے پھر مچھلی نے دریا میں اپنا راستہ سرنگ کی طرح بنا لیا۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جب دونوں نے سفر کا آغاز کیا تھا تو اس وقت انہوں نے ایک مچھلی کو تھیلے میں ڈال لیا جو اس بات کا نشان تھی کہ جہاں یہ مچھلی غائب ہو جائے گی وہیں تمہیں وہ بندہ مل جائے گا جب دونوں وہیں کچھ دیر کے لیے آرام کرنے کے لیے بیٹھے موسیٰ علیہ السلام تو سو گئے تھے لیکن یوشع بن نون جاگ رہا تھا اس نے دیکھا مچھلی تھیلے سے نکلی اور دریا میں گھس گئی پانی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سرنگ بن گئی مچھلی جہاں جہاں گئی وہیں وہیں سرنگ بنتی گئی موسیٰ علیہ السلام

کو تو نیند کی وجہ سے پتہ نہ چلا لیکن یوشع بن نون کو بتانا بھول گیا اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب بھی نہیں ہوتا علم غیب تو کجا نیند میں اپنے پاس ہونے والے کام کا بھی پتہ نہیں چل سکا موت کے بعد سننا جاننا تو کجا نیند میں ہونے والے واقعہ کا بھی پتہ نہ چل سکا اور یوشع بن نون جو ولی تھا بعد میں نبی بنا اس کو علم غیب تو کجا سامنے ہونے والے واقعہ سے بھول ہو گئی اور بھول بھی ایسی جس کا اگلی آیت میں ذکر ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔
کہف: (آیت ۶۲)

پھر جب دونوں اس جگہ سے آگے گزر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا کھانا لا بے شک ہمیں اس سفر پر بڑی تھکاوٹ پہنچی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سفر پر تھکاوٹ محسوس ہو وہ سفر اچھا خاصا طویل ہوتا ہے یعنی نبی ولی دونوں طویل سفر کی تکلیف اٹھاتے رہے لیکن انہیں خضر علیہ السلام کے ملنے کی جگہ معلوم نہ ہو سکی اس سے یہ مسئلہ نہایت واضح ہو گیا کہ عالم الغیب ہونا یعنی بغیر بتائے کے جاننے والا ہونا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کھانا اپنے شاگرد سے مانگا تو اس وقت اس ولی کو مچھلی کی کہانی یاد آئی تو اس نے موسیٰ علیہ السلام نے کہا،

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (آیت ۶۳)
کہف

فرمایا کیا آپ کو یاد ہے جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو وہیں میں مچھلی بھول گیا اور شیطان نے مجھے اس کے ذکر کرنے کو بھلا دیا

اور اس مچھلی نے دریا میں بڑے عجیب
انداز سے اپنا راستہ بنا لیا۔

جب کھانا تھیلے سے نکالنے لگے تو اس وقت وہ مچھلی یاد آئی اب نا معلوم وہ کھانا مچھلی کے علاوہ کوئی اور چیز تھی یا وہی یہ مچھلی بھون کر بطور کھانا کے تیار کر کے ساتھ لے کر چلے تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ مچھلی بطور نشانی کے فرمائی تھی کہ جہاں یہ مچھلی زندہ ہو کر پانی کے اندر چلی جائے گی وہیں تجھے وہ بندہ مل جائے گا جب شاگرد نے مچھلی کی یہ داستان موسیٰ علیہ السلام کو سنائی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ کھف: (آیت ۶۴)

یہی تو وہ جگہ تھی جس کو ہم چاہتے تھے پھر وہ دونوں وہیں سے واپس لوٹے اپنے قدموں کے نشانوں کو دیکھتے ہوئے۔

قدموں کے نشانوں کو دیکھ کر واپس ہونے کا مقصد یہ تھا کہ کہیں دوسرے راستے پر نہ چلے جائیں اور مجمع البحرین سے ہٹ کر کسی دوسرے غیر مقصودی سفر پر بھٹکتے نہ رہیں ان الفاظ سے تو یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون عالم الغیب ہوتے تو پہلے ہی راستے سے نہ بھٹکتے اور اگر بھٹک بھی گئے تھے تو قدموں کے نشانوں کو دیکھ واپسی کا کیا مطلب۔

یہ ایسے واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس لیے بیان کئے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ بتایا جا سکے کہ انبیاء علیہم السلام نور من نور اللہ نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے انسان ہوتے ہیں جو باتیں اللہ تعالیٰ انہیں بتائیں ان کا انہیں علم ہوتا ہے اور جو نہ بتائے اس کا علم نہیں ہوتا تاکہ مشرک لوگ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ

کی ذات صفات میں شریک نہ ٹھہرا سکیں۔ الغرض جب موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون واپس مجمع البحرین میں پہنچے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔
کھف: (آیت ۶۵)

تو دونوں نے پایا ہمارے اس بندے کو ہمارے بندوں میں سے جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی تھی اور اس کو ہم نے اپنی طرف سے مخصوص علم پڑھا دیا تھا۔

اگلے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصوص علم علم تکوینی تھا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تشریعی علم سے نوازا تھا اور اس کو تکوینی علم سے موسیٰ علیہ السلام کو اس کے علم کی خبر نہ تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے علم کی اس کو خبر نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا علم دے اس کو صرف اسی چیز کا پتہ ہوتا ہے دوسرے علوم کی اسے خبر نہیں ہوتی جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہو گئی تو آپ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا:

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔
کھف (آیت ۶۶)

کیا اگر میں آپ کی اتباع کروں تو آپ مجھے رشد بھلائی کا وہ علم جو آپ کو پڑھایا گیا ہے مجھے سکھا دو گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے پڑھانے اور تعلیم دینے کے ذریعہ ہوتا ہے اور تعلیم و تعلم کے ذرائع سے حاصل ہونے والا علم علم غیب نہیں ہوتا جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے پڑھانے کی شرط پر شاگردی قبول کی تو خضر علیہ السلام نے کہا:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔
کھف (آیت ۶۷ و ۶۸)

بے شک تو میرے ساتھ صبر کر کے رہنے کی طاقت نہیں رکھتا اور تو کیسے صبر کرے گا اس چیز پر جس کی تجھے خبر ہی نہیں ہوگی۔

اس آیت میں تو اتنی وضاحت ہو گئی کہ ایک نبی دوسرے نبی کو کہتا ہے کہ تو میرے ساتھ رہنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا یعنی کل جہاں میں تصرف کا اختیار تو کیا تو میرے ساتھ رہنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا کیونکہ جس چیز کا تجھے علم نہیں ہوگا۔ تو اس پر کیسے صبر کر سکیگا اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی یا علم کلی کی نفی سے انبیاء علیہم السلام کی توہین یا بے ادبی نہیں ہوتی بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت ہوتی ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی شرط قبول کر لی جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا۔
کھف (آیت ۶۹)

فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں تیرے کسی امر کی بے فرمانی نہیں کروں گا۔

تو اب خضر علیہ السلام نے ایک اور شرط لگائی۔

موسیٰ علیہ السلام پر خضر علیہ السلام کے شروط

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْئَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔ کھف : ۷۰

کہا اگر تو میری اتباع کرنا چاہتا ہے تو مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا حتیٰ کہ میں خود تیرے سامنے اس کا ذکر دوں گا۔

اس شرط میں ہر قسم کے سوال سے منع کر دیا یعنی جو کام تو مجھ سے ایسا دیکھے جو بظاہر تجھے اچھا معلوم نہ ہو اس سے تو نے مجھ پر کسی قسم کا سوال نہیں کرنا ہوگا میں خود بخود اس کام کی حقیقت تیرے سامنے بیان کر دوں گا۔ چنانچہ یہ شرطیں طے کر کے دونوں حضرات چل پڑے۔

موسیٰ علیہ السلام کا پہلا سوال

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَھَا قَالَ اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا۔
کھف: (آیت ۷۱)

پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب دونوں کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی کو توڑ دیا فرمایا کیا تو کشتی کو توڑ کر کشتی والوں کو غرق کرنا چاہتا ہے بے شک تو نے عجیب کام کیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام چونکہ صاحب شریعت پیغمبر تھے انہوں نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کی کشتی توڑ دی تو ان کے نزدیک اس کام میں کئی شرعی قباحتیں تھیں۔ ۱۔ کسی کی چیز کو توڑنا بگاڑنا بہت برا کام تھا ۲۔ اس کشتی کے توڑنے سے کشتی میں سوار لوگوں کے غرق ہونے کا بھی احتمال تھا اسی لیے اس کام کو موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے اور اعتراض کر دیا جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو خضر علیہ السلام نے کہا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ کھف: ۷۲

کہا میں نے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکے گا۔

یہاں اس سے پہلے سوال میں فرط غصہ کی وجہ سے شرط کو بھول گئے تھے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خلاف شرع کام دیکھا تو انہیں اس بات پر غصہ آیا اور غصہ کی

وجہ سے سوال کر دیا پھر جب خضر علیہ السلام نے شرط یاد دلائی کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تو صبر نہیں کر سکے گا بات وہی نکلی اب موسیٰ علیہ السلام اس سوال پر نادم ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام انسان ہوتے ہیں ان سے بھی اسی طرح بھول ہو جاتی ہے جس طرح عام انسانوں سے ہو جاتی ہے نیز اس سے ان کے عالم الغیب ہونے کی بھی ہوتی ہے کیونکہ عالم الغیب ہوتے تو انہیں اس کشتی کے توڑنے کی حکمت معلوم ہوتی تو سرے سے سوال ہی نہ کرتے جب موسیٰ علیہ السلام اس سوال پر نادم ہوئے تو کہا

موسیٰ علیہ السّلام سوال پر معافی مانگتے ہیں:

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا۔
کہف: (آیت ۷۳)

میری بھول کی وجہ سے مجھ پر پکڑ نہ کرو اور میرے کام کے اندر مجھے مشکل میں نہ ڈالو۔

یعنی یہ سوال میں نے دانستہ طور پر نہیں کیا بلکہ یہ سوال بھول کی وجہ سے ہو گیا ہے لہذا مجھے علم سیکھنے سے اس سوال کی وجہ سے دور نہ کیا جائے خضر علیہ السلام نے ان کی بھول کو معاف کر دیا اور دوسرے سفر پر روانہ ہو گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا سوال:

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔
کہف: ۷۴

پھر دونوں چلے حتیٰ کہ جب ملے ایک لڑکے کو تو اس کو قتل کر دیا فرمایا موسیٰ نے کیا تو نے ایک پاکیزہ لڑکے کو بغیر بدلے کے قتل کر دیا ہے تو نے بہت برا کام کیا ہے

اس مرتبہ گرچہ موسیٰ علیہ السلام کو بھول تو نہیں ہوئی لیکن ان کے سامنے ایسا غلط کام ہوا جو نا قابل برداشت تھا اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے بچے کے قتل پر خضر علیہ السلام کو کہا کہ تو نے انتہائی برا کام کیا ہے ایک معصوم بچے کو بغیر کسی جرم کے تو نے قتل کیا ہے تو نے بہت بڑا ظلم کیا ہے موسیٰ علیہ السلام کے اس سوال پر بھی خضر علیہ السلام نے وہی بات دہرائی۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۔ (آیت ۷۵) کہف	کہا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یعنی میری بات سچی نکلی کہ تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتا نیز تو نے اپنی شرط کی مخالفت کی ہے تو اب موسیٰ علیہ السلام بھی سمجھ گئے کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا اس کے تمام کاموں کا ظاہر صحیح نہیں اسی لیئے آخری وارننگ کے طور پر کہا۔

خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کو آخری موقعہ دیتے ہیں :

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۔ کہف : (آیت ۷۶)	کہا میں نے اب کے بعد کسی چیز کے بارے تجھ سے سوال کیا تو پھر تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا کیونکہ اب تو پوری طرح میری طرف سے معذور ہو چکا ہے۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اب ایک مرتبہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کا موقعہ دے اگر میں نے اس مرتبہ بھی آپ سے سوال کیا تو پھر آپ کو کھلا اختیار ہے پھر بے شک بیشک مجھے اپنی صحبت سے دور کر دینا۔

موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا سوال

فَانْطَلَقَا حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

کہف: (آیت ۷۷)

پھر دونوں چلے حتیٰ کہ جب دونوں نے بستی والوں سے کھانا مانگا تو انہوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا پھر انہوں نے بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے والی تھی تو خضر نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰؑ نے کہا کہ اگر تو اس دیوار کو بنانا چاہتا تھا تو اس پر اُجرت لے لیتا۔

یعنی جب بستی والوں نے ہمیں روٹی کھلانے سے انکار کر دیا تھا تو اب ان کی بستی کی کسی گرتی دیوار کو بنانا تیرے بیسے مناسب نہیں تھا اور اگر بنانا ہی تھا تو کم از کم ان سے اجرت لے لیتا تاکہ اس اجرت سے ہم کسی ہوٹل وغیرہ پر کھانا کھا لیتے اس آخری مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے دانستہ طور پر سوال کیا تاکہ دونوں میں جدائی ہو جائے اس لیئے کہ دونوں کی راہیں مختلف تھیں بہرکیف اس قصہ سے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے علم غیب کی نفی معلوم ہوتی ہے کہ ان کو نہ کشتی توڑنے کی وجہ کا علم تھا اور نہ بچے کی قتل کی حکمت معلوم تھی اور نہ دیوار بنانے کے سبب کا پتہ لگا سکے اسی طرح اس قصہ کے اس جملہ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا سے ان کے مختار کل ہونے کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی جدائی؛

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔ کھف (آیت ۷۸)

یہ جدائی ہوگئی میرے اور تیرے درمیان میں عنقریب تجھے بتاؤں گا ان کاموں کی حقیقت جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔

یہ آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ خضر علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام علم غیب نہیں جانتے تھے اسی لیئے فرمایا کہ اب میں تجھے ان واقعات کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تو صبر نہیں کر سکا تھا ورنہ موسیٰ علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ میں ان واقعات کی حقیقت جانتا ہوں تجھے بتانے کی ضرورت نہیں موسیٰ علیہ السلام کی خاموشی بھی علم غیب نہ ہونے کی دلیل ہے اس سے اگلی آیت میں خضر علیہ السلام نے کشتی توڑنے کی وجہ بتائی فرمایا۔

خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے پہلے سوال کا جواب دیتے ہیں

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا۔ کھف (آیت ۷۹)

لیکن کشتی مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے میں نے ارادہ کیا کہ اس کو عیب دار کر دوں کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو درست کشتی کو پکڑ لینا تھا۔

جب اس بادشاہ نے اس کشتی کو عیب والا پایا تو اسے چھوڑ دیا یعنی یہ کام میں نے ان مسکین کشتی والوں کے بھلے کے لیے کیا تھا خضر علیہ السلام بھی عالم الغیب

نہیں تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کشتی کو توڑ دے تاکہ کشتی ظالم بادشاہ سے بچ جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان تینوں واقعات کے بعد خضر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ. میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے جب انہوں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے تو یقیناً اللہ کے حکم سے کئے تھے۔

ایک سوال اور اس کا جواب ؛

سوال :-

اس آیت میں خضر علیہ السلام نے یہ لفظ کہ میں نے اس کشتی کو عیب دار کیا کیوں کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی کو توڑا تھا۔

جواب ؛

یہ لفظ خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ادب کے لیئے کہے تھے کیونکہ جس کام کا ظاہر اچھا نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ادب کے خلاف ہے اسی لیئے خضر علیہ السلام نے اس کام کی نسبت اپنی طرف کی ہے اسی طرح اگلے واقعہ میں بچے کو قتل کرنے کی نسبت بھی خضر علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے گرچہ خضر علیہ السلام نے بچے کو قتل اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا لیکن اسی واقعہ میں اسی بچے کے والدین کے لیئے دوسرا بچہ عنایت کرنے کی جب بات کی تو نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور یوں کہا کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب ان کو اس بچے کے بدلے نیک بچہ عطا کرے اسی طرح تیسرے واقعہ میں بھی دیوار بنانے کا کام ظاہراً اچھا تھا اس لیئے وہاں بھی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہ تیرے رب نے ارادہ کیا۔

دوسرے واقعہ کی حقیقت یوں بیان کی۔

موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے سوال کا جواب

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ کھف: (آیت ۸۰)

لیکن لڑکے کے والدین مؤمن تھے پس ہم نے خوف کیا کہ کہیں یہ بچہ ان کو سرکشی اور کفر میں داخل نہ کر دے۔

اس آیت میں بچے کے قتل کا ذکر تھا اسی لیے خضر علیہ السلام نے یہاں بھی اس کام کی نسبت اپنی طرف کی کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ بچہ اپنے مومن ماں باپ کو کافر نہ بنا دے۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ کھف (آیت ۸۱)

پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب ان کو اس بچے سے بہتر بیٹا عطا کرے جو اس سے زیادہ پاکیزہ ہو اور زیادہ خدمت گزار ہو۔

اس آیت میں بھی خضر علیہ السلام نے قتل کی اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ارادہ کیا لیکن جب بیٹے دینے کی بات کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کہ رب تعالیٰ ان کو اس بیٹے کے بدلے اچھا بیٹا عطا کرے گا تیسرے واقعہ کی حقیقت۔

موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے سوال کا جواب

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

اور لیکن شہر کی دیوار وہ دو یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا۔

کہف (آیت ۸۲)

آدمی تھا تو تیرے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں یہ تیرے رب کی رحمت ہے اور میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا یہ حقیقت ہے اس کام کی جس پر تو صبر نہیں کر سکا۔

اس آیت میں بھی چونکہ دیوار بنانے کا کام ایسا تھا جس کا ظاہر اچھا تھا اسی لیے یہاں خضر علیہ السلام نے اس کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اور کہا، فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا "کہ تیرے رب نے ارادہ کیا کہ یہ بچے جوان ہو کر اپنے اس خزانہ کو اپنے ہاتھوں سے نکال لیں گے۔ جب اور جیسے اللہ تعالیٰ چاہیں گے ان کے ہاتھ میں دے دیں گے آگے فرمایا کہ یہ دیوار گرچہ ہم نے بنائی ہے لیکن چونکہ اس کا حکم رب نے دیا ہے اور خزانہ کا پتہ بھی رب نے دیا ہے اس لیے ہم نے جو کچھ کیا ہے یہ ان بچوں پر تیرے رب کی رحمت ہے ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں مومنوں کو بھی چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے کئے ہوئے اچھے کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کریں اور کہا کریں کہ ہم سے جتنے اچھے کام ہوئے ہیں یہ سب ہمارے مالک کا احسان ہے اور اپنے رب سے بھی یوں عرض کیا کریں۔

جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے اور جو کچھ کہ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا اور اس واقعہ کے آخر میں سب شبہات شرکیہ کا ازالہ کرتے ہوئے خضر علیہ السلام نے فرمایا مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ یہ سب کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کئے یعنی کشتی کو توڑنا اور بچے کو قتل کرنا اور دیوار بنانا یہ سب کام میں نے اللہ تعالیٰ

کے حکم سے کئے ہیں یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خضر علیہ السلام صرف ولی نہیں تھے بلکہ نبی تھے اور اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے جو کام سرزد ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتے ہیں ان سے نہ انبیاء علیہم السلام کو مختار کل ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کو عالم الغیب ثابت کیا جا سکتا ہے۔

واقعہ الیاس علیہ السلام

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ اَللّٰہَ رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ فَکَذَّبُوْہُ فَاِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْیَاسِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ،

(پ ۲۳ سورہ صافات رکوع ۴ آیت ۱۲۳ تا ۱۳۲)

اور بے شک الیاسؑ رسولوں میں سے تھا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پالنے والا ہے پھر انہوں نے اس کو جھٹلا دیا یقیناً وہ حاضر کئے جائیں گے مگر اللہ کے خالص بندے اور ہم نے اس پر پچھلوں میں ذکر خیر چھوڑ دی الیاس پر سلام ہو، ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

ان آیات اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے الیاسؑ کو رسول بنایا اس نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ فرمائی انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ تم بعل بت کو اپنا حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو اور تم احسن الخالقین اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتے جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا سب کا حاجت روا مشکل کشا ہے لیکن انہوں نے حضرت الیاس کو جھٹلا کر اپنے شرکیہ مذہب پر پختہ رہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ مشرک جہنم میں آگ پر پیش کئے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے خالص بندے جو شرک سے بچ گئے تھے انہیں بچا دیا جائے گا اور ہم الیاس پر آنے والی نسلوں میں ثناءِ خیر چھوڑ دی یعنی آنے والے لوگ اس کی تعریف کریں گے الیاس پر سلام ہے کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کتاب کا حصہ اوّل ختم ہوا

ادارہ توحید و سنّت، مسجد اہلحدیث
اشرف کالونی نزد چوک رحیم، معصوم شاہ روڈ
ملتان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ (پ٢٠) بھلا کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے اور اُس کی تکلیف دُور کرتا ہے؟

کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

ایک سوال کی دس شکلیں

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا خدا کے سوا غیر اللہ مشکل حل کرسکتا ہے؟ یا صرف خدا ہی اس پر قادر ہے۔ بڑے زور شور سے اُچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے تو وہ اِس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کس طرح خدا کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کشائی کرسکتی ہے۔ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں جن کا جواب علمائے کرام سے مطلوب ہے۔ اُمید ہے کہ وہ ہماری تسلی فرمائیں گے۔ زید کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دُور ہو۔ وہ اللہ کے سوا کسی دُوسری ہستی کو پکارنا چاہتا ہے جو اس کی مشکل دُور کردے اب

١. اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کرسکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میلوں کی دُوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سُن سکتا ہے؟

٢. بالفرض یہ ثابت ہوجائے کہ وہ اتنے فاصلوں پر آواز سُن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ دُنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں، مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا۔ اِسی طرح جرمن جرمنی زبان میں۔ انگریزی زبان میں انگریز۔ اور پٹھان پشتو میں آواز دے گا۔

٣. اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی زبانوں سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکلات اُس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ اُن سب کی مشکلات اسی لمحہ سُن اور سمجھ سکتا ہے یا اُس کے لئے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی

٤. کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیئے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے۔ تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اُسی وقت پیش کریں جب کہ وہ سو نہ رہا ہو۔ یا وہ نیند میں بھی سُنتا ہے؟

٥. انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کرسکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

٦. ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہوچکا ہے۔ اگر وہ دِل ہی دِل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سُن لے گا۔

٧. اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہوسکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اُٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیئے کہ کون کونسی مشکلات خدا تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کون کونسی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے تاکہ سائل اپنی مشکل اُسی کے سامنے پیش کرسکے جو اُس کو حل کرنے پر قادر ہو۔

٨. کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کرسکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

٩. بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مُصر ہو اور دُوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی؟

١٠. کسی بھی برگزیدہ یا گناہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لئے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟